www.novelsclubb.com
سکندرز ولا
از جانان شاہ

السلام علیکم!

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

سکندرز ولا بقلم جانان شاہ

مسکرانے سے شروع اور رولانے پہ ختم

یہ ایک ظلم ہے جیسے لوگ ''محبت'' کہتے ہیں

www.novelsclubb.com

رات گہری سے گہری ہوتی جارہی تھی وہ اپنے کمرے میں راکینگ چیئر پہ بیٹھا سگریٹ کے گہرے کش لگارہا تھا اپنے اندر پنپتی ماضی کی یادوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ناکام کوشش کررہا تھا وہ۔۔ماضی کی یادیں اسے جلارہیں تھیں بلکل اس کے ہاتھ میں پکڑے سگریٹ کی طرح جو آہستہ آہستہ جل کے راکھ بنتا جارہا تھا وہ بھی اب راکھ بن

چکا تھا وہ اس کی یادوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن چاہ کہ بھی وہ ان یادوں سے پیچھا نہیں چھوڑا پا رہا تھا اب تو وہ کسی آسیب کی طرح اس کے ساتھ چمٹ گئیں تھیں اس کے کمرے کی کھڑکی سے چاند اسے تک رہا تھا آج سے نہیں پچھلے پانچ سال سے۔ وہ اس کی راتوں کا ساتھی تھا اس کی یادوں کا گواہ، اس کی سچی محبت کا گواہ۔

اس نے ہاتھ میں پکڑے سگریٹ کا آخری کش لے کر سگریٹ کو ایش ٹرے میں پھینکا وہ چاند کو دیکھ کے مسکرایا، چاند بھی اسے دیکھ کے مسکرایا وہ جانتا تھا اس کی اگلی حرکت کیا ہو گی وہ چیئر سے اٹھا ساتھ ہی ایش ٹرے بھی اٹھایا وہ چند قدم چل کے بالکونی میں آیا چاند اسے دیکھ رہا تھا بالکونی کے اک کونے میں گملا رکھا ہوا تھا جس میں رات کی رانی مہک رہی تھی وہ اس کے پاس بیٹھا سائیڈ سے اس نے تھوڑی سی مٹی کھودی اور ایش ٹرے میں سگریٹ کی راکھ کو گملے میں پھینکا دیا وہاں جہاں سے اس نے مٹی کھودی تھی اور پھر اس نے ہاتھ سے ہی اس مٹی کو برابر کر دیا مٹی تلے سگریٹ کی راکھ چھپ گی تھی وہ اٹھا واپس کمرے میں آیا کمرے میں آتے ہی سگریٹ کی بو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی اس نے سنگھار میز سے ائیر فریش اٹھایا اور اس سے کمرے کے چاروں کونوں میں سپرے کیا کمرہ خوشبو سے معطر ہو گیا تھا سگریٹ کی بو کا نام و نشان تک مٹ گیا تھا اس نے گہرا سانس لیا ہمیشہ کی طرح اس نے آج بھی اپنی گزری رات کے نشان مٹا دیے تھے لیکن ہر نشان کہا مٹتا ہے کوئی نہ کوئی نشان باقی رہ ہی جاتا ہے جو جرم کی

نشاندہی کے لیے کافی ہوتا ہے اس کے گھر میں سگریٹ پینا منع تھا اس لیے وہ رات کو سب سے چھپ کے چاند کی ہمراہی میں اس کی یادوں کے سنگ سگریٹ کے کش لگاتا تھا سگریٹ کا دھواں اس کے زخمی دل پہ ٹھنڈی پھوار کی طرح مرہم رکھتا تھا وہ چاہ کے بھی سگریٹ کو چھوڑ نہیں پا رہا تھا سلگتی راہوں میں سگریٹ نے اس کا ساتھ دیا تھا وہ کیسے اسے چھوڑ سکتا تھا جب تک اسے نیا ساتھی نہیں مل جانا تھا تب تک اس نے اس کے ساتھ رہنا تھا وہ اب سوچکا تھا چاند نے اس کے سوتے وجود کو اداسی سے دیکھا تھا

تیرا جیسا یار کہا کہاں ایسا یارانہ

یاد کرے گی دنیا تیرا میرا یارانہ

وہ تینوں بائیک پہ سوار تھے ایک کی شرٹ کا رنگ سرمئی تھا ایک کا بلیک اور ایک کا ہلکا فیروزی۔ان تینوں میں سے دو بائیک پہ میوزک سسٹم نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی میوزک کی کمی کو پورا کرنے کے لیے سر سے سر ملا رہے تھے جبکہ ان کے ساتھ بیٹھا تیسرا ان کے پھٹے ہوئے سروں کو دل پہ ہاتھ رکھے برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ ان کے ساتھ بلکل بھی آنا نہیں چاہتا تھا جبکہ اپنی یونی سے واپسی پہ وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ لے آئے تھے کیونکہ گھر میں آج کام کچھ زیادہ تھا اور انہوں نے مل کے اس کام کو نمٹنا تھا

تیری زندگی سنواری تجھ کو بائیک دیلا کے

گانے کے بول بدل چکے تھے درمیان والے نے بائیک ڈرئیوار کو گنگناتے ہوئے پیچھے سے تھپکی دی

بیٹھادیاہے تجھ کو میں نے اسی بائیک پہ گڑسے اٹھاکہ۔۔۔۔۔

ڈرئیوار نے باقاعدہ مڑ کے اسے جواب لٹایا تھا

"ابے اوئے۔۔۔۔آگے دیکھ آگے۔۔۔۔۔۔۔۔"ان کے پیچھے بیٹھا تیسرا چلایا۔۔ کیونکہ سامنے سے آتی جیپ اپنی پوری رفتار سے ان کی بائیک کو کچلنے کے لیے تیار تھی اس نے جلدی سے اپنا رخ سیدھا کر کے بائیک کو سنبھالا تھا لیکن پھر بھی بائیک کے شیشے نے جیپ کے ساتھ رگڑ کھائی تھی جس کی وجہ سے وہ ٹوٹ گیا تھا اور جیپ پہ بھی چنگی بھلی خراش آئی تھی اس نے سڑک کے درمیان ہی اپنی بائیک روکی اور جیپ والے نے اپنی جیپ

"تو روک سالے۔۔۔تیری ہمت کیسے ہوئی میری بائیک کا ستیاناس کرنے کی۔۔۔۔۔"وہ خطرناک تیور لیے جیپ والے کی طرف بڑھا جیپ والا بھی اپنی جیپ سے باہر نکل چکا تھا

"اور تیری ہمت کیسی ہوئی میری جیپ کا ستیاناس کرنے کی۔۔۔۔۔"وہ بھی دوبدو اسی کی طرح بولا

"غلطی تیری ہے۔۔۔۔۔۔۔" بائیک والا بولا۔

"تیری غلطی ہے۔۔۔۔۔" جیپ والا بولا

"یہ تیری میری پہ ہی ٹرین روکے گے یا آگے بھی بڑھاؤ گئے۔۔۔۔۔۔" پیچھے سے فیروزی شرٹ والے نے ٹہوکا دیا تھا

"جس بائیک پہ میں نے آج تک خراش نہیں آنے دی تیری اس جیپ نے (اس نے جیپ کے فرنٹ ٹائر پہ لات ماری) اس کا شیشہ توڑ دیا اب اس جیپ کو بھی اپنا شیشہ توڑ وانا ہو گا۔۔۔۔۔"

"اگر میری جیپ کا شیشہ ٹوٹا تو تیرے اس ہاتھ کو بھی ٹوٹنا ہو گا جو شیشہ توڑے گا۔۔۔۔" اگر وہ سیر تھا تو جیپ والا بھی سوا سیر تھا

"تو دھمکی دے رہا ہے وہ بھی سکندر بھا کو۔۔۔۔۔" پیچھے سے آواز آئی تھی وہی فیروزی شرٹ والا سکندر بھا کے غصے کو ہوا دے رہا تھا وہ بھی دور دور سے کہیں نزدیک سے دینے پہ وہ بھی اس کے غصے کی لیپٹ میں نہ آجائے

"ابے کیوں اسے اکسا رہا ہے وہ کچھ کر ڈالے گا۔۔۔۔۔" بلیک شرٹ والا بولا تھا وہ ان تینوں کی نسبت ڈرپوک نظر آرہا تھا

"ہاں تو۔۔ تو دھمکی دے رہا ہے وہ بھی مجھے یعنی سکندر بھا کو۔۔۔۔۔۔۔" وہ جیپ والے کو دیکھ کے غرایا

"تو توڑ کے تو دیکھا پھر تجھے بتاؤ گا کہ میں دھمکی دے رہا تھا یا سچ کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔" وہ جیپ والا بیوقوف خود ہی اسے اکسا رہا تھا

"اب تو ڈرا رہا ہے سکندر بھا کو۔۔۔۔۔" فیروزی شرٹ والے نے پھر ٹانگ اڑائی

"تو، تو چپ کر۔۔۔۔۔۔" بلیک شرٹ والے نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کے اسے چپ کروایا

"تو پھر تو دیکھ میں کیا کرتا ہوں، یہی رہنا جانامت۔۔۔۔۔" سکندر بھا نے اپنے شرٹ کے بازوں کہنیوں تک فولڈ کرتے ہوئے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی اس کی نظر اپنی بائیک کے ہینڈل کے ساتھ لٹکے بائیک ہلمٹ پہ ٹھہری تھی ہائے رے ہمارے پاکستانی بھائی ہلمٹ کو سر پہ پہننے کے بجائے اسے بائیک کے ہینڈل پہ لٹکانا اپنا قومی فرض سمجھتے ہیں وہ بھی تو انہیں میں سے تھا وہ معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ ہلمٹ کی طرف بڑھا جیپ والا وہی کھڑا اس کے حرکت و سکونت دیکھ رہا تھا اس نے ہینڈل سے ہلمٹ اتارا بائیک کے پاس وہ دونوں کھڑے اس کے دماغ میں چلتے عمل کو سمجھ گے تھے

"نہیں۔۔۔۔۔۔" بلیک شرٹ والے نے سر دائیں بائیں ہلا کے اسے منع کیا اس کے ہاتھ کے نیچے دبے فیروزی شرٹ والے کے لب مسکرائے

"تم لوگ بس بائیک سٹارٹ رکھنا۔۔۔۔۔" سکندر بھا کسی کے منع کرنے سے رک جائے کس کتاب میں لکھا تھا؟ ان دونوں کو تاکید کرتا وہ جیپ کی طرف بڑھا وہ دونوں

اس کی تاکید پہ جلدی سے بائیک پہ بیٹھے اب ڈرائیور فیروزی شرٹ والا بنا تھا اس نے جلدی سے بائیک سٹارٹ کی اب کی بار سکندر بھانے بھی سمت بدلی تھی جیپ کے دائیں طرف وہ کھڑا تھا یعنی جیپ کا مالک وہ دائیں جانب جانے کے بجائے بائیں جانب گیا تھا وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ان کے درمیان جیپ تھی ایک کی آنکھوں میں نا سمجھی تھی

تو دوسرے کی آنکھوں میں کچھ بھی بنا خوف کر دینے کا عزم

اس نے ہاتھ میں پکڑے ہلمٹ کو ہوا میں بلند کیا

ایک،،،،، پہلی ضرب اس کی جیپ کے سامنے والے شیشے پہ لگی تھی شیشے پہ داڑھاڑیں پڑی تھیں

دو۔۔۔۔دوسرے ضرب پہ وہ پہلے سے زیادہ گہری ہوئی تھیں

تین،،،،،،،، تیسری ضرب پہ شیشہ کرچیوں میں بکھر گیا تھا وہ اپنا بدلہ لے کے بھاگا۔۔۔ لیکن بھاگتے وقت بھی وہ سڑک پہ پڑا اپنی بائیک کا ٹوٹا ہوا شیشہ اٹھانا نہیں بھولا تھا پیچھے وہ ہکا بکا اپنی جیپ کو دیکھ رہا تھا اس کے ہوش میں آنے تک وہ تینوں وہاں سے بھاگ چکے تھے سڑک پہ ان کا نام نشان تک نہ تھا ان کو چھوڑنے والا تو وہ بھی نہیں تھا بس کبھی وہ اسے ملے تو سہی انجانے میں ہی راہ چلتے راہگیر کو وہ اپنا دشمن بنا بیٹھے تھے صرف اور صرف مستقبل کے سکندر بھا کی وجہ سے

وہ گھر آتے ساتھ ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گے تھے آج ہفتہ تھا اور کل اتوار ،وہ ہفتے والے دن اپنے سب کام نمٹا لیتے تھے اتوار کا دن ان کے آرام کا دن ہوتا تھا

"دمیر مجھے سمجھ نہیں آتی ہم لوگ ہفتے کو کیوں کام نمٹاتے ہیں۔۔۔۔۔۔"سوال کرنے والا اس کا سب سے چھوٹا بھائی موحد تھا جو اس وقت صحن میں جھاڑو لگا رہا تھا جبکہ دمیر واشنگ مشین میں سے کپڑے نکال کے صحن میں باندھی گی رسی پہ سوکھنے کے لیے ڈال رہا تھا

"اتوار کا دن لڑکیوں کے کام کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے جبکہ ہم لڑکیاں نہیں ہیں ہم لڑکے ہیں اور لڑکے کبھی بھی لڑکیوں کے نقشے قدم پر نہیں چلتے اس لیے ہم نے طے کیا تھا کہ ہم اپنے کام ہفتے کے دن ہی نمٹا لے گے اور اتوار کو بس آرام کریں گے۔۔۔۔۔"دمیر نے اسے تفصیلی سمجھایا

"اور یہ مشورہ کس نے دیا تھا۔۔۔؟"وہ جھاڑو لگا چکا تھا اب وہ کوڑے دان میں جھاڑو سے اکٹھا کیا ہوا کوڑا ڈال رہا تھا

"کس کا ہو سکتا ہے ایک ہی تو نمونہ ہے ہمارے گھر میں ہمارا مستقبل کا سکندر بھا ۔۔۔۔۔۔"دمیر نے سکندر بھا کو دانتوں تلے اچھی طرح چبایا۔۔بالٹی میں سے کپڑے ختم ہو چکے تھے اس نے بالٹی کو واشنگ مشین کے پاس رکھا

"کسی نے سکندر بھا کو یاد کیا۔۔۔؟ وہ بھی اپنا کام نمٹا کے کیچن کی طرف بڑھ رہا تھا اپنے نام کی پکار سنتے ہی کیچن میں جانے کے بجائے وہ صحن میں آ گیا

"لو جی شیطان کو یاد کیا شیطان حاضر۔۔۔۔۔۔" وہ کوڑا، کوڑے دان میں ڈال چکا تھا ہاتھ جھاڑتے ہوئے اس نے سکندر بھا کی طرف دیکھتے ہوئے بیزاری سے کہا

"اور تم اسی شیطان کے چیلے،، چلو کیچن میں کام ہے پروفیسر صاحب کب سے اکیلے ہی کیچن میں جل رہے ہیں۔۔۔۔۔"

دمیر نے حکم سادر کیا

"تو ہم کون سا یہاں اے سی کی ٹھنڈک کے مزے لے رہے ہیں۔۔۔۔۔" سکندر بھا نے منہ بسورا کیچن کے کاموں سے اس کی جان جاتی تھی

تیرا میں پروفیسر کو بتاؤ گا جو سڑک پہ تماشا کیا ہے ناہ آج تم نے اس کے بارے میں ۔۔۔۔وہ تینوں کیچن کی جانب بڑھ رہے تھے جب دمیر نے اسے دھمکی دی

"تو بتا دے میں ڈرتا تھوڑا ہی ہو پروفیسر سے۔۔۔۔۔ہائے اللہ۔۔۔۔۔۔انہوں نے کیچن کی دہلیز پہ قدم رکھا ہی تھا سکندر بھا چلایا کیونکہ پروفیسر صاحب نے ہاتھ میں پکڑے الو سے اس کے ماتھے کا نشانہ لیا تھا اور نشانہ چھوٹا نہیں تھا سکندر بھا کو اس نے اپنی سلامی دینا ضروری سمجھا تھا

"الو کے وار سے تو بچ نہیں سکا اور چلا ہے مستقبل کا سکندر بھا بننے۔۔۔۔۔۔"موحد نے طنز کیا تھا

"وہ تو بس پروفیسر صاحب کی عزت رکھی ہے اس نے ورنہ کہاں یہ الو اور کہاں یہ سکندر بھا۔۔۔۔۔۔۔"دمیر نے وہی الفاظ کہے تھے جن کی سکندر بھا سے امید کی جا سکتی تھی موحد کیچن میں رکھی گی کرسیوں میں ایک پر بیٹھ گیا جبکہ دمیر فریج میں سے سلاد بنانے کے لیے سبزی نکالنے لگا

"کیسا رہا پھر آج کا نشانہ۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ بھونیں اچکائے پر جوش سا پوچھنے لگا۔ سکندر بھا نے جھک کے اپنے قدموں میں پڑا الو اٹھایا

"ابھی بھی مزید محنت کی ضرورت ہے آپ کو پروفیسر صاحب۔۔۔"اسنے جواب دیتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے الو کو گھورا اسے جیسے اسے ابھی کچا چبا جانے کا ارادہ ہو

"تو نے سکندر بھا سے ٹکرا کے اچھا نہیں کیا۔۔۔۔۔۔"

"داود اس الو کو گھورنا بند کرو مجھے پیاز کاٹ کے دو۔۔۔۔"پروفیسر صاحب اسے حکم دیتے خود گوشت دھونے لگ گے

"کیا بھائی آپ نے وہ میرے لیے ہی رکھے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔"اس نے غصے سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے الو کو شیلف پہ پٹخا

"زیادہ باتیں نہیں کرو چپ کر کے کاٹو۔۔۔۔۔"وہ پروفیسر کے کہنے پہ پیاز کاٹنے لگا جو کہ موحد کے سامنے ٹیبل پہ پلاسٹک کی ٹوکری میں پڑے ہوئے تھے

"موحد تم نے آٹا نہیں گوندنا۔۔۔۔۔۔۔"سلاد بناتے دمیر نے اسے گویا یاد دلایا

"گوندنے لگا ہو،،،،،"وہ اٹھا آٹا چھال کر لایا اور وہی ٹیبل پر بیٹھ کر گوندنے لگا

"تو فارغ کیوں بیٹھا ہے؟"پیاز کاٹ۔۔۔۔۔"

"کاٹ دیے ہیں پروفیسر صاحب پہلے دیکھ تو لے۔۔۔۔۔"اس نے کاٹے ہوئے پیاز اس کی آنکھوں کے نزدیک کیے

"دو ادھر۔۔۔"یرسل نے پیاز پکڑتے ہوئے کہا

"پتا نہیں کب ان پیازوں سے جان چھوٹے گی میری۔۔۔۔میں اب تنگ آ گیا ہو مجھ سے اب پیاز نہیں کاٹے جاتے۔۔۔۔"داود نے دہائی دی

بیٹا جی یہ جس کے لیے تم دہائیاں دے رہے ہو ناہ پانچ سال تک اس کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔۔۔۔"اندر داخل ہوتے ان کے والد خضور کی آواز سب کی سامعتوں سے ٹکرائی تھی

"سکندر صاحب میرے بارے میں نہ سوچے لیکن ان صاحب کے بارے میں سوچے ناہ۔۔۔داود نے پروفیسر کی طرف اشارہ کیا جو کے چولہے پہ رکھی گی دیگچی میں پیاز براؤن کرنے میں مصروف تھا

جو کے اب بڑھاپے کی سیڑھی پہ قدم رکھ چکے ہیں۔۔۔۔۔"

کسی اور کو ہو نا ہو داود کو یرسل کی شادی کی بہت جلدی تھی بقول اس کے کیا پتا اس کی شادی کے بعد پیاز کاٹنے سے اس کی جان چھوٹ جائے کیونکہ دنیا میں پیاز وہ واحد چیز تھے جو اس کی آنکھوں میں پانی لانے کا سبب بنتے تھے یا یوں کہہ لے اسے رولانے کا سبب بنتے تھے

"ہاں سکندر صاحب اب کچھ سوچے بھائی کی شادی کے بارے میں۔۔۔۔۔"دمیر نے بھی داود کا ساتھ دیا

"میں تو تیار ہو لیکن وہ بھی تو مانے تب ناہ۔۔۔۔۔"وہ تو تیار بیٹھے تھے بس انہیں یرسل کی ہاں کا انتظار تھا

www.novelsclubb.com

"میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔۔۔۔"لڑکیوں کا بولے جانے والا جملہ ہمیشہ سے وہ یرسل کی زبان سے سنتے آرہے تھے تینوں نے پھر سے سنتے ہی اپنی اپنی ناک پہ بل ڈالے اس کی پشت کو گھورا پیاز براؤن ہو چکے تھے اس نے ان میں تھوڑا سا پانی ڈالا اور ساتھ ہی کاٹے ہوئے ٹماٹر اور مرچیں بھی ڈال دیں

"میں پچھلے تین سال سے یہ ہی سن رہا ہو یر سل۔۔۔۔۔۔۔۔"سکندر صاحب کا لہجہ تیز ہوا تھا وہ کچھ نہیں بولا تھا ہمیشہ کی طرح اس نے آج بھی چپ سادھ لی تھی

"جس دن میں اپنی ضد پہ آیا ناہ یر سل اس دن تمہارہ یہ بار ہاد وہرایا گیا جملہ کسی کام نہیں آئے گا اس لیے آج سے خود کو تیار رکھنا کسی بھی وقت میں کچھ بھی کر سکتا ہو۔۔۔۔"انھوں نے دوٹوک لہجے میں اسے وارن کیا۔۔اس نے بے بسی سے سر جھکا دیا

"کتنا ٹائم ہے،،،،،،،،"سکندر صاحب نے آٹا گوندتے موحد سے پوچھا کیونکہ انھوں نے روٹیاں بنانی تھی روٹیاں بنانے کی زمہ داری ان کے سر تھی

"ہو گیا بس یہ لے۔۔۔۔۔۔"موحد نے آٹے والا برتن ان کی طرف بڑھایا

"تم تینوں جاؤ اب تھوڑا آرام کر لو،،جب سے آئے ہو کام کر رہے ہو کھانا تیار ہو جائے گا تو بولا لو گا تم لوگوں کو۔۔۔۔۔۔۔"ان کے لہجے میں ممتا کی پکار سنائی دینے لگی تھی ان کی ماں کے گزر جانے کے بعد ان کی زمہ داری میں میں اضافہ ہو گیا تھا وہ اپنے بیٹوں کے لیے ماں اور باپ دونوں کی زمہ داریاں نبھاتے چلے آرہے تھے وہ اپنے بیٹوں کے لیے سب کچھ تھے ماں، باپ، دوست، بھائی

ان کے کہنے پہ وہ تینوں چلے گے تھے انہیں تو بس بہانا چاہیے تھا ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بناوہ وہاں سے بھاگے تھے جبکہ پیچھے وہ اور یرسل اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گے تھے

روکیں روکیں آپ کہاں چلے۔آئے آپ کو سکندرزولا کے باسیوں سے متعارف کرواتی ہو۔ہاں ہاں وہی سکندرزولا جس کے صحن سے کیچن تک آپ لوگ جھانک کے آئے ہیں۔۔یہ خوبصورت سفید ٹائلوں سے مزین گھر جس کے باہر بیرونی گیٹ کی دیوار پہ نیم پلیٹ پہ بڑے بڑے حروف سے لکھا گیا ہے''سکندرزولا''یہ گھر اس کالونی کا واحد گھر ہے جہاں صرف مردوں کا بسیرا ہے پچھلے بیس سالوں سے یہ ولا عورت کی موجودگی سے محروم رہا ہے تب سے اب تک اس گھر میں پانچ مرد اپنی پوری شان وشوکت سے بستے آرہے تھے ان میں سے سب سے بڑے تھے

سلطان سکندر:)بابر سکندر کے اکلوتے بیٹے جو کہ بارعب شخصیت کے مالک تھے لیکن یکے بعد سب کے چھوڑ جانے پہ ان کی بارعب شخصیت کہیں سو چکی تھی اپنی جان عزیز بیوی کی وفات کے بعد چار بیٹوں کی زمہ داری ان کے کندھوں پہ آپڑی تھی یہ زمہ

داری انہوں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے یرسل سکندر کے ساتھ مل کے بخوبی سرانجام دی تھی اور اب تک دے بھی رہے تھے

یرسل سکندر:)ان کا سب سے بڑا بیٹا کالی آنکھوں والا ایک خوبصورت مرد تھا جو کہ اب شہر کے مشہور کالج میں لیکچرار تھا وہ اپنے پیشے سے محبت کرتا تھا اسکی ماں کا خواب تھا وہ موٹیویشنل سپیکر بنتا۔اسلیے وہ اپنی ماں کا خواب کرنے کے لیے کبھی کبھی موٹیویشنل سپیکر کے عہدے پر بھی فائز ہو جاتا۔۔وہ سنجیدہ شخصیت کا مالک تھا سنجیدگی اس پہ جچتی تھی وہ اپنے چھوٹے بھائیوں کا خیال رکھتا تھا بلکل ماؤں کی طرح، بڑی بہنوں کی طرح۔اپنے باپ بھائیوں کے لیے اسنے اپنی محبت کو چھوڑا تھا جس کی یاد آج بھی اسکے دل کی دنیا کو ویران کر دیتی تھی لیکن پھر بھی وہ اپنے باپ اور بھائیوں کو اپنے ویران دل کی بھنک تک پڑنے نہیں دیتا تھا

دوسرے نمبر پہ تھا"دمیر سکندر"وہی بلیک شرٹ والا۔۔اسکی آنکھیں بلکل یرسل کی طرح کالی تھیں جن میں معصومیت ہلکورے لیتی تھی۔وہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا کالونی کی لڑکیاں اس پہ مرتی تھیں لیکن وہ جس پہ مرتا تھا وہ سات سمندر پار کی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی وہ مکینیکل انجنیئر تھا وہ اپنے بابا کی ورکشاپ کا انچارج تھا معصومیت اس کا خاصہ تھی وہ ڈرپوک تھا کہیں بھی لڑائی دیکھ کے گھبرا جاتا تھا آپ نے وہ محاورہ تو سنا ہو گا

"چوہا اپنی ہی بل میں شیر ہوتا ہے" اس محاورے پہ دمیر سکندر بلکل پورا اترتا تھا اس کا زور زیادہ تر اپنے سے کم طاقت کے لوگوں پہ ہی چلتا تھا جن میں زیادہ تر لڑکیاں ہی شامل ہوتی تھیں

تیسرے نمبر پہ تھا" داؤد سکندر "مستقبل کا سکندر بھا۔۔اسکی آنکھیں اپنے بابا جیسی تھیں ہلکے بھورے رنگ کی اور پر اسرار سی۔لوگوں سے پنگے لینا اسکا پیشہ تھا وہ مستقبل کا اے ایس پی تھا جیسے سکندر بھا بننا تھا جس کا نام سن کے ہی دشمن کانپ جائے اپنی باتوں اور کارناموں سے لوگوں کو تپانا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا اور جس کا ایک ہی قول تھا "کسی کے لیے خود کو مت بدلوں ڈھیٹ بنو ڈھیٹ"

سب سے آخر پہ تھا" دمیر سکندر "وہی فیروزی شرٹ والا۔۔۔اسکی آنکھوں میں شرارت ہر وقت ناچتی رہتی تھی یہ دمیر کی طرح معصوم تھا صرف شکل سے داؤد کے قول پر فخر سے عمل کرنا یہ اپنا فرض سمجھتا تھا دوسروں کے معملات میں ٹانگ اڑانا اسکا خاصہ تھا وہ داؤد کا دائیاں بازوں تھا اسے مستقبل میں ڈاکٹر بننا تھا

سورج کی کرنیں ہر سو پر پھیلا چکی تھیں سکندر زولا کے کیچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں آرہی تھیں جو کہ کیچن میں کسی کی موجودگی کی نشاندہی کر رہی تھیں کیچن کو چھوڑ کے باہر بیرونی گیٹ کی طرف آئے تو سکندر صاحب دروازے کے وسط میں کھڑے

آفندی صاحب کو سن رہے تھے جیسے جیسے وہ آفندی صاحب کی بات سن رہے تھے ویسے ویسے ہی ان کے ماتھے کے بل گہرے ہوتے جا رہے تھے آفندی صاحب کی بات ختم ہونے تک سکندر صاحب کے کانوں کی لو تک سرخ ہو چکی تھیں آئے دن کالونی کا کوئی نا کوئی بندہ یوں ہی ان کے دروازے پہ کھڑا ان کے سپوت کے کارنامے انکے گوش گزار کر رہا ہوتا اور آج تو ان کے سپوت نے حد ہی کر دی تھی

"داؤد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ غصے کی شدت سے زور سے چلائے ان کی آواز کی پکار سنتے ہی کیچن سے آتی کھٹ پٹ کی آوازیں آنا بند ہو گی

"بلاوا آ گیا داؤد تیرا۔۔۔۔۔۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گیا

"جی ابا خضور۔۔۔۔۔۔۔" وہ انکی ایک پکار پہ ہی ان کے سامنے کمر پہ ہاتھ باھاندے تابعداری سے کھڑا تھا

"تم نے آفندی صاحب کی بلی کی دم کاٹی ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"جی ابا خضور۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے زرا سا سر کو خم دیے اپنا جرم قبول کیا

"کس خوشی میں تم نے میری بلی کی دم کاٹی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" اب پوچھنے والے آفندی صاحب بزات خود تھے

"آپ اتنا ہائپر کیوں ہو رہے ہیں بلی کی دم کاٹی ہے آپ کی تو نہیں۔۔۔۔۔۔۔" وہ پہلے تو ہائپر نہیں تھے پر اسکی بات سن کے ضرور ہوئے تھے

"داؤد۔۔۔۔۔۔۔۔" سکندر صاحب نے اسے تنبیی کی

آپ کی بلی نے نیازی صاحب کے گھر گھس کے ان کی مرغی کی گردن مروڑی تھی جس کی وجہ سے وہ اس بے درد دنیا سے کوچ کر گی۔ صرف اور صرف آپ کی بلی کی وجہ سے۔۔اسنے اپنا رخ آفندی صاحب کی طرف موڑا جو کہ آنکھوں میں تیش لیے اس کی کہانی سن رہے تھے

نیازی صاحب اپنی مرغی کے مرڈر کا کیس ہمارے پاس لے کے آئے تو پھر ہم نے پوری تصدیق کی ہماری تصدیق کے مطابق مرڈر آپ کی بلی نے ہی کیا تھا اسلیے ہماری انصاف کی عدالت میں۔۔۔۔اسنے فخر سے گردن اکڑائی۔۔۔۔۔آپ کی بلی کو سزا سنائی گی اور اسکی سزا یہ تھی کہ اسکی دم کاٹ دی جائے اصولاً تو قتل کا بدلہ قتل تھا لیکن ہم کسی جانوار کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتے تھے اس لیے ہم نے دم کاٹنے کو ہی ترجیح دی۔۔آپ کو تو ہمارا احسان مند ہونا چاہیے کہ ہم نے آپ کی بلی کی جان بخشی کر دی۔۔۔۔۔۔کو جا کہ آپ ہمارے ہی دروازے پہ کھڑے ہمارے ہی ابا خضور کے سامنے ہماری ہی شکایت لگا رہے ہیں آپ کی اس گستاخی پہ آپ کی بھی دم کاٹی جا سکتی ہے۔۔۔۔۔"اسنے تو دھمکی دیتے ہوئے بادشاہوں کو بھی مات دے دی تھی اگر بادشاہ زندہ ہوتے تو اسکی دھمکی پہ غش کھا کھا کر پھر سے مر جاتے۔۔خیر سکندر بادشاہ کی دھمکی پہ آفندی صاحب کا غصہ ساتویں آسمان تک پہنچا تھا

"داؤد۔۔۔۔۔۔۔۔" سکندر صاحب کی ایک بار پھر تنبیی کرتی آواز گونجی تھی

"سکندر صاحب اپنے بیٹے کو سمجھالو ورنہ جس دن میری عدالت میں اسکا کیس چلا ناہ تو ایسی سزا سناؤ گا ناہ اسکی آنے والی سات پشتیں بھی اس سزا کو بھول نہیں پائیں گئی۔۔۔۔۔۔" وہ پیشے کے لحاظ سے جج تھے اسلیے اسی کے انداز میں اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ چبا چبا کر بولے تھے آخر اپنے جج ہونے کا رعب جھاڑنا بھی تو ضروری تھا ناہ۔۔ لیکن سامنے بھی داؤد سکندر تھا مستقبل کا سکندر بھا۔۔ کسی کے رعب میں آنا اسنے سیکھا ہی نہیں تھا اسلیے وہ بھی دوبدو بولا

"ہم اپنا کیس آپ کی عدالت میں لائیں گے ہی نہیں پاکستان میں اور بھی عدالتیں ہیں ہم اپنا رخ ان کی جانب کر لے گے۔۔۔۔۔"

وہ ایک غصیلی نظر اس پہ ڈالے اپنے گھر کی جانب بڑھ گے۔۔ وہ مزید اس سے الجھ نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ اسکے ڈھیٹ پن کو اچھی طرح جانتے تھے اور ڈھیٹوں کے سنگ ڈھیٹ تھوڑی بنا جاتا ہے

"داؤد کب سدھروں گے۔؟۔۔۔۔۔" آفندی صاحب کے جاتے ہی انہوں نے افسوس سے پوچھا

"سکندر صاحب داؤد سدھر جائے مطلب کالے رنگ پہ سفیدی چھا جائے بلکل بھی نہیں جس طرح کالا رنگ سفید رنگ میں نہیں بدل سکتا اسی طرح سکندر بھا بھی نہیں سدھر سکتا۔۔۔۔۔۔"

"لیکن میری جوتی ہے ناہ تمہاری کالک کو سفیدی میں بدلنے کے لیے۔۔۔۔۔۔"

انہوں نے جھک کے اپنا جوتا اتارا

"ابا اب آپ جوان اولاد پہ جوتا اٹھائے گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ ان سے دور ہٹا

"ابے گدھے جوتا نہیں ہوتا ہاتھ ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"دمیر نے آتے ہی اسکے فقرے کو درست کرنا چاہا

"اپنی عقل کا زیادہ رعب ناہ جھاڑا بانے مارنے کے لیے جوتا اٹھایا ہے ہاتھ نہیں۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے بھی اپنی ٹانگ اڑانا ضروری سمجھا

"سکندر صاحب جانے دے آئندہ نہیں کرے گا وہ۔۔۔۔۔۔۔"ہمیشہ کی طرح یرسل نے ان کو ٹھنڈا کرنا چاہا

www.novelsclubb.com

"تم ہر بار یہ ہی کہتے ہو لیکن پھر بھی اس گدھے کو عقل نہیں آتی کہ تمہاری کہی بات کی لاج ہی رکھ لے۔۔۔۔۔"انہوں نے ہاتھ میں پکڑا جوتا اپنے سے زرا فاصلے پہ کھڑے سکندر بھا کی جانب اچھالا اپنی طرف آتے جوتے کی پرواز دیکھ کے وہ جھکا اسکے جھکنے کی وجہ سے جوتا سیدھا اسکے پیچھے کھڑے موحد کے ماتھے پہ لگا

"سکندر صاحب میرا کیا قصور تھا۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ماتھے پہ ہاتھ رکھے چلایا

"تم زیادہ بھولے مت بنو جانتا ہو میں اسکی ہر کارستانی میں تم اسکے ساتھ برابر کے شریک ہوتے ہو۔۔یقیناً بلی کی دم کاٹنے کا مشورہ تم نے ہی دیا ہو گا۔۔۔۔۔" ان کے درست اندازے پہ وہ سر جھکا گیا دم کاٹنے کا مشورہ اسی کا تھا

"تم دونوں آج یونیورسٹی کے فوراً بعد مجھے ورکشاپ پہ نظر آؤ۔۔۔۔۔۔" وہ انہیں کہتے پرسل کے سنگ رخ موڑ گے

"سکندر صاحب ہماری سزا میں کچھ رعایت کی جائے۔۔۔۔۔۔" وہ دونوں پیچھے سے چلائے لیکن وہ ان سنی کرتے اندر کی جانب بڑھ گے

"آنا ورکشاپ پہ تم دونوں کو کالا شاہ کروگا ورکشاپ کی کالک سے۔۔۔۔۔۔۔" دمیر ان دونوں سے کہتا ہونٹوں پہ سیٹی کی شوخ دھن بجاتا ان کے پیچھے ہی اندر کی جانب بڑھ گیا اور پیچھے وہ دونوں سر ہاتھوں پہ گرائے وہی زمین پہ آلتی پالتی مار کے بیٹھ گے کیونکہ وہ جانتے تھے ان کی کالک کو تو سکندر صاحب سفیدی میں نہیں بدل سکتے تھے لیکن ان کی سفیدی کو کالک میں ضرور بدل سکتے تھے اوپر سے ورکشاپ کی کالک بھی ان کی طرح ڈھیٹ تھی جو کہ بار بار لاکس بیوٹی سوپ سے بھی دھونے سے نہیں جاتی تھی تب ان کا دل کرتا تھا کہ وہ مائرہ خان کو اپنی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے پوچھے

کہاں ہے تمہارا وہ''بس ذرا سا لاکس ''یہاں تو ہم نے پورا لاکس رگڑ ڈالا لیکن پھر بھی ورکشاپ کی کالک نے ہٹنے کا نام تک نہیں لیا

اب انہیں کون بتاتا کہ وہ مائرہ خان کا لاکس نہیں دمیر سکندر کا لاکس تھا جو کہ خاص صرف ان کے لیے تھا

یونیورسٹی سے سیدھا وہ ورکشاپ آئے تھے ورکشاپ کا ماحول ویسا ہی تھا جیسا کہ ورکشاپ کا ہونا چاہیے تھا ورکرز ڈیزل کی کالک سے اٹے چہرے اور کپڑے لیے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کوئی گاڑی کا بونٹ کھولے اس پہ جھکا تھا کوئی گاڑی کے نیچے لیٹا نیچے سے گاڑی کے پرزے کس رہا تھا تو کوئی گاڑی کے اندر گھوسا اندر سے گاڑی کی مرمت کر رہا تھا ہر جگہ گاڑیوں کا سازوں سامان بکھرا پڑا تھا ڈیزل اور تیل کی بدبو نے ہر سو قبضہ کیا ہوا تھا ورکشاپ کے اندر داخل ہوتے ہی دونوں نے اپنے چار سو طائرانا نگاہ دوڑائی وہاں سب پرفیکٹ تھا سوائے ان دونوں کے۔۔سامنے سے ہی انہیں دمیر سکندر اپنی طرف آتا دیکھائی دیا اسکے چہرے پہ مسکراہٹ تھی جو کہ اسوقت ان دونوں کو زہر لگ رہی تھی وہ مسلسل مسکراتے ہوئے منہ ہلا رہا تھا شاید اس کے منہ میں

ببل تھی جوں جوں وہ انکے نزدیک آرہا تھا توں توں ان دونوں کے تاثرات سخت گھوری میں بدلتے جارہے تھے

''ورکشاپ پہ خوش آمدید سکندرز۔۔۔۔۔۔''ان کے نزدیک آتے ہی وہ باہیں پھیلا کے بولا

''بہت شکریا استاد جی۔۔۔۔۔۔''دونوں نے سینے پہ ہاتھ رکھے سر کو ہلکا سا خم دیا

''اوو چھوٹے۔۔۔۔ہماری ورکشاپ پہ سکندرز ولا کے سکندرز آئے ہیں کوئی چائے پانی کا انتظام کرو۔۔۔''اسنے نے وہاں کام کرتے ایک ورکر کو آواز دی

''استاد جی آپ چائے پانی چھوڑے کام بتائے یہاں آنا جان لگا ہی رہتا ہے چائے پانی پھر کبھی سئ۔۔۔۔۔''داؤد باظاہر تو نرمی سے کہہ رہا تھا لیکن دمیر کے مسلسل مسکرانے سے اسکے اندر سے ابال اٹھ رہے تھے جیسے بامشکل ہی وہ کنڑول کیے کھڑا تھا کیونکہ وہ ورکشاپ پہ کسی بھی بدمزگی کی سزا افوڑد نہیں کر سکتے تھے اس لیے مجبوراً خود پہ بند بند ھنا ہی پڑا تھا ان دونوں کو

''چلے جیسے آپ کی مرضی۔۔۔۔چھوٹے زرا کام بتا دینا ان دونوں کو۔۔۔۔۔''ان دونوں کو ان کے حال پہ چھوڑے وہ پاس کھڑے چھوٹے سے مخاطب ہوا جو کہ اسکی ایک پکار پہ ہی وہاں بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا تھا

"چلیں میرے پیچھے آئے۔۔۔۔۔"چھوٹاان دونوں کو کہتا آگے بڑھ گیااور وہ دونوں دمیر پہ ایک کھاجانے والے نظر ڈالے اس کے پیچھے چل پڑے جبکہ وہ مسکراتے ہوئے وہاں پہ کام کرتے دوسرے ورکرز کی طرف متوجہ ہو گیا

"یہ گاڑی دیکھ رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔"چھوٹے نے پوچھاوہ تینوں اس وقت ایک گاڑی کے پاس کھڑے تھے جس کا بونٹ اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا

"دیکھ رہے ہیں اندھے نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"کب سے چپ موحد بولا جس پر چھوٹے نے اپنی بتیسی کی نمائش کی

"یہ انجن بھی دِیکھ رہا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔"چھوٹے نے انجن کی طرف اشارہ کیا جس کی حالت گندے چھپڑ سے نکلے ڈاڈو (مینڈک) کی طرح تھی

"ہاں یہ بھی دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"دونوں نے انجن کو دیکھ کے جھرجھری لی

"یہ ایسا بلکل بھی نہیں ہے جیسادِیکھ رہا ہے۔۔۔اسکی حالت چمکتے چاندی کی طرح تھی پھر بیچارے کو نظر لگ گی۔۔اور یہ کالے ڈاڈو کی طرح ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔"تم دونوں نے دوبارہ اسکی نظر اتار کے اسے اسکی اصلی حالات میں واپس لانا ہے یہ استاد جی کا حکم ہے۔۔۔۔۔۔"اسنے دونوں کی طرف دیکھا جو کبھی اسکو تو کبھی انجن کو دیکھ رہے تھے

"اسکو تو لے آئے گے ہم۔۔پر تجھے تیری اصلی حالت میں کون لائے گا۔۔۔۔داؤد نے اسکے کالک سے اٹے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا

"ہماری فکر نہیں کرو تم۔۔۔۔ہمارے پاس مائرہ جی کا لاکس ہے تم اپنے پہ دھیان دو۔۔۔۔۔۔"چھوٹے نے ان کے بعد والے حلیے کو ذہین میں لاتے ہوئے کہا

"زیادہ بک بک نہیں کرو جاؤ جا کے اپنا کام کرو اور ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔۔۔۔۔۔" موحد نے اسے وہاں سے بھگانا چاہا

"جا رہا ہو تم لوگ کرو کام۔۔۔۔دو گھنٹے ہیں تم لوگوں کے پاس۔۔یہ وقت بڑے استاد کا مقرر کردہ ہے۔۔اس لیے ٹائم پہ کام ہو جانا چاہیے ورنہ جانتے ہو تم دونوں بڑے استاد جی کو۔۔اگلے دو دن تک وہ تم لوگوں کو یہی رکھے گے۔۔۔۔۔"

"زیادہ سبق نہیں پڑھا ہمیں جا بھاگ جا یہاں سے۔۔کہیں ایسا نا ہو اس انجن سے پہلے میں تمہیں ہی نا ہ صاف کر دو۔۔۔۔۔"داؤد کے آنکھیں دکھانے سے وہ جیسے آیا ویسے ہی بھاگ گیا کیونکہ وہ داؤد کی کارستانیوں سے آچھی طرح واقف تھا اس سے کوئی بھید نہیں تھا کہ وہ انجن کے بجائے اسے ہی دھوڈالتا اسنے وہاں سے بھاگ جانا ہی بہتر سمجھا

"چل موحد ہو جا شروع دو گھنٹے ہیں ہمارے پاس۔۔۔۔۔۔"

وہ دونوں اپنے اپنے ہاتھوں میں مختلف کپڑے پکڑے شروع ہو چکے تھے دو گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد گاڑی کا انجن اپنی اصلی حالت میں آ ہی گیا تھا لیکن وہ دونوں اپنی

اصلی حالت کہیں کھو چکے تھے دونوں کے چہروں، ہاتھوں اور کپڑوں پہ انجن کی کالک چمٹ چکی تھی

اپنی حالت سے بے نیاز دونوں نے انجن کی حالت دیکھتے ہوئے سکھ کا سانس لیا جوان کی آنکھوں کے سامنے چاندی کی طرح چمک رہا تھا

"چل موحد گاڑی کا انجن تو ہو گیا صاف اب اپنی باری ہے۔۔۔۔۔۔" داؤد نے اپنی اور موحد کی حالت دیکھتے ہوئے کہا

"انجن کو تو دو گھنٹے لگے ہیں صاف کرنے میں۔۔ خود کو صاف کرنے میں چار گھنٹے لگ جائے گے۔۔۔۔۔" اپنی ہاتھوں کی حالت دیکھتے ہوئے وہ رونی شکل بنا کہ بولا

"چل کوئی ناہ یہ مخاز بھی سَر کر لے گے آخر کو سکندرز ہیں ہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد نے اسکی پیٹھ تھپکتے ہوئے دلاسا دیا وہ بس منہ بسورے اسے دیکھتا ہی رہ گیا

چار گھنٹے کی محنت کے بعد خود کو چار چاند لگائے وہ دونوں ورکشاپ کے احاطے کے عین وسط میں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑے تھے سب ورکرز اپنا اپنا کام چھوڑے اب ان کی طرف متوجہ ہو گے تھے جو ہر بار کی طرح اپنا عہد پھر سے دہرانے لگے تھے

"تاریخ گواہ ہے پاکستان میں جب بھی کسی نے انصاف کیا ہے تو لوگوں نے انصاف کرنے والوں کو ہمیشہ نقصان ہی پہنچایا ہے اور ساتھ میں سزا بھی سنائی ہے (ان دونوں کا اشارہ اپنی طرف تھا) اس لیے سزا کے اور نقصان کے ڈر سے اب کوئی بھی انصاف کے

تقاضے پورے نہیں کر پاتا۔۔۔لیکن ہم۔۔۔(دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا)

کوئی نہیں۔۔ہم سکندرز ہیں۔۔۔۔ہم رہتی دنیا تک انصاف کا پلو نہیں چھوڑے گے۔۔ہم آج پھر عہد کرتے ہیں ہماری انصاف کی عدالت میں انصاف ہوتا رہے گا اسکے لیے چاہے ہمیں ہر روز یہاں آ کے انجنز ہی کیوں ناہ صاف کرنے پڑیں۔۔۔سزا کے ڈر سے ہم اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے گے۔۔۔کیونکہ ہم سکندرز ہیں۔۔۔ڈرنا تو سیکھا ہی نہیں ہے ہم نے۔۔۔۔۔۔"

آخر میں دونوں کا لہجہ زیادہ پر جوش ہوا تھا سارے ورکرز ان کو دیکھ کے مسکرا رہے تھے وہ جانتے تھے کل نہیں تو پرسوں وہ دونوں پھر سے یہی کھڑے ہو کر اپنا یہی عہد دوبارہ دوہرائے گے کیونکہ

وہ سکندرز تھے

www.novelsclubb.com

ایک نمبر کے ڈھیٹ

یہ چھوٹی موٹی سزائیں ان پہ اثر نہیں کرتی تھیں آج انہوں نے بلی کی دم کاٹی تھی تو کل کو وہ کسی کو انصاف دینے کے چکر میں کسی مرغی کا پنکھ بھی کاٹ سکتے تھے کیونکہ

وہ سکندرز تھے

ان سے کسی بھی کام کی توقع کی جاسکتی تھی

آسمان پہ اندھیرے کے ابھی اثار باقی تھے سورج کی کرنیں ابھی تک کہیں سوئی خواب خرگوش کے مزے لے رہیں تھیں سورج کی کرنوں کے ساتھ ہی سکندر زولا کے سکندر زا اپنے اپنے بستر میں گھسے محو خواب تھے لیکن ان کے ولا سے زرا فاصلے پہ بنے ریلوے سٹیشن پہ آئے تو وہاں پہ ایک نسوانی وجود ریلوے سٹیشن کے باہر خود کو کالی چادر میں ڈھکے کسی سواری کی تلاش میں اپنے ارد گرد نظریں دوڑا رہا تھا اسکے پاس ہی ایک لوہے کا صندوق پڑا ہوا تھا جس کی کنڈی پہ ایک چھوٹا سا تالا لگا ہوا تھا اور صندوق کے ساتھ ہی ایک کپڑے کی گھڑی پڑی ہوئی تھی شاید وہ اس وجود کا ہی سامان تھا

"باجی کیتھے جان جے ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ایک رکشہ اس کے پاس آ کے روکا تو چار سو دوڑتی اسکی آنکھیں پوچھنے والے پہ ٹک گئی

"اس پتے پہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے اپنی چادر کی پلو سے ایک گھسی پٹی پرچی اسکے سامنے کی جیسے پکڑ کے رکشے والے نے بغور پرچی پہ لکھے پتے کو دیکھا

"باجی پکی گل اے ناہ توساں اسے پتے تے جانا اے۔۔۔۔۔۔۔۔"رکشے والا کبھی پرچی پہ لکھے پتے کو دیکھتا تو کبھی اس کو

"ایسے پتے تے جانا اے تو دس پہنچا دے گا یا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"باجی تو کافی پر اعتماد دِکھ رہی تھی

"باجی پہنچاتے دیاداپر تسی مینوں بڑے مشکوک پہ لگ دے اوو۔۔۔۔۔۔"وہ رکشے سے نکل کے اسکا سامان رکشے میں رکھتے ہوئے بولا

"کیوں تیری بھینس چرا کے بھاگی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ رکشے میں بیٹھتے ہوئی بولی

"میرے پاس بھینس ہو گی تو تسی چراگے ناہ۔۔۔میرے پاس تو بس بکریاں ہی ہیں۔۔۔۔۔"اسنے کہتے ہوئے کک لگائی تو رکشا سٹارٹ ہونے کی آواز نے وہاں ریلوے سٹیشن پہ پھیلی خاموشی میں ایک عجیب سا ارتعاش پیدا کیا

"اگر ضرورت پڑی تو تیری بکریاں بھی چرا کے بھاگ جاؤ گی۔۔۔۔۔۔"وہ بڑبڑائی رکشے والا سمجھ نہیں پایا تھا

"باجی کی کہندے پہ اوو تھوڑا اوچا بولو۔۔۔۔۔۔"

"کج نہیں تو چپ چاپ رکشہ چلا زیادہ فری ناہ ہو میرے نال۔۔۔۔۔"

"ٹھیک اے باجی جیوے توسی آکھو۔۔۔۔۔۔"وہ کندھے اچکاتا چپ ہو گیا

"بڑا فرمابردار اے۔۔۔۔۔۔۔۔"رکشے والے کی چپ کو محسوس کرتے ہوئے اسنے سوچا

آسمان پہ سورج کی کرنیں نمودار ہونے لگی تھیں اور وہ اپنی منزل پہ کھڑی سامنے لگے دروازے کی دیوار پہ لگی نیم پلیٹ کو بار بار پڑھ رہی تھی اس کا سامان اسکے پاس پڑا تھا

رکشے والا اسے وہاں اتار کے چلا گیا تھا اسنے ہمت کر کے نیم پلیٹ کے نیچے لگے گے بٹن پہ ہاتھ رکھا اور ہٹانا بھول گی بیل کی چنگاڑتی آواز نے اندر سوئے ہوئے سکندرز کی نیند میں خلل ڈالا تھا سب اپنے اپنے بستر سے ہڑبڑا کے اٹھے تھے سوائے یرسل سکندر کے کیونکہ وہ واشروم میں شاور لینے میں مصروف تھے

"یہ صبح صبح کون آگیا۔۔۔؟" دمیر سوئی سوئی آواز میں بولا

"پتا نہیں۔۔۔۔۔۔۔" موحدلا علمی ظاہر کرتا ہوا دوبارہ بستر میں گھس گیا

"داؤد جا دیکھ کے آ کون آیا ہے۔۔۔یقیناً کوئی تیری ہی شکایت لے کے آیا ہو گیا۔۔۔۔" دمیر بھی اسے حکم دیتے ہی دوبارہ بستر میں گھس گیا دونوں کو بستر میں گھستے دیکھ کے چار و ناچار اسے اٹھنا ہی پڑا

"ابے ان پڑھ گھر والوں کی نیند کا تو کچھ خیال کر۔۔۔ہاتھ ہٹا بیل سے۔۔۔۔" وہ دروازے پہ پہنچتے ہی چلایا اور ساتھ ہی دروازہ بھی کھول دیا لیکن سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کے اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں

"کون ہو تم۔۔۔۔۔۔؟"

مجھے سکندر صاحب سے ملنا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"کون سکندر صاحب؟؟۔۔۔۔۔" وہ سامنے کھڑی لڑکی کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا

"جن کا یہ گھر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"وہ گھر پہ نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اسے پہچان نہیں پا رہا تھا کالونی کی وہ تھی نہیں اور کوئی رشتے دار سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا

"میں ان کے آنے کا انتظار کر لو گی۔۔۔مجھے اندر آنے دو۔۔۔۔۔۔"

"تم ہو کون؟اور کیوں اندر آنے دو۔۔۔۔تم کوئی چورنی بھی تو سکتی ہو ناہ۔۔۔۔۔۔۔۔"اسے اپنے سامان کی طرف جھکتے دیکھ کے وہ چلایا

"ہٹو سامنے سے۔۔۔۔۔جلد ہی پتا چل جائے گا کون ہو میں۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے اسے دھکا دے کے پیچھے ہٹایا اور خود اپنا سامان اٹھاتی اندر داخل ہو گی اسکی کی اتنی جرات پہ داؤد کی حالت ایسی تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں وہ ہکا بکا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا جو اپنے سامان اندر رکھے وہی دروازے کے پاس اپنے لوہے کے صندوق کے اوپر آلتی پالتی مار کے بیٹھ گی

www.novelsclubb.com

"بھائی لوگوں۔۔۔۔۔باہر آؤ۔۔۔دیکھو۔۔خاتون برادری سے ایک خاتون ہمارے سکندرز ولا پہ قابض ہونے کے لیے اپنے ساز و سامان سمیت یہاں ڈیرہ ڈال کے بیٹھ گی ہے۔۔۔۔۔۔"وہ ہوش میں آتے ہی اپنی کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ کے چلایا اس لڑکی نے

بیزاری سے آنکھیں گھومائی وہ پہلے ہی اسکے سوالوں سے تنگ آچکی تھی اب اسکا چلانا اسے کوفت میں مبتلا کر رہا تھا

وہ اک دم اٹھی اور اسے بنا سنبھلنے کا موقع دیے بغیر اسنے اپنی دائیں بازوں کی آستین کے نیچے سے چاقو نکال کے اسکی گردن کی شاہراگ پہ رکھا

مجھے زیادہ چلانے والوں سے سخت نفرت ہے اس لیے اب چلانا نہیں ورنہ گلا کاٹ کے قبر میں پہنچادو گی وہاں پھر جتنا مرضی چلاتے رہنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ چلایا تھا لیکن وہ دھاڑی تھی وہ سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا جو اسکی گردن پہ چاقو رکھے کسی ڈاؤن کی شیرنی لگ رہی تھی

جاری ہے

قسط نمبر:)۲

بقلم جانان شاہ

www.novelsclubb.com

اتنا ناہ یاد آیا کرو کہ سو ناہ سکے

صبح سرخ آنکھوں کا سبب پوچھتے ہیں لوگ

"موم۔۔۔۔مجھے پاکستان جانا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

سنگار میز کے سامنے بیٹھی اپنے ہاتھوں پہ میساج کرتی چالیس سالہ خاتون جو کہ دِیکھنے میں چالیس سالہ بلکل بھی نہیں لگ رہی تھی اپنی بیٹی کی میٹھی سی آواز پہ رخ موڑے اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہوئی

"چاندا۔۔۔پاکستان آپ جیسی شہزدایوں کے رہنے کی جگہ نہیں ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہاں پہ جانے کے خواب دیکھنا چھوڑ دو۔۔۔۔"وہ ہر دفعہ اسے یہی کہتے ہوئے منع کرتی آئی تھیں

"موم آپ ہر دفعہ یہی جملہ کہہ کے مجھے منع کرتی آئی ہیں۔۔لیکن اب نہیں۔۔میں نے پاکستان جانا ہے اور بس جانا ہے اس دفعہ آپ مجھے نہیں روک سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔"

"چاندا۔۔۔آپ سمجھتی کیوں نہیں ہیں؟وہاں کون ہے ہمارا؟جس کے لیے آپ جانا چاہ رہی ہیں۔۔۔۔؟"

www.novelsclubb.com

"وہاں میری محبت ہے۔۔۔۔"دل سے آواز آئی تھی لبوں سے کچھ اور ہی الفاظ ادا ہوئے تھے

"وہاں بابا ہیں میرے۔۔۔۔"

"اس کے لیے جانا چاہ رہی ہو۔۔جو مٹی کے ڈھیر کے نیچے دفن ہے۔۔۔۔۔۔"پہلے کی نسبت ان کا لہجہ تلخ ہوا تھا

"وہاں وہ ہیں تو سہی نا چاہے مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہی کیوں نا ہو۔۔۔آپ انہیں بھول سکتی ہیں پر میں نہیں۔۔۔اس دفعہ آپ مجھے پاکستان جانے سے روک نہیں پائیں گی۔۔۔۔۔۔۔اپنی بیٹی کے اٹل لہجے پہ ان کے ماتھے پہ بل پڑے تھے

"تم پاکستان نہیں جا رہی۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ آپ سے تم پر آ گئی تھیں جو کہ ان کی ناراضگی کا واضح اظہار تھا

"آل رائٹ میں پاکستان نہیں جا رہی۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ کہتے ہوئے واپس مڑ گی جبکہ پیچھے ان کے ماتھے پہ پڑے بل مزید گہرے ہوئے تھے وہ حیران ہوئی تھیں وہ اتنی جلدی مان کیسے گی جبکہ وہ آسانی سے مان جانے والوں میں سے بلکل بھی نہیں تھی کچھ تو غلط تھا

www.novelsclubb.com

پر کیا؟

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں

''یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔۔۔چاقو ہٹائے اسکی گردن سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' یرسل کی نرم آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی اسنے بس گردن موڑے آواز کے تعاقب میں دیکھا جہاں وہ اپنے بھائیوں کے سنگ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا اسکے چہرے پہ داؤد کی فکر ہلکورے لے رہی تھی جبکہ اسکے ساتھ کھڑے دمیر اور موحد داؤد کی طرح سانس روکے اسکی ہمت کو دیکھ رہے تھے

''سکندر صاحب کہاں ہیں۔۔۔۔۔۔؟۔'' داؤد سے کیا گیا سوال اسنے پھر دوہرایا چاقو ہنوز داؤد کی گردن پہ ہی تھا

''نماز پڑھنے گے ہیں۔۔۔۔۔آتے ہی ہوگے۔۔۔۔۔''

''تم لوگ نماز پڑھنے نہیں جاتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' اسنے شاک کی کفیت میں چاروں کی طرف دیکھا جو کہ شرمندگی سے سر جھکا گے جبکہ داؤد اسکے سامنے گردن اکڑا کے ہی کھڑا رہا اگر جھکاتا تو سیدھا قبر میں جاتا چاقو کی دھار دیکھنے میں ہی تیز لگ رہی تھی اسکی زراسی حرکت پہ بھی وہ اسے نقصان پہنچا سکتی تھی

www.novelsclubb.com

''ہم آپ کو کچھ نہیں کہے گے۔۔آپ پلیز۔۔۔اسکی گردن سے چاقو ہٹائے۔۔۔۔۔'' یرسل نے پھر اپنا مدعا دہرایا چاقو داؤد کی گردن پہ تھا لیکن جان اسے اپنی نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔اسنے داؤد کو ایک نظر دیکھتے ہوئے چاقو اسکی گردن سے ہٹا دیا اور واپس جا کہ اپنے صندوق پہ آلتی پالتی مار کے بیٹھ گی

وہ جو کب سے سانس روکے کھڑا تھا ایک دم سانس لینے پہ اسے کھانسی کا دورا پڑا تھا وہ جھکا مسلسل کھانس رہا تھا موحد اسکا ہاتھ پکڑے اسکی پیٹھ تھپتھپا رہا تھا اور دمیر اسکے پاس کھڑا طنز کے تیر چلا رہا تھا

"کیوں سکندر بھا نکل گی ہوا۔۔۔۔۔۔۔"

جبکہ یرسل اسکی حالت کے پیش نظر پانی لینے اندر کی جانب بڑھ گیا

ڈھیٹ پن کی بھی حد ہوتی ہے پر سکندر بھا کیا جانے وہ حد کیا ہوتی ہے

سانس بحال ہوتے ہی وہ پھر سے اسکے سامنے کھڑا اپنا سوال دوہرا رہا تھا لیکن اس دفعہ لہجہ میں تمیز کا عنصر نمایاں تھا

"باجی تسی کون اوو؟ دس دے اووو"

(باجی آپ کون ہے؟ بتادے)

اب اسکے ساتھ دمیر اور موحد بھی آ کھڑے ہوئے اسکے دائیں جانب دمیر تھا اور بائیں جانب موحد۔۔ لڑکی نے تاسف سے اسکی طرف دیکھا

"کوئی حال نہیں تیرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے ہنستے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کی سبھی انگلیوں کو ملا کے اسکی طرف کر کے کھولا

"سارہ یوسف کہتے ہیں مجھے۔۔۔۔۔ سکندر صاحب کے دوست کی بیٹی ہوں۔۔۔۔۔۔۔ان کے بڑے بیٹے کی مانگ۔۔۔۔۔اور اس ولا کی ہونے والی بہو۔۔۔۔۔۔۔۔" دھماکا کیا تھا اسنے ان تینوں کے اوپر صدمے اور بے یقینی سے ان تینوں کے لب باری باری ہلے

"سکندر صاحب کے دوست کی بیٹی۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ان کے بڑے بیٹے کی مانگ۔۔۔۔۔۔۔"

"اس ولا کی ہونے والی بہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

بڑے بیٹے کی مانگ کا سنتے ہی پیچھے سے پانی لاتے یرسل سکندر کے ہاتھ سے پانی کا گلاس چھوٹا تھا شیشہ ٹوٹنے کی آواز سنسان پڑے ولا کے صحن میں گونجی تھی وہ تینوں کو تو اتنا صدمہ تھا کہ انہوں نے مڑ کے بھی نہیں دیکھا تھا لیکن سارہ نے موحد کی اوٹ سے ان کے پیچھے جھانکا تھا جہاں وہ آنکھیں پھیلائے ساکت کھڑا تھا

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے؟ جو تم چاروں کو مے میں چلے گے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ باری باری ان چاروں کی پھٹی پھٹی آنکھیں دیکھ رہی تھی

"تم لوگوں کو سانپ سونگ گیا ہے کیا؟۔۔۔۔۔۔۔۔" ان کو ہلتا نا دیکھ کر وہ متفکر سی اٹھ کھڑی ہوئی

''سانپ نے تو نہیں سونگا لیکن اک لڑکی نے ضرور ڈس لیا ہے۔۔۔۔۔۔''داؤد کی ہلکی ہلکی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی صدمے میں گرے رہنے کا وقت ختم ہو چکا تھا یر سل وہی سے مڑا اور بنا کچھ کہے اندر کی جانب بڑھ گیا

''ابھی تو بس ڈسا ہے ظاہر اگلنا باقی ہے ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔''وہ بھی بڑبڑائی ہلکی سی آواز میں وہ تینوں نہیں سن پائے تھے

''آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ ہمارے بڑے بھائی کی مانگ ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔''دمیر نے پوچھا باقی دونوں کے ذہن میں بھی یہ ہی سوال تھا

''اووو۔۔۔اسکے ہونٹ گول شکل میں سکڑے۔۔۔۔تم لوگ بھی سکندر صاحب کے بیٹے ہو مطلب میرے ہونے والے دیور۔۔۔۔۔۔''

''بلکل آپ کے ہونے والے دیور۔۔۔۔۔۔''داؤد نے تلخی سے اسکی ہاں میں ہاں ملائی

''تم لوگ آج صبح صبح یہاں کیا کر رہے ہو؟۔۔۔۔۔۔''سکندر صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہی ان تینوں کو دروازے کے سامنے استعادہ دیکھ کے پوچھا سارہ پہ ان کی نظر نہیں پڑی تھی

''کچھ نہیں آپ کی ہونے والی بہو سے کچھ پوچھ گچھ کر رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔''موحد نے جواب دیا داؤد تو سارہ کو مسلسل گھورنے میں مصروف تھا

"ہونے والی بہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" انہیں بھی ان چاروں کی طرح جھٹکا لگا تھا

"اسلام علیکم چچا جان۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے آگے بڑھ کے تابعداری سے ان کے سامنے سر جھکایا

"وعلیکم سلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا وہ اسے پہچان نہیں پا رہے تھے ماتھے پہ پڑے بل بتا رہے تھے

"چچا جان آپ نے پہچانا نہیں مجھے۔۔۔ میں آپ کے بچپن کے دوست یوسف حیدر کی بیٹی ہو۔۔۔۔۔۔" بچپن کے دوست کا نام سن کے ان کے چہرے پہ پر شفیق سی مسکراہٹ بکھری تھی

"کتنی تیز ہے یہ باجی دیکھوں کیسے میٹھا میٹھا بول رہی ہے سکندر صاحب کے سامنے اور ہمیں چاقو دیکھا کی چپ کروا دیا۔۔۔۔۔۔" داؤد نے موحد کے کان میں سرگوشی کی جیسے دمیر نے بھی باآسانی سنا

"بیٹا آپ سارہ بیٹیا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ اسے پہچان گے تھے

"جی بلکل میں سارہ ہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بیٹا پھر آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں اندر چلے باقی باتیں اندر چل کر کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اندر کیسی نے جانے ہی نہیں دیا یہاں بھی زبردستی بیٹھی تھی۔۔۔۔۔۔۔"

"چاقووالی باجی نے تو آتے ساتھ ہی ابا کے کان بھرنے شروع کر دیے ہے۔۔۔۔۔"موحد کی صدمے سے چور آواز سنی تھی ان دونوں نے

"چلو اب الٹی گنتی گننا شروع کر دو۔۔ سکندر صاحب جلد بدلنے والے ہیں۔۔۔۔"

داؤد نے مستقبل کی پیش گوئی کی

آپ چلے میرے ساتھ دیکھتے ہیں کون آپ کو اندر آنے نہیں دیتا۔۔۔۔"اپنے بیٹوں سے واقف تھے وہ اچھی طرح اس لیے اسے شفقت سے کہتے انہوں نے تینوں پہ تیکھی نگاہ ڈالی ساتھ انہیں حکم بھی صادر کرتے سارہ کو لیے اندر کی جانب بڑھ گے

"بہن کا سامان اندر لاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"لگتا ہے باجی انیسویں صدی سے نکل کے براہ راست اکیسویں صدی میں آ گی ہیں۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے سامان دیکھتے ہوئے کہا جو واقعی ہی انیسویں صدی کے مسافر کا لگ رہا تھا

www.novelsclubb.com

"چل موحد تو یہ گھتڑی پکڑ۔۔۔۔"

داؤد نے وہ کپڑے کی تھیلی اسکی طرف اچھالی جو اسنے پکڑ لی اور خود لوہے کی صندوق کی طرف جھکا

میں یہ لے کے جاتا ہو۔۔۔۔۔پتا نہیں باجی کا کون سا خزانہ ہے اس میں۔۔۔تالا بھی لگا یا ہوا ہے۔۔۔۔۔"اسنے اٹھا ہی لیا باجی کا صندوق بھی

"اگر لڑکی کا سامان ناہ ہوتا تو میں نے تالا توڑ کے اندر چھپے انیسویں صدی کے خزانے کو دریافت کر ہی لینا تھا۔۔۔۔۔"

"اللہ تیرا شکر ہے ہمارے سکندر بھا میں کچھ اخلاقیات تو باقی ہیں۔۔۔۔۔۔" دمیر نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کے بلند آواز میں کہا اور دونوں کے سنگ اندر کی جانب بڑھ گیا

آج موسم خاصہ خوشگوار تھا سانسوں کو ٹھر ٹھرا دینے والی ہوا نے آج نیویارک کو اپنی لیپٹ میں لیا ہوا تھا وہ ائیر پورٹ کے سامنے کھڑی تھی وہ جانے کے لیے بلکل تیار تھی

کیا اپنے ملک کو صرف کسی ان دیکھے کی محبت میں چھوڑ کے جانا آسان ہوتا ہے؟؟

نہیں

بلکل بھی نہیں

ہر گز نہیں

اس کے لیے بھی اپنے ملک کو چھوڑ کے جانا آسان نہیں تھا وہ امریکہ کی شہری تھی پہلی دفعہ اسنے اپنی آنکھیں اسی ملک میں کھولی تھیں

وہ کیسے اپنے ملک کو چھوڑ کے جا سکتی تھی؟

وہ ملک جہاں آنے کے خواب دنیا بھر سے کئی نوجوان دیکھتے ہیں

پر وہ جا رہی تھی اسی ملک کو چھوڑے اپنی محبت کو پانے

اس محبت کو جو بچپن سے ہی اسکے دل میں اپنی جڑیں مضبوط کر کے بیٹھی ہوئی تھی

کیا واقعی اسے اسکی محبت مل پائے گی؟؟

اگر وہ اسے نا ہ ملی تو؟؟

اگر اسکی محبت ٹھکرا دی گئی تو؟؟

کئی خدشات اسکے دل میں سر اٹھانے لگے تھے

اسنے آنکھیں میچ کے ایک گہرا سانس لیا دل میں سر اٹھاتے خدشات کو ختم کرنے کی ناکام کوشش کی تھی اسنے

خود کو مضبوط قدموں پہ کھڑا کرتے اور خود کو تقدیر کے حوالے کیے وہ بنا پیچھے دیکھے اندر کی جانب بڑھ گی تھی

وہ تینوں اکٹھے گھر میں داخل ہوئے تھے عجیب سی خاموشی نے ان کا استقبال کیا تھا بے ساختہ ہی ان تینوں کی نظریں کسی کی تلاش میں چار سو اٹھی تھیں

"چاقو والی باجی کہاہیں۔۔۔۔؟"موحد کی پریشان سی آواز خاموش پڑے سکندر زولا میں گونجی

"پتا نہیں۔۔۔۔۔"داؤد نے لاعلمی سے کندھے اچکائے

"آؤ دیکھتے ہیں کہیں چلی تو نہیں گی۔۔۔۔۔۔" دمیر کے کہنے پہ وہ باری باری سکندرز ولا کی ساری جگہیں دیکھ آئے تھے سوائے سکندر صاحب کے کمرے کے۔۔ وہ انہیں کہیں نہیں ملی تھی

"وہ واپس تو نہیں چلی گی۔۔۔۔۔" داؤد نے پوچھا

"ہم پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔۔؟" دمیر نے دونوں کے پریشان چہرے دیکھ کے کہا وہ خود بھی پریشان تھا

"کیوں کہ مجھے چاقو والی باجی پسند آ گی ہے۔۔۔۔۔۔۔" موحد نے اپنی پریشانی کی وجہ بتادی

مجھے بھی وہ انیسویں صدی کی مسافر اچھی لگی ہے۔۔۔۔ یرسل بھائی کے لیے وہ پرفیکٹ ہے۔۔۔۔۔" داؤد نے بھی اپنی رائے دے دی

"سکندر صاحب کے کمرے میں دیکھا تم دونوں نے۔۔۔۔۔۔۔" دمیر نے دونوں سے پوچھا

www.novelsclubb.com

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔" دونوں نے نفی میں سر ہلایا

"پھر وہی ہو گئی وہ۔۔۔ چلو وہاں دیکھ کے آتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔" دمیر نے باچھیں پھیلائے کہا تینوں کے چہرے کھل اٹھے تھے

جوش میں بنا دستک دیے وہ سکندر صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے وہ وہی صوفے پہ دونوں پاؤں اوپر کر کے آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی کچھ فاصلے پہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے سکندر صاحب بیٹھے تھے اور ان کے سامنے یرسل سر جھکائے بیٹھا تھا

"تم لوگوں کا ہی انتظار تھا بیٹھو۔۔۔۔۔" سکندر صاحب نے انہیں سامنے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پہ وہ بیٹھی ہوئی تھی وہ تینوں آرام سے چپ چاپ اسکے ساتھ بیٹھ گے اسنے تینوں کی طرف رخ موڑے مسکراہٹ پاس کی بدلے میں وہ تینوں بھی مسکرائے لیکن داؤد نے اپنی باچھیں کچھ زیادہ ہی پھیلائی تھیں

یہ سارہ یوسف ہیں میرے بچپن کے دوست کی بیٹی۔۔۔۔ سکندر صاحب نے اسکی طرف اشارہ کیا سب چپ چاپ سننے لگے کیونکہ بعد میں دھماکا ہونا تھا دھماکا

"میرا دوست گاؤں میں رہتا تھا لیکن سارہ بیٹیا کی پیدائش پہ وہ اپنی بیوی کو لے کے یہاں شہر آ گیا دو سال اسنے میرے ساتھ اسی سکندر زولا میں گزارے تھے اپنی بیٹی اور بیوی کے ساتھ۔۔ تمہاری ماں کو سارہ بیٹیا کے ساتھ ایک انسیت سی ہو گی تھی جب وہ یہاں سے جانے لگے تھے تو اسنے ان سے سارہ بیٹی کو یرسل کے لیے مانگ لیا تھا انہوں نے بھی بخوشی سارہ بیٹیا کا ہاتھ یرسل کے ہاتھ میں دے دیا تھا تب اسکی عمر آٹھ سال تھی اور سارہ بیٹیا کی دو سال۔۔۔۔ پھر وہ لوگ چلے گے اور واپس مڑ کے انہوں نے

دیکھا بھی ناہ اور میں بھی اپنی مصروفیات میں انہیں بھولا بیٹھا لیکن سارہ بیٹیا نے ہمیں یاد رکھا اپنے ماں باپ کے کیے گے فیصلے کو پایہ تکمیل تک پہچانے کے لیے وہ واپس آئی ہیں۔۔۔۔۔۔۔مجھے بھی تم لوگوں کی ماں کی کہی بات کا مان رکھنا ہے ہے اسلیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج عشاء کی نماز کے بعد ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے گا۔۔مجھے امید ہے تم لوگوں کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا تم لوگ بھی اپنی ماں کے کیے گے فیصلے کو سراہوں گے۔۔۔۔۔۔۔"انہوں نے بات کے اختتام پہ سب کو باری باری دیکھا

"ہمیں ہمارے ٹھکانوں پہ بھیج کے پیچھے یہ کھچڑی تیار کی گی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے موحد کے کان میں سرگوشی کی

"کسی کو کوئی اعتراض۔۔۔۔۔۔۔؟"داؤد کو موحد کے کان میں سرگوشی کرتے دیکھ کے سکندر صاحب نے تیکھی نظروں سے داؤد کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"تینوں نے نفی میں سر ہلایا

www.novelsclubb.com

بھلا انہیں کیا اعتراض ہونا تھا؟؟

ان تینوں کا نکاح تھوڑی تھا

"میں یہ نکاح نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"جیسے اعتراض تھا وہ بول اٹھا تھا

"ایک بار پھر سوچ لو یر سل کیا واقعی تم یہ نکاح نہیں کرو گے۔۔۔۔۔۔۔۔؟"وہ اٹل لہجے میں پوچھ رہے تھے اسے ان کے تیور ٹھیک نہیں لگے تھے

"نہیں۔۔۔میں نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"پھر سے انکار کرتے وہ سر جھکا گیا تھا

"تو پھر ٹھیک ہے۔۔۔۔اپنا سامان اٹھاؤ اور نکل جاؤ اس گھر سے دوبارہ کبھی بھی اس گھر کی طرف رخ بھی مت کرنا اس گھر میں نافرمان اولاد کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔"پہلی دفعہ انہوں نے یرسل سکندر سے سخت لہجے میں بات کی تھی سب نے چونک کے انہیں دیکھا

"بابا۔۔۔۔۔۔۔"یرسل کے گلے سے صدمے سے پھٹی ہوئی آواز برآمد ہوئی تھی اگر تم نافرمانی کرو گے تو تم سے یہ لفظ (بابا) بھی کہنے کا حق چھین لو گا میں۔۔۔۔۔۔"

وہ آج اسے رعائیت دینے کے موڈ میں بلکل بھی نہیں تھے

"بابا آپ جانتے ہیں میں۔۔۔۔۔۔"

"جانتا ہو میں سب۔۔۔۔۔۔۔انہوں نے اسکی بات کاٹی۔۔۔۔۔۔پانچ سال کا عرصہ کچھ کم نہیں ہے یرسل کسی کی یاد میں سوگ منانے کا۔۔۔۔اب یا تو اس سوگ سے نکلو یا اس گھر سے۔۔۔۔فیصلہ سوچ سمجھ کے کرنا۔۔۔۔رات تک کا وقت ہے تمہارے پاس۔۔۔۔۔تم لوگ جا سکتے ہو اب۔۔۔۔۔"

اسے فیصلے سناتے ہوئے سب کو جانے کا کہہ دیا تھا انہوں نے

وہ اپنے فیصلے پہ ڈٹ چکے تھے آج یا تو آر تھا یا پھر پار

وہ اسے مزید محبت کی آگ میں جلتا نہیں دیکھ سکتے تھے وہ اچھی طرح واقف تھے

اسکی دل کی اجڑی حالت سے

اسکی ہجر میں کٹتی راتوں سے

اسکی ڈھڑکنوں میں چھپے محبت کے درد سے

وہ اٹھ کے چلا گیا تھا جبکہ باقی تینوں ڈھیٹ وہی بیٹھے رہے تھے

"تم لوگ بھی دفعہ ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔" انہیں وہی بیٹھے دیکھ کے پھر سے انہوں نے حکم صادر کیا

"ہمارا کیا قصور ہے۔۔۔۔۔۔؟" دمیر نے افسوس سے پوچھا

"تم لوگ بھی اسی کے بھائی ہو۔۔۔۔ یا تو اسے مناؤ یا پھر اسی کے ساتھ چلتے بنو یہاں سے۔۔۔۔۔" کسی کا غصہ کہیں اور ہی نکل رہا تھا حیرت کی زیادتی سے ان تینوں کے منہ کھلے تھے سارہ کو ان کی حالت دیکھتے ہوئے ہنسی بہت آئی تھی پر وہ ہونٹ بھینچے دبا گی تھی سکندر صاحب نے ان لوگوں کی غیر موجودگی میں اسے سب کچھ بتا دیا تھا اسلیے وہ ریلکس تھی

www.novelsclubb.com

"ابا اب آپ اس عمر میں جوان اولاد کو گھر سے نکالے گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد بولا

"ہاں نکلاؤں گا کر لو جو کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

"سکندر صاحب ریلکس۔۔۔۔۔۔۔۔" دمیر نے انہیں ریلکس کرنا چاہا لیکن وہ ریلکس ہونے کے بجائے مزید ہائپر ہو گے

مجھے ریلکس کرنے کے بجائے اس گدھے کو سمجھاؤ۔۔۔۔ورنہ۔۔۔۔۔۔"

"ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" تینوں کو کچھ غلط ہونے کا اشارہ دے دیا گیا تھا

ہاں ورنہ۔۔۔۔۔۔ دمیر تم تیار رہنا سارہ بیٹیا کا نکاح تم سے ہو گا۔۔۔۔۔۔" انہوں نے سہی جگہ تیر پھینکا تھا کب سے ریلکس بیٹھی سارہ بھی اچھلی تھی

"کیا۔۔۔۔۔۔۔۔" چاروں کی ملی آواز کسی چیخ سے کم نہیں تھی

"اب سمجھو پروفیسر صاحب نکاح کے لیے بلکل تیار ہیں۔۔۔۔۔" ان چاروں کی شکلیں دیکھ کے انہوں نے سوچا تھا کیونکہ وہ بھی سکندرز ولا کے سکندرز کے باپ تھے اپنے بیٹوں کو سیدھے راستے پہ کیسے لانا تھا وہ اچھی طرح جانتے تھے دھیمی سی مسکان نے ان کے لبوں کو چھوا تھا

www.novelsclubb.com

وہ تینوں اپنے باپ کے سونپے گے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے پختہ عزائم کے ساتھ سکندر صاحب کے کمرے سے باہر نکلے تھے ان کے پیچھے سارہ بھی تھی جیسے ان کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ سکندرز تھے انہیں سمجھنا اتنا بھی آسان نہیں تھا اب

ان تینوں کا رخ یرسل کے کمرے کی طرف تھا وہ تینوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے درمیان میں داؤد تھا اسکے دائیں طرف موحد اور بائیں طرف دمیر تھا بالی وڈ کی ایکشن موئیز میں سلو موشن میں چلتے ہیروز کی طرح وہ قدم بقدم چل رہے تھے دور کہیں سے ہوا کا جھونکا اپنی سمت بدل کے ان کی طرف آیا تھا ان کے ماتھے پہ بکھرے بالوں کو اپنے سنگ لہراتا وہ پھر سے غائب ہوا تھا

"موحد عید پہ جو ہم نے پسٹل خریدا تھا چچا کرامتے کی دکان سے زرا وہ تولے کے آنا۔۔۔۔" مستقبل کے سکندر بھانے دائیں طرف زرا سی گردن ترچھی کر کے اپنے چیلے کو حکم صادر کیا تھا وہ بنا چوں چراں کیے حکم کی تکمیل کے لیے مخالف سمت قدم بڑھا گیا تھا وہ دونوں بنا اس کا انتظار کیے اپنی مشن کی جانب بڑھتے چلے گے تھے جبکہ ان کے پیچھے کھڑی سارہ نے بھی خود کو جاسوسی کے عہدے پہ فائز کرتے اپنے قدم ان کے پیچھے چھوڑے گے قدموں کے نشان پہ رکھنے شروع کر دیے تھے

www.novelsclubb.com

وہ اپنی کمرے میں راکینگ چیر پہ آنکھیں موندے لیٹنے کے انداز میں بیٹھا ہوا تھا ذہین کے پردوں پہ ماضی کی یادیں لہرا رہیں تھیں

کہ اچانک لہراتے پردے ساکت ہوئے تھے ساکت پردوں کے پیچھے ایک خوبصورت منظر ابھرا تھا

سورج ڈھل رہا تھا ہر سو سورج کے ڈھلنے سے ایک خوبصورت سا منظر چھانے لگا تھا وہ دونوں سمندر کنارے چل رہے تھے پانی کی لہریں ان کے پاؤں کو شرارت سے چھوتی اور ان کے مسکرانے پہ پھر سے واپس پلٹ جاتیں

"تم جب ساتھ ہوتی ہو تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں اس دنیا میں ہو ہی نہیں کہیں رنگوں کی دنیا میں کھو گیا ہو تمہارے ساتھ ہونے سے مجھے ہر سو رنگ بکھرتے محسوس ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔" بائیس سالہ نوجوان ہاتھ پاکٹ میں اڑسے پینٹ پنڈلیوں تک چڑھائے خوشی سے سرشار لہجے میں اپنی ساتھ چلتی دوشیزہ سے مخاطب تھا

"تم جانتی ہو وہ رنگ کون سے ہوتے ہیں؟۔۔۔۔۔" ساتھ چلتی دوشیزہ نے اسکے پوچھنے پہ نفی میں گردن ہلائی

اسے نفی میں سر ہلاتے دیکھ کے وہ اپنے ہی سوال کا جواب دینے لگا تھا

"وہ رنگ تمہاری ہی ذات سے جڑے ہوتے ہیں جو مجھے اپنی لیپٹ میں لیتے ہیں ان رنگوں کی لیپٹ میں کھو کے یرسل سکندر خود کو بھول جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔" اسکا جواب سنتے ہی وہ مسکرا دی ٹھنڈی میٹھی ہوا اسے چھو کے گزری تھی وہ یک ٹک اسے

مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا چلتے قدم ساکت ہوئے تھے اسکے ساکت قدموں کو دیکھ کے وہ بھی رکی تھی

"کیا ہوا یرسل رک کیوں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ چہرے پہ تفکر کے تاثرات لیے اس سے پوچھ رہی تھی اسکی آواز خاموشی میں بجتے تال کی طرح خوبصورت تھی ہوا سے اس کے کھلے بال پیچھے کی جانب اڑ رہے تھے وہ یک ٹک اسے دیکھا گیا

آنکھوں کے سامنے کھڑی اسکی رنگین دنیا

اسکے پیچھے ڈھلتا سورج

پاؤں کو چھوتی پانی کی لہریں

ہوا کے جوبن پہ رقص کرتی سانسیں

خاموشی میں سحر پھونکتی اسکی نرم آواز

وہ منظر کتنا خوبصورت تھا کوئی یرسل سکندر سے پوچھتا

وہ اس منظر میں کھو سا گیا تھا

"یرسل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"خود کو یک ٹک تکتا پا کے اسنے خفگی سے اسے پکارا وہ مسکرایا

"کہا کھو گے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ بھی مسکرائی

"کہیں نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسنے سر جھٹکا۔۔۔۔چلو۔۔۔۔"اسے ساتھ چلنے کا کہہ کے پھر سے اسنے اپنے ساکت قدموں کو حرکت دی

"تم سے ایک بات پوچھو۔۔۔۔۔۔۔۔"تھوڑی دیر بعد اسنے ساتھ چلتی دوشیزہ سے سوال کیا تھا

"پوچھو۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ جانتی تھی وہ اب کیا پوچھنے والا ہے

پہلی دفعہ تھوڑی پوچھ رہا تھا وہ

وہ اپنی ہر ملاقات پہ اس سے وہ بات ضرور پوچھتا تھا اسے ایک ڈر تھا جیسے ہر ملاقات میں وہ ختم کرنا چاہتا تھا لیکن وہ پھر بھی ختم نہیں ہوتا تھا وہ ڈرا اسکے دل میں جڑیں مضبوط کر کے بیٹھی ہوا تھا

"تم مجھے چھوڑ کے تو نہیں جاؤ گی؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس سے پوچھتے ہوئے یرسل کا چہرہ بجھ سا گیا تھا اسکی رنگین دنیا کہیں کھونے لگی تھی وہ مسکرائی

"ویسا افان مر جائے گی لیکن یرسل سکندر کو کبھی چھوڑ کے نہیں جائے گی۔۔۔۔۔۔۔"ہر بار کی طرح اسکے سوال کے جواب میں دہرایا گیا جملہ اسنے آج پھر دوہرایا تھا ہمیشہ کی طرح اسکا جواب سنتے ہی یرسل سکندر کا چہرا کھل اٹھا تھا اسکی رنگوں سے بھری دنیا پھر سے واپس لوٹنے لگی تھی

اچانک سے اسکے کمرے کا دروازہ کھولا تھا ماضی کی یادوں کے ساکت پردے پہ نظر آتا منظر یک دم ہوا میں تحلیل ہوا تھا اسکی رنگین دنیا کھو گی تھی

وہ بے رنگ دنیا میں تھا

جہاں صرف ہوا میں تحلیل ہوتی یادیں تھیں

اندھیرا تھا

اور وہ تھا

"لیکچرار صاحب۔۔۔۔۔۔"

"پروفیسر صاحب۔۔۔۔۔۔"

"یرسل بھائی۔۔۔۔۔۔۔"

تینوں نے اسکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے اسے باری باری پکارا اسنے آنکھیں کھولیں جانتا تھا

www.novelsclubb.com

وہ جانتا تھا ان کے آنے کا مقصد

"بولوں جو بھی کہنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" بیزاریت سے بھرپور لہجہ اپنائے اسنے تینوں کو تیکھی نگاہوں سے دیکھا

"آپ نکاح کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔" شروعات داؤد نے کی وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ وہ بتا رہا ہے یا پوچھ رہا ہے

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔" یک لفظی جواب میں انکار کیا گیا

"ہم پوچھ نہیں بتا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔" دمیر نے مشکل آسان کر دی تھی

"ایک سکینڈ کی بھی تخیر کیے بنا میرے کمرے سے دفعہ ہو جاؤ۔۔جب میں نے کہہ دیا ہے کہ مجھے نکاح نہیں کرنا تو بس نہیں کرنا۔تم لوگ زبردستی نہیں کر سکتے میرے ساتھ۔۔۔۔۔" اسنے انہیں غصے سے کہتے ہوئے کمرے سے باہر جانے کا راستہ دیکھایا

"آپ یہ نکاح کریں گے اور آج ہی کریں گے۔۔۔بہت من مانی کر لی آپ نے اب بس۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد نے اسی کے انداز میں الفاظ لوٹائے تھے اسے

اتنی ہمت بس اسی میں تھی

"آواز دھیمی رکھو داؤد۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے اسے ٹوکا سختی سے لیکن سامنے بھی داؤد تھا اتنی جلدی اس پہ اثر کہاں ہونے والا تھا

"پروفیسر صاحب یہ کوئی آپ کا کلاس روم نہیں ہے اور نا ہی آپ کے سامنے کوئی سٹوڈنٹ کھڑا ہے جو آپ کی زرا سی سختی پہ دب جائے گا یہ گھر ہے اور آپ کے سامنے داؤد کھڑا ہے مستقبل کا سکندر بھایہ سختی اس پہ اثر نہیں کرتی مان جائے ورنہ۔۔۔۔۔۔" اسنے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا

"ورنہ۔۔۔۔۔" یرسل کے لب حیرانگی سے وا ہوئے تھے اسے داؤد سے اس طرح کی کوئی بھی امید نہیں تھی

"کیا کر لو گے تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ماحول پہ وحشت زدہ سناٹا چھا گیا تھا دمیر اور موحد غصے سے بھرپور یرسل کو دیکھتے تو کبھی چہرے پہ عجیب سے تاثرات لیے داؤد کو وہ داؤد کے چہرے کے تاثرات کو سمجھ نہیں پا رہے تھے

"ورنہ آپ کا یہ بھائی۔۔۔۔اسنے اپنی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔ابھی اسی وقت اپنی جان دے گا آج کی تاریخ میں آپ نکاح نہیں کرے گے لیکن اپنے بھائی کے جنازہ کو کندھا تو ضرور دے گا نا؟۔۔۔۔وہ سیریس تھا اسکے لہجے نے یرسل سکندر پہ کپکپی طاری کی تھی اسے داؤد سے اسے عمل کی بالکل بھی توقع نہیں تھی دمیر اور موحد بھی اپنی جگہ ساکت ہوئے تھے

"موحد۔۔۔۔۔۔" یرسل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسنے موحد کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ اسکا دائیاں بازوں سب سمجھ گیا تھا اسنے اپنی پینٹ میں اڑھسا پسٹل نکال کے اپنی طرف بڑھے اسکے ہاتھ پہ رکھا اسنے بنا دیکھا پسٹل کو اپنی کنپٹی پہ رکھا

"فیصلہ کرے پروفیسر صاحب" نکاح یا جنازہ "۔۔۔۔۔۔ہلکے بھورے رنگ کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی

یرسل سکندر کچھ نہیں بولا تھا بس دم سادھے اسے دیکھتا تو کبھی اسکی کنپٹی پہ رکھے پسٹل کو

"پروفیسر صاحب زیادہ وقت نہیں ہے آپ کے پاس بتائیے "نکاح یا جنازہ"۔۔۔۔۔۔ سرخ چہرہ لیے موحد نے بھی داود کا ساتھ دیا تھا البتہ دمیر سکندر بھی سرخ چہرے کے ساتھ کبھی داؤد کو دیکھتا تو کبھی اسکے ہاتھ میں پکڑے پسٹل کو

ان کے چہرے سرخ کیوں ہو رہے تھے؟

جلد پتا چل جائے گا

یرسل سکندر پسٹل دیکھ کے کچھ بولنے کے قابل رہے ہی نہیں تھے وہ تو بس پسٹل کو ہی دیکھے جا رہے تھے

"آپ کی خاموشی کو میں انکار سمجھوں۔۔۔۔۔۔؟" آخری بار پوچھا گیا کوئی جواب نہ آیا

"ٹھیک ہے پھر اپنے بھائی کے کندھے کو جنازہ دینے کے لیے تیار ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے پسٹل پہ گرفت مضبوط کی کوئی کچھ نہیں بولا اسنے سب کو دیکھا آنکھوں میں یہی تاثرات تھے

"روک لو مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔" جو صرف دمیر اور موحد کو دیکھتے ہوئے نمودار ہوئے تھے لیکن وہ سمجھتے ہوئے بھی انجان بن گے جب کوئی بھی کچھ نہ بولا تو اسنے ٹریگر پہ آنگھوٹے سے دباؤ ڈالا

دباؤ ڈالنے سے نہ تو گولی نکلی

اور ناہی ''ٹھاہ'' کی آواز گونجی

بس ہلکی سی ماتھے پہ نمی محسوس ہوئی تھی اسے

سب سرخ چہرہ لیے اسکے تاثرات دیکھے گے نمی کو محسوس کرتے ہی اسکے تاثرات

ناسمجھی میں ڈھلے اسنے بنا دیکھے پسٹل اپنے چہرے کے آگے کر کے پھر سے ٹریگر دبایا

یہ کیا۔۔۔۔۔۔؟

ٹریگر دباتے ہی پانی کی ایک تیز لہر اسکی ناک سے ٹکرائی تھی وہ جو کب سے اپنے قہقے

روکے سرخ پڑ رہے تھے مزید برداشت نہیں کر پائے تھے ان کے قہقے سکندرز ولا میں

گونجے تھے یرسل سکندر بھی اپنی پریشانی کو بھولائے مسکرایا تھا

پسٹل ناہ تو اصلی تھا

اور ناہی نکلی

پسٹل تھا ہی پانی والا

سکندرز ''سکندر ولا'' میں چھائے سنجیدہ ماحول میں بھی باز نہیں آئے تھے اپنی

کارستانیوں سے

اپنے ساتھ کیے گے پرینک پہ داؤد بھی مسکرایا تھا وہ جارحانہ تیور لیے موحد کی جانب

بڑھا جو پیٹ پہ ہاتھ رکھے ہنستے ہوئے وہی فرش پہ پڑا دوہرا ہو رہا تھا دمیر کی بھی حالات

اس سے کچھ کم نہیں تھی

"ابے چلغوزے کے منہ والے تجھے میں نے دوسرا پسٹل لانے کو کہا تھا۔۔۔۔۔" وہ اس پہ جھکا اسکا گریبان پکڑے چلایا

"تم نے پسٹل کہا تھا یہ نہیں کہا تھا کون سا والا۔۔۔۔۔" اسنے اپنی ہنسی کے بیچ میں ہی اسے اس کی غلطی باور کروادی تھی

"کبھی اپنی عقل کا ہی استعمال کر لیا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے مکا دھرا تھا اسکی ناک پہ

"یرسل بھائی۔۔۔۔۔۔۔" وہ ناک پکڑ کے چلایا

"داؤد چھوڑوں اسے۔۔۔۔۔۔۔" یرسل کے منع کرنے پہ دوسرا مکا مارنے کے لیے اٹھا گیا اسکا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا اسے وہی چھوڑے وہ پھر سے یرسل کے سامنے جا کھڑا ہوا

"آپ مان رہے ہیں یا میں اسی چولوں بھر پانی میں ڈوب مرو۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے ہاتھ میں پکڑا پانی والا پسٹل اسکے سامنے کیا اسکے ڈوب مرنے کے لیے پسٹل میں موجود پانی کافی تھا

www.novelsclubb.com

"داؤد ایک بات کے پیچھے نہیں پڑ جاتے میرے ماضی سے تم لوگ اچھی طرح واقف ہو میں کسی اور کی محبت دل میں سموئے کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اب بڑی سنجیدگی سے اسے پیار سے سمجھا رہا تھا

''بھائی خود کے ساتھ ظلم مت کرے نکل آئے اپنے ماضی سے۔۔ماضی کے سنگ جیا نہیں جاتا حال میں جینا پڑتا ہے مستقبل کو بھی مد نظر رکھنا پڑتا ہے آپ ماضی میں کھوئے اپنے حال اور مستقبل کو فراموش کر رہے ہیں یہ آپ زیادتی کر رہے ہیں خود کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔''داؤد بھی سنجیدہ ہو گیا تھا صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے دمیر اور موحد بھی اسکے ساتھ آ کھڑے ہوئے تھے

''مجھے ابھی کچھ وقت چاہیے ماضی سے نکلنے کے لیے۔۔ذہنی طور پر میں ابھی شادی کے لیے تیار نہیں ہو۔۔۔۔۔۔۔''کمزور سی دلائل پیش کی گی تھی سکندرز کی عدالت میں

''پانچ سال ہو گے ہیں آپ کو اپنے ماضی کے ساتھ جیتے ہوئے کسی بھی فیز سے نکلنے کیے لیے پانچ سال کا عرصہ کافی ہوتا ہیں بھائی۔۔خود کو ماضی سے نکال کے حال کے رحم و کرم پر چھوڑ دے سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔''دمیر نے بھی محبت میں خود پر ستم ڈھاتے موٹیو شنل سپیکر کو سمجھانے کی کوشش کی

''میرے لیے یہ بہت مشکل ہے۔۔۔۔''وہ ماننے کو تیار نہیں تھا

''بھائی آپ ہی تو کہتے ہیں کچھ بھی مشکل نہیں ہوتا ہم بس ہمت ہارے جاتے ہیں آپ بھی بس ہمت ہار رہے ہیں۔۔۔۔''موحد نے اسے اسی کا سبق یاد دلایا تھا

"میں پروفیسر ہوں، لیکچرار ہوں، موٹیو شنل سپیکر ہوں، اور وہ گاؤں کی ان پڑھ لڑکی ہو گی میرا اور اسکا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔۔۔۔" کہیں سے محبت کی چھاؤنی ہٹنے لگی تھی لیکن اعتراضات رکاوٹ بننا شروع ہو گے تھے

"بھائی جوڑ تو ہم نہیں بناتے جوڑ تو خدا بناتا ہے۔۔آپ خدا کے کیے گے فیصلے پہ اعتراض کر رہے ہیں؟۔۔۔۔" داؤد نے اعتراض رد کرنا چاہا لیکن دوسرے اعتراض نے جلدی سے سر اٹھا لیا تھا

"میں اس سے محبت نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔"

"محبت بھی تو خدا دلوں میں ڈالتا ہے اس پہ بھروسا رکھے وہ اسکی محبت بھی آپ کے دل میں ڈال دے گا۔۔۔۔۔۔" اس اعتراض کا بھی گلا دبا دیا تھا دمیر نے لیکن پھر سے نئے اعتراض نے خود کو نمودار کیا تھا

"وہ بھی مجھے چھوڑ کے چلی جائے گی۔۔۔۔۔۔"

"بھائی گاؤں کے لوگ بہت مخلص ہوتے ہیں وہ مرتے دم تک اپنوں کو چھوڑا نہیں کرتے، آپ چاقو والی باجی کو اپنائے تو سہی۔۔میں یقین سے کہتا ہو وہ آپ کو چھوڑ کے نہیں جائے گئیں۔۔۔۔۔۔" کمزور سے اعتراض کو کچلنے کے لیے موحد میدان میں آیا تھا اسے چاقو والی باجی کچھ زیادہ ہی پسند آ گی تھی

"وہ غنڈی دیکھتی ہے ہر بات پہ چاقو نکال لیا کرے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"بس تھوڑی سی اور محنت کی ضرورت تھی اعتراضات ختم ہونے والے تھے

کب سے دروازے کے ساتھ لگی ان کی جاسوسی کرتی سارہ اپنے لیے غنڈی کا لقب سنتے ہی خود پہ قابو نہیں رکھ پائی تھیں ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتے وہ ان چاروں کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی اس کے یوں اچانک آنے پہ سب سانس روک گے تھے

"میں غنڈی نہیں ہو آئندہ میرے لیے یہ لفظ اپنی زبان پہ مت لائے گا پروفیسر صاحب۔۔۔۔۔۔"اسنے پروفیسر صاحب پہ اچھا خاصہ زور دیا تھا

کنارے لگتی کشتی کو وہ پھر سے ڈوبونے چلی آئی تھی

اب یا تو کشتی ڈوبے گی

یا پھر

وہ خود کھینچ کے اسے کنارے تک لائے گی

"پروفیسر آپ کے اعتراضات میں خود دور کرتی ہو یہ سکندرز کے بس کی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔"کہتے ہوئے وہ اسکے سامنے چیئر پہ بیٹھی تھی

بڑے کروفر سے

ٹانگ پہ ٹانگ جمائے

سکندرز حیران تھے زبان تو جیسے تالو سے چمٹ گئی تھی سب کی۔۔اس نے سب کے حیران چہروں پہ اپنی نگاہیں دوڑائی یرسل سکندر کے چہرے پہ نظریں ساکت ہوئیں تھیں وہ خود اس سے نگاہیں ہٹانا نہیں چاہتی تھی

وہ سارہ تھی

"سارہ یوسف"

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرنا سیکھا تھا اسنے

وہ حیران ہوا تھا اس لڑکی کی ہمت پہ

"فکر نہیں کرے ہر بات پہ چاقو نہیں نکالوں گی لیکن اگر آپ لوگ غصہ کرے گے اور مجھ پہ چلائے گے تو پھر میرا چاقو ہو گا اور آپ لوگوں کی گردنیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسنے شروعات کی تھی نیچے سے

"میں اپنی شادی سے بھاگ کے آئی ہو واپسی کے راستے پہ جاتی ساری کشتیاں جلا کے۔۔صرف آپ کے لیے اور اپنے ماں باپ کی بات کا بھرم رکھنے کے لیے۔۔۔میرے پیچھے کوئی بھی میرا اپنا نہیں ہے ماں باپ تھے جو کب کے چھوڑ کے چلے گے ہیں۔۔۔اس لیے واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔یہ وہم دل سے نکال دے کہ آپ کو اپنانے کے بعد میں آپ کو یا آپ سے ریلیٹڈ کسی بھی شخص کو

چھوڑ کے جاؤ گی۔۔۔۔۔''اسکے اعتراض میں چھپے ڈر کو اس نے صاف لفظوں میں بھگایا تھا

''کیا سکندر صاحب نے سب کچھ بتا دیا تھا اسے؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔''اس کے کہے گے آخری جملے نے سب کے ذہن میں اسی سوال کو ابھرا تھا

''دوسرا اعتراض تھا آپ کو''آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے''اس کا صاف مطلب ہوا آپ کسی اور سے کرتے ہیں تو میں آپ کو پہلے ہی واضح کر دو۔۔۔۔۔۔''وہ اسکی آنکھوں سے نگاہیں نہیں ہٹا رہی تھی وہ بنا پلک جھپکے اسکی ہمت دیکھ رہا تھا

''مجھے آپ کی اس سو کالڈ محبت سے کوئی فرق نہیں پڑے گا شادی سے پہلے تقریباً ہر مرد ریلیشن شپ میں ہوتا ہے۔تو اس لحاظ سے بھی میں آپ کو چھوڑ کے نہیں جاؤ گی۔۔۔۔۔۔''

وہ اسکی خالص محبت کو سو کالڈ اور ریلیشن شپ کا نام دے رہی تھی غصے سے اسکی کالی آنکھیں سرخ انگارہ ہوئی تھیں لیکن سامنے والے کو کہا پرواہ تھی

''آپ کا سب سے پہلا اعتراض کہ''میں ان پڑھ ہو''۔۔۔۔۔۔۔۔وہ مسکرائی ساتھ میں آنکھیں بھی چمکی

''میں ان پڑھ نہیں ہو۔۔میں اپنے گاؤں کی واحد لڑکی ہو جس نے بی۔اے کر رکھا ہے پہلی ہی کوشش میں بنا انگلش میں فیل ہوئے۔۔۔۔۔۔''اسنے فخر سے گردن اکڑائی

''اب تو شہر آ گی ہو آپ کہے گے تو آگے بھی پڑھ لو گی پڑھنا میرے لیے مشکل نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔''مسکراہٹ گہری ہوئی تھی آنکھوں کی چمک بھی بڑھی تھی

اس کے علاوہ بھی کوئی اعتراضات ہیں تو بتادے یہی ہو وہ بھی دور کر دو گی اگر دور نا ہ کر پائی تو میں خود ہی یہاں سے چلی جاؤ گی کوئی بھی آپ کے ساتھ زبردستی نہیں کرے گا پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''اسنے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور نگاہوں کا رخ بھی بدل دیا

کمرہ خاموشی کی آمجگاہ بن گیا تھا وقت بیت رہا تھا اسنے اعتراض کرنا چاہا پر کوئی اعتراض اسے مل ہی نہیں رہا تھا جو وہ کرتا

دمیر،داؤد،موحد اسے دیکھ رہے تھے اور وہ اسے دیکھ رہا تھا جو اسکی کھڑکی سے باہر سورج کی ڈھلتی روشنی کو دیکھ رہی تھی

www.novelsclubb.com

وہ پاکستان کی سرزمین پہ قدم رکھ چکی تھی امیگریشن کسٹم سکیورٹی وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ ائیر پورٹ کے احاطے کے درمیان میں کھڑی تھی اسنے کالی جینز کے اوپر کالی ہی شرٹ پہن رکھی تھی شرٹ کے اوپر اسنے بھورے رنگ کا لانگ کوٹ پہن ہوا تھا جو اسکے گھٹنوں تک آ رہا تھا پاؤں میں اونچی ہیل والے سینڈل پہن رکھے تھے شارٹ

بالوں کو اسنے اونچی پونی ٹیل میں باندھا ہوا تھا ماتھے پہ کٹے گھنے بال جو اسکی آنکھوں تک آرہے تھے اسے کسی مومی گڑیا کی طرح دلکش بنا رہے تھے ہونٹوں پہ نیچرل کلر کی لپ سٹک لگا رکھی تھی اسنے جو کہ اس کے مسکرانے پہ اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہی تھی آنکھوں پہ اسنے گول فریم والا نظر کا چشمہ لگا رکھا تھا اسکے مسکرانے پہ گول فریم کے پیچھے جھانکتی اسکی آنکھیں بھی مسکرائی تھیں اسنے سینڈل کی ہیل پہ گھوم کے چاروں طرف آتے جاتے لوگوں کو دیکھا وہ سب کو مگن انداز میں دیکھ رہی تھی کہ اسکے کوٹ میں تھرتھراتا موبائل اسے اپنی طرف متوجہ کر گیا وہ جانتی تھی کال کرنے والے کو اسنے لب دبائے موبائل کو جیب سے نکال کے کان سے لگایا

"کہاں ہو تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" فون کے اس پار درشتگی سے پوچھا گیا تھا اسکے گلے سے گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی تھی اسنے خشک پڑے لبوں پہ زبان پھیری

مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے میں نکاح کے لیے تیار ہو۔۔۔۔۔۔" سکندر زولا میں یرسل سکندر کے کمرے میں خاموشی کا راج ختم ہوا تھا سب کے چہرے مسکان میں ڈھلے تھے لیکن یرسل سکندر کے چہرے پہ کسی قسم کا کوئی بھی تاثر نہیں تھا

"پاکستان۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ائیر پورٹ کے احاطے میں کھڑی لڑکی نے سات سمندر پار بیٹھی ہستی کو انگاروں پہ لوٹایا تھا

جاری ہے

تیسری قسط

بوجھ ہے دل پہ محبت کا اتاروں کیسے ؟
کہہ کہ دو بول میں اک عمر گزاروں کیسے ؟

www.novelsclubb.com

یر سل سکندر ولد سلطان سکندر آپ کا نکاح سارہ یوسف ولد یوسف صادق سے سکہ رائج الوقت حق مہر دس ہزار روپے میں ادا کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے ؟؟

"مجھے اس وقت کا شدت سے انتظار ہے جس وقت میں سب کے سامنے تمہارے ساتھ کو پانے کے لیے دو بول کا ورد کروگا"

نکاح کے کلمات سنتے ہی اسکی سماعتوں سے اپنے ہی کہے گے الفاظ ٹکرائے تھے جو کبھی اسنے اپنی محبت کو اپنی نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے ادا کیے تھے

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

محبت دغا دے گی تھے اسے آج وہ کسی اور کا ہونے جا رہا تھا اسکی زندگی کے سب سے قیمتی دو بول کسی اور کے حصے میں آگے تھے جیسے کبھی اسنے سوچا تک نہیں تھا

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟"مولوی صاحب نے پھر دوہرایا

"تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی میرے لیے سوہان روح ہے" وہ جی رہا تھا اسکے بغیر پچھلے پانچ سال سے

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟"آخری بار پوچھا گیا تھا

"داؤدان کو دروازے تک چھوڑ آنا۔۔۔۔۔۔"آخری ملاقات میں اس سے کہے گے آخری الفاظ دوبارہ اسکی سماعتوں سے ٹکراتے ہی اسکے دل کو درد کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک گے تھے اسنے درد کی شدت کو برداشت کرنے کے لیے آنکھیں سختی سے میچی

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"دل پہ جبر کر کے وہ کسی اور کے ساتھ کو پانے کے لیے دو قبول کا ورد کر چکا تھا

مولوی صاحب سکندر صاحب اور گواہوں کی معیت میں سارہ یوسف کی طرف بڑھے تھے جو کالونی کی کچھ عورتوں کے سنگ ان سے ذرا فاصلے پہ چہرے پہ سرخ چنری اوڑھے بیٹھی ہوئی تھی

سارہ یوسف ولد یوسف صادق آپ کا نکاح یرسل سکندر ولد سلطان سکندر سے سکہ رائج الوقت حق مہر دس ہزار روپے میں ادا کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟ مولوی صاحب نے اس کی رضامندی لینے کے لیے نکاح کے کلمات ادا کیے

"تم بچپن سے ہی یرسل سکندر کے ساتھ منسوب کر دی گی ہو سارہ اسکے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔۔"

اسکے بابا کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی تھی ان کی آواز کانوں میں گونجتے ہی انکی یاد میں آنکھیں سرخ انگارہ ہوئی تھیں رونے کو دل مچل رہا تھا لیکن وہ رونا نہیں چاہتی تھی

آخری وقت میں اسکے بابا نے اس سے عہد لیا تھا کہ ''وہ ان کے جانے کے بعد کبھی بھی آنسوں نہیں بہائے گئی''

''اسکے آنسوؤں سے بابا کو تکلیف ہو گی وہ نہیں روئے گئی وہ اپنے بابا کو تکلیف نہیں پہنچائے گی''

اسنے خود کو رونے سے باز رکھنے کے لیے کئی دفعہ اپنا دوہرایا گیا سبق پھر دوہرایا

''آپ کا عہد آپ کی بیٹی کے لیے بہت سخت اور بھاری ثابت ہوا ہے بابا۔۔۔۔۔۔''

وہ اپنے دل میں اپنے بابا سے مخاطب ہوئی ان کی کمی آج اسے شدت سے محسوس ہو رہی تھی

اسکے پاس کوئی بھی نہیں تھا

اپنا کوئی بھی نہیں تھا

سکندر صاحب نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا اسکی کفیت وہ سمجھ سکتے تھے اسنے انکی طرف دیکھا انہوں نے مسکرا کے اسی تسلی دی ان کی تسلی کے بدلے میں وہ بھی مسکرا دی البتہ آنکھوں نے اسکی مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دیا تھا

''قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔'' وہ سر جھکا گی

''کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟'' مولوی صاحب نے پھر دوہرایا

"یرسل کو اپنانے کے بعد اس کے ساتھ ہمیشہ مخلص رہنا سارہ۔۔یہ میری آخری وصیت ہے مرتے دم تک میری وصیت کا پاس رکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔"مرتے وقت اسکے بابا نے اسے نصیحت کی تھی جو وہ آج تک بھولی نہیں تھی اور مرتے دم تک وہ بھول سکتی بھی نہیں تھی آج پھر راستہ بھٹک کے وہ وصیت اسکے ذہین کے پردوں پہ لہرائی تھی

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

خود پہ کیا گیا ضبط ٹوٹ رہا تھا پر وہ پھر سے اپنا سبق دوہرا کے اسے مضبوط کر گی تھی

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟"آخری بار پوچھا گیا تھا

"میں اس سے محبت نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔"یہ آواز بابا کی تو نہیں تھی یہ تو یرسل سکندر کی تھی وہ تلخی سے مسکرائی

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

اگر وہ کہتا وہ اس سے نفرت کرتا ہے تو وہ پھر بھی کہہ دیتی

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسنے جب سے ہوش سنبھالا تھا اسکے بابا نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ یرسل کی مانگ ہے تب سے اسکا دل بس یرسل کے نام کی مالا بنتا تھا یرسل کو بنا دیکھے ہی وہ اس پہ مر چکی تھی بچپن سے ہی اسکے دل نے یرسل سکندر کی محبت کا ورد کرنا شروع کر دیا تھا اب تو وہ

محبت کی آخری سرحدوں تک پہنچ چکی تھی اب اگر وہ اسے نفرت کا تاج بھی پہناتا تو وہ بھی وہ سر جھکا کر پہن لیتی یہاں تو اسنے بس یہی کہا تھا

"وہ اس سے محبت نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔۔"

ہر طرف نکاح ہو جانے کا شور بلند ہوا تھا ہر کوئی اسکے سر پہ ہاتھ رکھے اسے دعائیں دے رہا تھا اور وہ مسکرا کے ان کی دعاؤں پہ امین کہے جا رہی تھی دوسری طرف یرسل سکندر سب سے گلے مل کے نکاح کی مبارک باد وصول کر رہا تھا بے دلی سے

اسکا دل بے چین تھا

وہ خوش نہیں تھا

وہ خوش کیسے ہو سکتا تھا؟؟

اسکے دل کو قرار کیسے آ سکتا تھا؟؟

اسنے یہ تو نہیں چاہا تھا کہ وہ "کسی اور کی محبت دل میں سموئے کسی اور کو اپنا لے"

www.novelsclubb.com

وہ تو ویا آفان سے محبت کرتا تھا

اسنے اسی کے ساتھ کو پانے کے خواب دیکھے تھے

سارہ تو کہی بھی نہیں تھی

نا ہ اسکے دل میں

نا ہ اسکی سوچوں میں

ناہ اسکی یادوں میں

وہ تو اس سے بھی بے خبر تھا کہ کوئی اسکی مانگ بھی ہے

تو پھر کیسے وہ آج اسکے ساتھ جڑ گی تھی؟؟

کیوں وہ اسکے نصیب میں لکھی گی تھی؟؟

کیوں اسنے اس سے نکاح کرنے کی حامی بھری؟؟

کیوں ویا آفان اسے چھوڑ کے گی؟؟

یا پھر اسے اس نے خود چھوڑا تھا؟؟

کئی سوال اسکے ذہین میں گڈ مڈ ہو رہے تھے

آسمان پہ آتش بازی شروع ہو چکی تھی جو کہ داؤد کی ہی مرہون منت تھی وہ سب کو وہی چھوڑے چپکے سے وہاں سے نکل آیا تھا

---

www.novelsclubb.com

"پاکستان۔۔۔۔۔۔۔۔" ائیر پورٹ کے احاطے میں کھڑی لڑکی نے سات سمندر پار بیٹھی ہستی کو انگاروں پہ لوٹایا تھا

"تمہیں میں نے منع کیا تھا پھر کیسے تم جا سکتی ہو۔۔۔۔۔۔۔؟" ان کا لہجہ یک دم سخت برفیلا ہوا تھا

"ایم سوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پر وہ پر سکون ہی رہی

"واپس آجاؤ فوراً۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اپنی منزل کے قریب پہنچ کے واپس کیسے جاسکتی تھی؟

"ایم سوری آگین موم میں واپس آنے کا ابھی سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" بنا مزید کچھ بھی ان کی سنے اسنے کال کاٹ دی اور ساتھ ہی فوراً موبائل بھی پاور آف کر دیا

"O PAkistan welcome me ....."

وہ وہی کھڑی آنکھیں بند کر کے دونوں بازوں ہوا میں اٹھائے باآواز بولی وہاں پہ موجود ہر شخص نے رک کے رخ مڑے اسے دیکھا

"سات سمندر پار سے محبت کی شہزادی آئی ہے اپنی محبت کو پانے ویلکم کہنا تو بنتا ہے ناہ۔۔۔۔۔۔۔۔" سب کی نظریں خود پہ محسوس کر کے اسنے تفصیل سے بتانا ضروری سمجھا

"Welcome to pakistan princess of love....."

اپنے اطراف سے بلند ہوتی آواز پہ اسنے آنکھیں کھولیں سب اسے ادب سے مسکراتے چہروں کے ساتھ ویلکم کر رہے تھے وہ مسکرائی اسکی مسکراہٹ بلکل شہزادیوں جیسی تھی خوبصورت۔۔وہ خود کو شہزادی ہی تصور کرنے لگی تھی

"Thanks to all of you....."

وہ دل کے مقام پہ ہاتھ رکھے تعظماً زرا سا جھکی

"That's for you princess of love....."

اسکی دائیں طرف سے تقریباً سات سالہ بچہ لوگوں کی بھیڑ میں راستہ بناتے اسکی طرف آیا اور اسکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے سرخ گلاب کا پھول اسکی طرف بڑھایا وہ بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا اسکی شخصیت پر کشش تھی وہ بچہ خوبصورت تھا اور بلیک ڈنر سوٹ اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا

"Thanks little boy...."

اسنے ہاتھ بڑھا کے اسکے ہاتھ سے پھول لیا

"I'm boy but not little soo be careful next time....."

www.novelsclubb.com

وہ اپنے لیے لیٹل بوائے کا لفظ سن کے خفا ہوا

"Alright....."

اسنے پیار سے اسکی پیاری سی ناک کھینچی ان دونوں کو بات کرتا دیکھ کے باقی سب لوگ دوبارہ سے اپنے کاموں میں مصروف ہو چکے تھے

"آپ پاکستان کیوں آئی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" بچے نے اشتیاق سے پوچھا وہ گول چشمے والی لڑکی اسے اچھی لگی تھی

"کسی بہت خاص کو پانے کے لیے پاکستان آئی ہو میں۔۔۔۔۔۔" وہ گلاب کی خوشبو اپنے اندر سموتے ہوئے بولی

"جو چیزیں خاص ہوتی ہیں وہ اتنی آسانی سے ملا نہیں کرتیں یور ہائنس۔۔۔۔۔۔۔" اس کی آنکھوں کی چمک اسکی ذہانت کا پتہ دے رہی تھی وہ اسکی ذہانت کی قائل ہوئی تھی

"جانتی ہو۔۔خاص چیزوں کو پانا آسان نہیں ہوتا پر انہیں پانے کے لیے کوشش تو کی جاسکتی ہے ناہ۔۔۔بس میں بھی کوشش کرنے آئی ہو۔۔۔باقی جو خدا کو منظور۔۔۔۔۔۔۔"

"اک مشورہ دو آپ کو۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ہاں ضرور۔۔۔۔۔۔۔۔" اسے واقعی مشورے کی ضرورت تھی

"اگر آپ کو وہ خاص ناہ ملا تو اسے عام بھی مت رہنے دیجئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ نہیں سمجھی تھی

"آپ سمجھی نہیں۔۔۔۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔۔" اسنے نفی میں گردن ہلائی

"کوئی بات نہیں وقت آنے پہ سمجھ جائے گئی۔۔۔۔۔خیر میں چلتا ہو۔۔۔میرے جانے کا وقت ہو رہا ہے۔۔۔۔۔"اسنے ایک خاص انداز سے اپنی کلائی پہ بندھی رولیکس کی گھڑی پہ ٹائم دیکھتے ہوئے کہا

"یہ میرا کارڈ رکھ لے۔۔۔۔میری بات سمجھ آجانے پہ آپ کو اسکی ضرورت ضرور پڑے گی۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے اپنی کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک کارڈ نکال کے اسکے سامنے کیا

"ہو سکتا ہے میں آپ کو کال کرو اور آپ کہہ دے میں آپ کو نہیں جانتا۔۔۔۔۔۔۔"اسنے کارڈ تھام لیا اور بنا دیکھے اسنے وہ کارڈ اپنے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا

"محمد ابراہیم غازان ہو میں۔۔میں ہر راہ چلتے مسافر کو اپنا کارڈ نہیں تھامتا۔۔لیکن جنہیں تھامتا ہو پھر انہیں بولتا نہیں ہو۔۔چاہیے تو آزما لیجئے گا پرنسسز الارا التمش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"پرنسسز الارا التمش۔۔۔۔۔۔"اسکے آخری الفاظ اسنے بے یقینی سے دوہرائے

"آپ کو میرا نام کیسے پتا۔۔۔۔۔۔۔؟"

"یور ہائنس۔۔۔لگتا ہے آپ اپنی کلائی پہ پہنا ہوا بریسلٹ بھول گئی ہیں۔۔۔۔۔۔۔"ابراہیم نے اسکی کلائی کی طرف اشارہ کیا

جہاں ایک گولڈن کلر کا باریک سا بریسلٹ جگمگا رہا تھا جس کے عین وسط میں اسکا نام اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا

اپنے بریسلٹ کو دیکھتے ہوئے وہ مسکرائی سات سال کے ابراہیم نے اسے کافی امپرئس کیا تھا

اسے کلائی کی طرف متوجہ کر کے وہ جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی کے ساتھ چلا بھی گیا تھا اس سے دوبارہ ملنے کی خواہش لیے وہ بھی ائرپورٹ کے احاطے سے باہر نکل آئی تھی اب اسکا رخ اس گھر کی جانب تھا جہاں اسکے دل کا مکین رہ رہا تھا

یوں اندر جانا آسان نہیں بس اتنا سمجھ لیجئے

آگ کا دریا ہے جس کے اوپر پانی ڈال کے جانا ہے

وہ سکندر صاحب کی سنگت میں یرسل سکندر کے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی کہ اچانک ہی اسکے سامنے وہ تینوں رکاوٹ بن کے کھڑے ہو گے

"ابے اوئے۔۔۔۔اردو غزل کے باوا آدم۔۔۔۔سیدھے سیدھے کہہ بھیک چاہیے تجھے۔۔۔۔" دمیر نے داؤد کا ساتھ دیتے ہوئے بھی اپنی دشمنی نکال ہی لی

"ٹھیک ہے بھابھی ہمیں بھیک ہی چاہیے۔۔۔۔جلدی نکالے تبھی اندر جانے دے گے۔۔۔۔۔۔" داؤد پہ کیسی بات کا اثر ہو جائے ایسا کہا ممکن تھا

"کون سی بھیک؟ کیسی بھیک؟اور میں کیوں دو؟ یہ تو دولہا دیتا ہے جبکہ میں تو دلہن ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

سکندر صاحب ان تینوں کو اسکے سامنے استعادہ دیکھ کے چلے گے تھے وہ اس وقت ان تینوں سے بحث کرنے کے موڈ میں بلکل بھی نہیں تھے اسلیے انہوں نے وہاں سے چلے جانا ہی بہتر سمجھا

"آپ کے دولہا صاحب پہلے ہی اندر جا کہ دلہن کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس لیے اب آپ کو طوہاً کراہاً دولہا کے فرائض سرانجام دینے ہیں۔۔اسلیے جلدی سے پیسے نکالے۔۔۔۔۔۔"موحد نے کہتے ہوئے اپنی ہتھیلی آگے کی

"میں کوئی نہیں دے رہی۔۔۔اپنے بھائی سے لو جا کے۔۔۔۔۔۔"اسنے صاف منع کر دیا

"سوچ لے بھابھی جی آپ سے پیسے لیے بغیر ہم آپ کو اندر نہیں جانے دے گے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے کہا

"سارہ یوسف کو تم اندر جانے سے روکے گے۔۔۔سیریسلی اتنا دم ہے تم تینوں میں۔۔۔۔۔۔۔"

"ہم تو چٹانوں سے بھی مضبوط حوصلے لیے یہاں کھڑے ہیں بھابھی جی۔۔۔۔دم کی بات ناں ہی کریں تو اچھا ہے۔۔۔۔۔"دمیر بولا

"لیکن میرے پاس تو کچھ ہے بھی نہیں۔۔خالی ہاتھ ہوں میں تم لوگوں کو کیا دوں۔۔۔۔۔"ان کے مضبوط حوصلوں کے سامنے اسکا حوصلہ مانند پڑنے لگا تھا

"آپ کے انیسویں صدی کے خزانے میں کچھ نا کچھ تو ضرور ہو گا۔۔یوں ہی تو نہیں آپ اسے تالا لگا کے لائی تھیں۔۔۔۔"

داؤد کو تو وہ انیسویں صدی کا خزانہ بھول ہی نہیں رہا تھا

"بتاؤ کتنے پانی سے یہ آگ کا دریا بجھے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ مان گی تھی

"آپ کی حالت کے پیش نظر ہم تھوڑی رعائیت کر لیتے ہیں۔۔۔۔اس وقت آپ کے پاس جتنے ہیں بس وہ دے دیں۔۔۔۔۔"موحد نے دل بڑا کرتے ہوئے کہا جس پہ دونوں کی گھوری نے اسے سلامی دی تھی

"یہ لو۔۔۔۔۔۔۔۔"اپنے چادر کے پلو سے باندھے ہوئے پیسے اسنے کھول کے ان کی طرف بڑھا دیے ان تینوں کے لیے وہ کافی تھی

"ہٹو اب جانے دو اندر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"پیسے لیتے ہی وہ تینوں بھاگ گے

ان کے ہٹتے ہی وہ اندر داخل ہوئی کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی تھی اسنے چار سو نظریں دوڑا کے کمرے کا جائزہ لیا کمرہ کشادہ اور خوبصورت تھا اسکے دائیں طرف ذرا سے فاصلے پہ بیڈ تھا جسکی پشت سے یرسل سکندر ٹیک لگائے بیٹھا ہوا تھا اسکی آنکھیں بند تھی دروازہ کھولنے کی آہٹ پہ بھی اسنے آنکھیں نہیں کھولی تھیں کچھ سوچتے ہوئے

وہ بیڈ کی جانب بڑھ گی اسے مخاطب کیے بناوہ چپ چاپ بیڈ کے کنارے پہ لیٹ گی۔۔۔بیڈ پہ اسکی موجودگی محسوس کرتے ہی یرسل نے جٹ سے آنکھیں کھولیں ۔۔البتہ اسے کہا کچھ بھی ناہ بس آنکھوں میں تپش لیے اسے دیکھتا رہا

وہ جو انکھیں بند کر کے بامشکل لیٹی ہوئی تھی اپنے چہرے پہ اسکی نگاہوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے اٹھ کے بیٹھ گی اور اسے دیکھنے لگی انداز ایسا تھا جیسے پوچھ رہی ہو ''کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔؟''

اسکے دیکھنے کے انداز کو سمجھتے ہوئے بھی وہ کچھ ناہ بولا بس اسے گھورتا رہا وہ اسکی گھوری کو اپنے ہی رنگ میں رنگنے لگی تھی

''دیکھے یہ کوئی انڈین ڈرامہ سریل نہیں ہے کہ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے تو میں شادی کی پہلی رات ہی اپنا تکیہ اور بستر اٹھاؤ گی اور وہاں فرش یا صوفے پہ جا کہ سو جاؤ گی۔۔۔۔۔۔۔۔اسنے فرش اور صوفے کی طرف باقاعدہ اشارہ کیا۔۔اور جب تک آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہو گی تب تک میں بیڈ پہ نہیں آسکو گی۔۔۔۔۔''وہ زرا روکی شاید مقابل کچھ کہہ دے پر مقابل کے تیوری میں زرا بھر بھی فرق ناہ آیا

''مجھ سے کسی ایسے فعل کی توقع بھی مت رکھیں گیا۔۔میں یہاں سے کہیں بھی نہیں جانے والی۔۔۔اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو باخوشی جا سکتے ہیں۔۔۔۔''وہ سامنے والے کی نظروں سے اپنا اعتماد کھو رہی تھی

مجھے کوئی فر۔۔۔۔"وہ مزید کچھ کہتی لیکن اسکے یک دم اٹھ جانے پہ وہ اپنے الفاظ وہی روک گی تھی وہ کمرے کے دروازے کی جانب بڑھا جو کہ کھولا ہوا تھا وہ بند کرنا بھول گی تھی اسنے اپنی پوری قوت سے دروازے کو بند کیا زوردار ٹھاہ کی آواز سکندر زولا میں گونجی تھی وہ جو تینوں سونے کے لیے اپنے اپنے بستر پہ لیٹ چکے تھے ہڑبڑاہ کے اٹھے تھے

"یااللہ خیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد کی زبان سے بے ساختہ پسلا

"دھماکا ہوا ہے کیا۔۔۔۔۔۔۔؟"دمیر کی خوف سے بھرپور آواز گونجی

"صدا کے ڈرپوک دھماکا ہوتا تو اب تک ہم زندہ نا ہوتے بلکے ہماری اوپر کی ٹکٹ کٹ چکی ہوتی۔۔۔یہ تو کوئی معصوم دروازے پہ اپنی بھڑاس نکال رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

مستقبل کا سکندر بھاد میر پہ طنز کرتا دوبارہ اپنے بستر میں گھس گیا اسکی دیکھا دیکھی وہ دونوں بھی واپس اپنے اپنے بستر میں گھس گے

دروازہ بند کرتے ہی وہ اسکی جانب بڑھا

"دیکھے میں کوئی جادوگر تھوڑی ہی ہو کہ آپ کی آنکھوں کی زبان سمجھ جاتی آپ سیدھا سیدھا کہہ دیتے دروازہ بند کردو تو میں کر دیتی۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ گھبرا رہی تھی اوپر سے اسکے ماتھے پہ چڑھی تیوری مزید اسکے دل کو دھڑکا رہی تھی پرسل بنا کچھ کہے اسکی طرف جھکا وہ بے اختیار ہی تھوڑا دور

کسکی۔۔۔اسنے جھک کے اسکی سایئڈ پہ رکھی گئی چھوٹی میز کے دراز سے ایک ڈبیہ نکالی وہ سیدھا ہوا اور اس پہ ایک نظر ڈالے کمرے میں رکھی اپنی راکینگ چیئر کی طرف بڑھا گیا وہ جو سانس روکے اسکی کاروائی دیکھ رہی تھی اپنی طرف یرسل کی اٹھتی نظر کو سمجھ نہیں پائی تھی نا سمجھی سے اسکی پشت پہ نظریں ٹکائے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گی تھی جبکہ وہ راکینگ چیئر پہ جھولتا اپنی پشت پہ سارہ کی نظریں وہ باخوبی محسوس کر رہا تھا ہمیشہ کی طرح آج بھی اسکی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی

اسے ابھی جاگنا تھا

کھڑکی سے جانکتے چاند کے سنگ

آسمان پہ چمکتا چاند آج بھی یرسل سکندر کی طرح اداس ہی تھا اسکی بھی خوشیاں یرسل سکندر کی خوشیوں کے سنگ ہی منسوب تھیں

---

www.novelsclubb.com

رات کے آخری پہر سانسوں سے ٹکراتی عجیب سی بو سے وہ نیند سے جاگی کچھ وقت لگا تھا اسے مکمل بیدار ہونے میں بیدار ہوتے ہی جو منظر اسکی آنکھوں نے دیکھا وہ اسے حیرانگی کے سمندر میں غوطہ زن کرنے کے لیے کافی تھا وہ اسکے سامنے راکینگ چیئر پہ بیٹھا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا پورا کمرا سگریٹ کے دھوے کی لپیٹ میں تھا نتھنوں سے

ٹکراتی سگریٹ کی بو سانس لینے میں دشواری کا سبب بن رہی تھی سگریٹ کے دھوے سے اسکی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا تھا سگریٹ کی بو اسکے پھیپھڑیوں کے لیے مضر ثابت ہوئی تھی جس کی وجہ سے شدید کھانسی نے اس پہ حملہ کیا تھا وہ مسلسل اپنی ناک کے سامنے ہاتھ لہراتے کھانسنے لگی تھی کافی دیر کی تگ ودود کے بعد بھی اسے زرا سا بھی فرق محسوس نہیں ہوا تھا وہ اٹھ کے کمرے سے ملحق بالکونی کی طرف بڑھ گی۔۔وہ آج کچھ زیادہ ہی سگریٹ پھونگ گیا تھا جس کا اندازہ اسے سارہ کے مسلسل کھانسنے سے ہوا تھا سارہ کے کمرے سے نکلتے ہی ہاتھ میں سلگایا ہوا سگریٹ اسنے پاس پڑی ایش ٹرے میں مسل دیا کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ بھی ایش ٹرے ہاتھ میں پکڑے بالکونی کی جانب بڑھ گیا وہاں پہ رکھی گی رات کی رانی کے پاس بیٹھ کے اسنے وہی عمل دوہرایا جو وہ ہر رات دوہراتا تھا پہلے تو بس چاند اسے دیکھتا تھا آج اسے سارہ نے بھی گردن موڑ کے دیکھا تھا اسکے راز میں سارہ بھی حصہ دار بن چکی تھی وہ سگریٹ کی راکھ کو دفن کرتے ہی واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ سارہ کی سنجیدہ آواز پہ رک گیا

"آپ سگریٹ کیوں پیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ اب اسکی طرف نہیں دیکھ رہی تھی وہ اپنے سامنے لان میں لگے اونچے درخت کے پتوں کو ہلتے ہوئے دیکھ رہی تھی آواز بلکل سنجیدہ تھی جیسے یرسل سکندر کی سماعتوں نے پہلی دفعہ سننے کا شرف حاصل کیا تھا وہ پلٹا "سکون ملتا ہے۔۔۔۔۔۔" تین الفاظ میں یرسل نے اس کے سوال کا جواب لوٹایا تھا

"وقتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل کے تین الفاظ کے بدلے وہ ایک الفاظ میں اسے بہت کچھ باور کرواگئی تھی

"ملتا تو ہے ناہ چاہے وقتی ہی سہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے فوراً اپنا دفع کیا

مجھے سگریٹ کی بو سے سخت نفرت ہے۔۔۔۔۔۔" وہ اسے ڈائریکٹ سگریٹ پینے سے منع نہیں کر سکتی تھی ابھی یرسل نے اسے یہ حق دیا ہی نہیں تھا اسلیے اسنے انڈائریکٹ طریقے سے اسے منع کرنا چاہا

"پرانی عادتیں بہت پختہ ہوتی ہیں۔۔انہیں آسانی سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔۔لیکن پھر بھی میں کوشش ضرور کروگا۔۔۔۔"

وہ پروفیسر تھا اسکے الفاظ کی ہیرہ پھیری سمجھ گیا تھا

"اندر آجائیں گا یہاں بہت ٹھنڈ ہے۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسے ہدایت دیتا کمرے میں چلا گیا تھا جبکہ وہ وہی کھڑی رہی تھی کافی دیر بعد پھر سے اسکے زہن کے پردوں پہ اسکی دی گی ہدایت گونجی تھی جو یاد آتے ہی اسے ٹھنڈ کا احساس ہوا تھا ہلتے پتوں کو وہی چھوڑے وہ بھی واپس کمرے میں آگی تھی جہاں اب وہ پرسکون سا بے فکر سو رہا تھا وہ یک ٹک اسے دیکھے گی جو سوتے ہوئے بھی بہت پرکشش لگ رہا تھا اس کے چہرے پہ چھائی اداسی دیکھ کہ سارہ کو اس لڑکی سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی جس نے اسے محبت کی راہوں پہ اپنا ہمسفر بنا کہ چھوڑ دیا تھا

صبح وقت پہ ہی اسکی آنکھ کھل گی تھی واشروم کی طرف بڑھتے ہی بے اختیار ہی اسکی نظر بالکونی کی طرف اٹھی تھی جہاں وہ رات کو کھڑی تھی اسنے پورے کمرے میں نظر دوڑائی وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی

"کہاں گئی ہو گی وہ۔۔۔۔۔۔؟" مسلسل یہی سوچتے وہ فریش ہو کہ کیچن کی جانب آگیا تھا جہاں ہر روز کی طرح آج بھی اسنے اپنے باپ اور بھائیوں کے لیے ناشتہ بنانا تھا کیچن کی دہلیز پہ پہنچتے ہی سامنے ہی یرسل کو سارہ نظر آئی جو ڈوپٹہ کمر پہ باندھے آٹا گوندنے میں مصروف تھی اسکے پاس ہی ابلے ہوئے الو پڑے ہوئے تھے جن سے ابھی چھلکا اترانا باقی تھا اسے اپنے کام میں مگن دیکھتے ہی یرسل کو کسی کے کہے گے زہریلے الفاظ سنائی دیے تھے

"تم کیا چاہتے ہو یرسل؟ کہ میں اپنی جوانی تمہارے باپ اور بھائیوں کے کھانے پکانے اور دھونے میں گزار دو۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

اسنے سر جھٹکا وہ اسکی مزید کسی بات کو یاد نہیں کرنا چاہتا تھا

"ہم اتنا ہیوی ناشتہ نہیں کرتے مادام۔۔۔۔۔" وہ وہاں پہ موجود چیزیں دیکھ کے سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا بنانے والی ہے

"پہلے کوئی تھی نہیں جو بنا کہ دیتی اسلیے کوئی بھی نہیں کرتا تھا لیکن آج جب بنا ہو گا تو سب کریں گے۔۔۔۔۔۔" وہ آٹا گوند چکی تھی نفاست سے آٹے کو دوسرے برتن میں ڈالے وہ ہاتھ دھونے سنک کی جانب بڑھی

"آپ کو ضرورت نہیں تھی یہ محنت کرنے کی۔۔۔ویسے بھی آپ دلہن ہے جہاں تک میں نے سنا ہے جب تک دلہن کی مہندی نہیں اترتی وہ کیچن میں داخل نہیں ہوتی۔۔۔۔" وہ منع کر رہا تھا اسے۔۔اسکا کام کرنا اسے اچھا نہیں لگا تھا کیوں؟ وہ خود نہیں جانتا تھا یا پھر اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ ان کی عادتیں بگاڑ کے ویا آفان کی طرح چھوڑ کے چلی نا جائے

"میرے ہاتھوں پہ تو مہندی لگی ہی نہیں ہے جس کے اترنے کا میں انتظار کرتی۔۔۔۔۔" سارہ کے کہنے پہ یرسل کی نگاہوں نے اسکے ہاتھوں کو دیکھا واقعی اسکے ہاتھ پہ مہندی نہیں لگی ہوئی تھی ہاتھ بلکل صاف تھے اور کلائیاں بھی بلکل خالی تھیں بس بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی میں اسنے تین چھوٹے سرخ رنگ کے پتھروں والی آنگھوٹی پہن رکھی تھی جو ترتیب وار ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے تھے وہ تین پتھروں والی آنگھوٹی اسکے صاف دودھیا ہاتھ پہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی

"آپ آئندہ ایسا کچھ بھی مت کیجیئے گا میں نہیں چاہتا کہ آپ میرے بھائیوں کی عادتیں بگاڑ کے پھر انہیں چھوڑ کے چلی جائیں۔۔۔۔۔"سارہ کو کام کرتے دیکھ کہ جس اعتراض نے سر اٹھایا تھا وہ یرسل سکندر کے لبوں تک آ ہی گیا تھا

"میں سارہ یوسف ہوں جیسے آپ ابھی جانتے نہیں ہیں پروفیسر صاحب۔۔اسلیے مجھے بنا جانے کسی دوسرے کے ساتھ مت ملائے۔۔۔۔۔۔"وہ ابلے ہوئے الو سے چھلکا اترانے لگی تھی جبکہ وہ لاجواب سا برتن دھونے لگ گیا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"بے غیرتوں اٹھ جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔"

سکندر صاحب جو مسجد سے آتے ہی کیچن کی طرف بڑھے تھے وہاں سارہ اور یرسل کو بات کرتا دیکھ کے وہ ان تینوں کے کمرے میں آ گئے تھے جہاں وہ دنیا سے غافل ابھی تک سوئے ہوئے تھے

"کبھی اس خدا کو بھی یاد کر لیا کرو جس نے تمہیں اس زندگی سے نوازہ ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ ان تینوں کے سرہانے کھڑے انہیں شرم دلا رہے تھے لیکن ان پہ تو زرا سا بھی اثر نہیں ہوا تھا

"اٹھ رہے ہو یا پھر آج تم تینوں کو اس کمرے میں بند کر دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

ان کی دھمکی پہ تینوں ہڑ بڑا کے اٹھے تھے کمرے میں بند ہونے کا مطلب تھا ایک دن کے لیے خدا کی پیدا کی گی مخلوق کو اپنی کارستانیوں سے بخش دینا۔۔۔جو وہ بلکل بھی نہیں چاہتے تھے اور سکندر صاحب کی دھمکی،،دھمکی نہیں ہوتی تھی وہ بھی انہیں کے باپ تھے جو کہتے تھے وہ کر گزرتے تھے

"سکندر صاحب اب آپ جوان اولاد کو کمرے میں بند کرے گے۔۔۔۔۔۔۔"اس جملے کی توقع مستقبل کے سکندر بھاداؤد سکندر سے ہی کی جاسکتی تھی جبکہ باقی دونوں نیند کو بھگانے کے چکر میں اپنی آنکھوں کو مسل رہے تھے

"جوان اولاد ایسے کام ہی نا کرے جن کی وجہ سے انہیں کمرے میں بند کرنے کی نوبت آئے۔۔۔پندرہ منٹ ہے تم تینوں کے پاس۔۔شرافت سے ناشتے کی ٹیبل پہ حاضر ہو جانا ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔"ان کا ورنہ کہنا ان تینوں کے لیے ہمیشہ بری خبر ہی لاتا تھا

"ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔؟"وہ تینوں یک دم سنجیدہ ہوئے تھے

"ورنہ الو کے پراٹھے بھول جانا۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ زو معنی انداز میں کہتے ہوئے مسکرائے

"الو کے پراٹھے۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ ایک ساتھ بے یقینی سے چلائے۔۔

ان کی ماں کے گزر جانے کے بعد پہلی دفعہ کوئی الو کے پراٹھے بنا رہا تھا بے یقین ہونا تو بنتا تھا ناہ۔۔۔ایک دفعہ انہوں نے ضد کر کے یرسل سکندر سے بنوائے بھی تھے وہ الو کے پراٹھے کم الو کی بھجیا زیادہ بنے تھے تب سے انہوں نے دوبارہ فرمائش نہیں کی تھی کل باتوں ہی باتوں میں سکندر صاحب نے سارہ کو بتایا تھا تبھی ہی ان کی خوشی کی خاطر سارہ نے آج ناشتے میں الو کے پراٹھے بنانے کو ہی ترجیح دی تھی

"چاقو والی باجی بنا رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"موحد نے آنکھوں میں اشتیاق لیے پوچھا

"ابے کھانے کے دیوانے وہ چاقو والی باجی تیری کچھ لگتی بھی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دمیر نے اسے لتاڑا

"بے غیرتوں یہی ٹائم ضائع کر دو۔۔۔۔۔۔پھر بھول جانا الو کے پراٹھے۔۔۔۔۔۔۔۔"سکندر صاحب جا چکے تھے ان کے الفاظ داؤد سکندر نے دوہرائے تھے

www.novelsclubb.com

"یہ بے غیرت کیسے کہہ رہا ہے تو۔۔۔۔سالے روک تجھے بتاتا ہو میں۔۔۔۔۔۔۔" دمیر اسکی جانب بڑھا لیکن اسکے اپنی طرف بڑھنے سے پہلے ہی وہ واشروم میں گھس گیا ۔۔وہی سے ہانک لگائی تھی اسنے

"بے غیرت کو بے غیرت ہی کہوں گا ناہ تجھ جیسے کو اب غیرت مند کہنا بھی غیرت مندوں کی توہین ہے۔۔۔۔۔۔"

"تو باہر نکل پھر تجھے بتاتا ہو کون ہے بے غیرت ہے اور کون ہے غیرت مند۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسے وہی چھوڑے وہ دونوں کمرے سے باہر نکل آئے تھے جانتے تھے وہ ٹائم سے پہلے باہر نہیں نکلنے والا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"آپ کی منزل آگی میڈم۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ٹیکسی میں سوار تھی اسکی منزل کے قریب روکتے ہی ٹیکسی والے نے اسے مخاطب کیا ٹیکسی والا لگ بھگ چالیس سال کا خوبرو مرد تھا۔۔وہ باہر نکل آئی ٹیکسی والا بھی باہر نکالا اور اسکا سامان ڈکی میں سے نکالنے لگا وہ اپنے چار سو بڑھے اشتیاق سے نگاہیں گھوما رہی تھی ایک عجیب سا سکون تھا جو یہاں کی فضا میں سانس لینے سے اسکے اندر سرائیت کر رہا تھا یہاں سے اسنے چل کے پیدل جانا تھا اپنے محبوب کے ہجرے تک۔۔۔

"میڈم آپ نے کرایہ ابھی ادا نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اپنا سامان لیے آگے بڑھ گی تھی لیکن ٹیکسی والی کی پکار پہ اسے واپس آنا پڑا وہ پر جوش ہی اتنا تھی کہ کرایہ دینا بھول گی تھی

"سوری سر۔۔۔۔ایکچوئلی مجھے جانے کی جلدی تھی اس لیے یاد نہیں رہا۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ شرمندہ ہوئی تھی اپنی حرکت پہ

آتے وقت اسنے پاکستانی کرنسی اپنی کوٹ کی جیب میں ڈالی تھی اسنے جیب سے پیسے نکالنے کے لیے ہاتھ ڈالا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا اسکی آنکھیں پھیلی اسے اچھی طرح یاد تھا اسنے پیسے ڈالے تھے لیکن اب وہاں کچھ بھی نہیں تھا اسنے فکر مندی سے ٹیکسی والے کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا

"میرے پاس پیسے تھے اب پتا نہیں وہ کہاں گے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"میڈم آپ کو کرایہ دیے بنا میں جانے نہیں دوگا۔۔۔اسلیے یہ ناٹک نہیں کریں میرے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔"

"نہیں میں سچ کہہ رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔"وہ سامنے والے کی نظروں سے بوکھلا رہی تھی اسنے کوٹ کی دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا جہاں اسنے ائیر پورٹ کے احاطے میں موبائل ڈالا تھا اس امید سے کہ شاید اس میں مل جائیں لیکن اس میں تو اسکا موبائل بھی نہیں تھا وہ صیح معنوں میں پریشان ہوئی تھی وہ ہینڈ بیگ نہیں رکھتی تھی کیونکہ اسے ڈر ہوتا تھا کہ کوئی اسکا ہینڈ بیگ چھین نا لے اس لیے وہ اپنی ضرورت کی چیزیں اپنے کوٹ کی جیب میں ہی رکھتی تھی لیکن اب تو اس میں سے بھی اسکے پیسے اور موبائل غائب تھا صرف ایک کارڈ اور گلاب کا پھول تھا جو اسے ابراہیم نے دیا تھا اسنے کارڈ باہر نکالا یہ

سوچ کہ شاید اس سے کچھ مدد مل جائے کارڈ کو آنکھوں کے سامنے کرتے ہی اسکی آنکھیں مزید پھیلی تھیں

"راہ چلتے اجنبی راہ گیر کی باتوں پہ کان مت دھرے اپنی چیزوں کی خفاظت خود کرے "

شکریہ (محمد ابراہیم غازان)

کارڈ پہ لکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی دو ایموجی بنے ہوئے تھے جو اسے منہ چڑاہ رہے تھے وہ منہ چڑاتے ایموجی اسے زہر لگے تھے

وہ تینوں وقت پہ ہی ناشتے کی ٹیبل پہ پہنچ چکے تھے سر براہی کرسی پہ سکندر صاحب بیٹھے اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے ان کے دائیں طرف یرسل سکندر بیٹھا تھا جبکہ وہ تینوں ان کے بائیں طرف بیٹھ گے تھے ٹیبل پہ ناشتے کا سارا سامان موجود تھا بس پراٹھے رہ گے تھے جو سارہ لینے گی تھی

"آج تو بہت اچھی خوشبو آرہی ہے۔۔۔۔۔" بیٹھتے ساتھ ہی داؤد نے پیش گوئی کی تھی

''ظاہر سی بات ہے گھر میں نئے لوگ آئے ہیں خوشبوؤں بھی تو آنی تھی ناہ۔۔۔۔۔۔''سکندر صاحب نے سارہ کو دیکھتے ہوئے محبت سے بھرپور لہجے میں کہا جو پراٹھوں والا ہاٹ پاٹ اٹھے ان کی طرف بڑھ رہی تھی اخبار انہوں نے فولڈ کر کے سامنے ٹیبل پہ رکھ دی

''میری دعا ہے کہ یہ نئے لوگ ہمیں چھوڑ کے نا جائیں۔۔۔۔۔۔۔''موحد کے کہنے پہ سب نے امین کہا سوائے یرسل کے

''فکر نہیں کرو موحد اتنی آسانی سے تم لوگوں کو چھوڑ کے جانے والی نہیں ہو میں ۔۔۔۔۔۔''وہ موحد کی بات سن چکی تھی اسلیے ہنستے ہوئے اسنے موحد کو تسلی دی سب مسکرا دیے تھے سوائے ایک شخص کے جو کہ شاید مسکرانا بھول ہی چکا تھا

''آپ لوگ شروع کریں میں چائے لے کے آتی ہو۔۔۔۔۔۔''وہ واپس کیچن میں چلی گی تھی جبکہ پیچھے ان سے صبر نہیں ہوا تھا وہ پراٹھوں پہ ٹوٹ پڑے تھے جب وہ چائے لے کے واپس آئی تب خالی ہاٹ پاٹ اسے منہ چڑا رہا تھا بس ایک پراٹھا بچا تھا جو یرسل سکندر کی پلیٹ میں تھا جس سے وہ آہستہ آہستہ نوالے توڑ کے کھا رہا تھا

''بھابھی قسم سے آج ناشتہ کر کے دل خوش ہو گیا۔۔۔۔۔۔''دمیر کے لہجے سے ہی خوشی محسوس ہو رہی تھی سب کو

"بیٹا یہ آپ کا انعام۔۔۔۔۔۔۔" وہ سکندر صاحب کے آگے چائے رکھ رہی تھی جب انہوں نے کچھ پیسے اسکی طرف بڑھائے وہ کشمکش کا شکار ہو گئی تھی کہ آیا پکڑے یا نا ہ پکڑے

"بیٹا پکڑ لیں پہلی دفعہ آپ نے ناشتہ بنایا ہے آپ کا انعام ہے یہ۔۔۔۔۔۔" انہوں نے اصرار کیا

"لے لیں چاقو والی باجی یہ روز روز نہیں ملتا۔۔۔۔۔۔۔" موحد نے بڑے پتے کی بات کی تھی سارہ نے پیسے پکڑ لیں اور یرسل سکندر کے ساتھ والی چیئر پہ جا کہ بیٹھ گی پراٹھے تو ختم ہو گے تھے اب اس نے خالی چائے کے ساتھ ہی گزارہ کرنا تھا سکندر صاحب نے پھر سے اخبار اٹھالی تھی جبکہ وہ تینوں چائے پینے میں مصروف ہو چکے تھے وہ چائے کا گھونٹ بھرنے ہی لگی تھی کہ یرسل نے اپنی سامنے رکھی ہوئی پراٹھے والی پلیٹ اسکی طرف کسکائی سارہ نے حیرت سے اسے دیکھا اسے اسکی توقع یرسل سے ہر گز بھی نہیں تھی

www.novelsclubb.com

"تمہارا ناشتہ۔۔۔۔۔۔" سارہ کے دیکھنے پہ اسنے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکی توجہ پراٹھے کی طرف مبذول کروائی اور خود بے نیازی سے چائے کے گھونٹ بھرنے لگا ٹھیک ہے وہ اس سے محبت نہیں کرتا تھا

لیکن اسنے اس سے نکاح تو کیا تھا نا ہ

بیوی کا درجہ تو دیا تھا ناہ

وہ اسے محبت نہیں دے سکتا تھا

لیکن اسکا خیال تو رکھ سکتا تھا ناہ

اسکی عزت تو کر سکتا تھا ناہ

وہ پروفیسر تھا وہ اپنے فرائض باخوبی نبھانا جانتا تھا

وہ اپنی محبت کے غم میں سارہ سے اسکے حقوق نہیں چھین سکتا تھا

سارہ کے دل نے اسکی اس حرکت کو سراہا تھا وہ مسکرائی تھی دل سے

وہ خوش تھی بہت خوش

اسکی محنت رائیگاں نہیں گی تھی

اسکا اجر اسے مل گیا تھا

بابا کی وفات کے بعد کبھی یوں اسنے راغبت سے کھانا نہیں کھایا تھا

آج کے کھانے کی تو بات ہی نرالی تھی

www.novelsclubb.com

"محمد ابراہیم غازان اللہ پوچھے تجھے۔۔۔۔۔۔۔" وہ رونے والی ہو چکی تھی

"میڈم جلدی کریں مجھے واپس بھی جانا ہے۔۔۔۔۔۔۔" ٹیکسی والے کا لہجہ سخت ہو چکا تھا جب کے اسے تو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے اسنے سر اٹھا کہ مدد طلب

نظروں سے آسمان کی طرف دیکھا تبھی کوئی شخص ان کے پاس سے گزرا تھا اسنے جلدی سے اس شخص کی طرف دیکھا شاید اس سے ہی کوئی مدد مل جائے

"بات سنے۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ جو آگے بڑھ رہا تھا اپنے پیچھے سے آتی نسوانی آواز پہ مڑا وہ یرسل تھا یرسل سکندر

وہ اسے پہچان گی تھی

"یرسل بھائی۔۔۔۔۔۔"وہ خوشی سے چلائی

الارا تم یہاں پاکستان میں۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ بھی اسے پہچان گیا تھا خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ وہ اسکی طرف بڑھا اور اسکے سر پہ پیار سے ہاتھ رکھا

"شکر ہے بھائی آپ آگئے۔۔۔۔۔۔۔"یرسل کو دیکھتے ہی اسکی پریشانی اڑن چھو ہو گی تھی

"کوئی پریشانی ہے۔۔۔۔۔۔۔؟"

"ہاں بھائی۔۔۔۔ سر کا کرایا دینا ہے پر میرے پاس پیسے نہیں ہیں ائیر پورٹ پہ چوری ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"اپنے ساتھ ہوا حادثہ یاد آتے ہی وہ پھر سے افسردہ ہو گی تھی

"کوئی بات نہیں یہ تو ہوتا رہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔کتنے پیسے ہیں آپ کے بھائی۔۔۔۔۔" اسے تسلی دیتے ہوئے وہ ٹیکسی والے کی طرف متوجہ ہوا

"پانچ ہزار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یہ لیں۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے والٹ سے نکال کے پانچ ہزار کا نوٹ اسکی طرف بڑھایا جیسے لیتے ہی وہ وہاں سے نودو گیارہ ہوا تھا اس کے جاتے ہی وہ پھر الارا کی طرف متوجہ ہوا

"آپ کو بتا کہ آنا چاہیے تھا الارا تا کہ آپ کو یوں پریشانی کا سامنا ناہ کرتا پڑتا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"میں تو سرپرائز دینا چاہتی تھی آپ لوگوں کو پر یہاں تو مجھے ہی مل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"آپ گھر کا راستہ بھولی تو نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔" آج سے سات سال پہلے وہ یہاں آئی تھی اور یہی اپنا دل کسی کہ حوالے کر کے واپس چلی گی تھی

"نہیں یرسل بھائی سب یاد ہے مجھے۔۔۔۔۔۔۔" وہ بھلا کیسے محبوب کے کوچوں کو بھول سکتی تھی

"تو پھر آپ گھر چلی جائیں گی ناہ؟ ایکچوئلی مجھے آج کالج ٹائم سے پہلے جانا تھا لیکن پھر بھی میں لیٹ ہو چکا ہو مزید کی گنجائش نہیں ہے اب۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کوئی بات نہیں بھائی آپ جائیں میں چلی جاؤں گی ڈونٹ واری۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ مسکرا کے گویا ہوئی

"ٹھیک ہے پھر رات کو ملتے ہیں الارا التمش۔۔۔۔۔۔" وہ اسکا گال تھپکتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جو وہی تھوڑے سے فاصلے پہ کھڑی تھی

اسکے جاتے ہی الارا التمش نے بھی اپنی قدم محبوب کے کوچے کو جاتی گلیوں کی طرف موڑ دیے تھے

چہرے پہ مسکراہٹ تھی

آنکھوں میں محبوب کو دیکھنے کی چمک تھی

دل بے قرار تھا

قدموں میں تھوڑی لڑکھڑاہٹ بھی تھی

لیکن پھر بھی وہ ہواؤں کے سنگ آگے بڑھتی ہی جا رہی تھی

وہ محبت کی شہزادی اپنی محبت کو پانے کے لیے وہاں آئی تھی

کیا وہ اپنی محبت حاصل کر پائے گی؟

یا یوں ہی بے مراد لوٹا دی جائے گی؟

وقت سے پہلے کہاں آشکار ہونا تھا یہ

نیلے آسمان تلے اس پل سکندر زولا کے وسیع و عریض رقبے پر پھیلے سرسبز لان کی اندرونی عمارت کی طرف جاتی سفید روش پر وہ شہزادیوں جیسی آن رکھنے والی محبت کی دیوی اپنا ہر قدم پھونک پھونک کے رکھ رہی تھی اسکے چلنے سے اسکی ہیل کی ٹک ٹک وہاں پہ چھائی خاموشی میں جلترنگ سا بکھر رہی تھی سکندر زولا میں اسکی آمد پہ لان میں لگا سرسبزہ ہوا کے دوش پہ جھوم اٹھا تھا اسی وقت سکندر زولا کی اندرونی عمارت سے وہ نکلا تھا موبائل کان سے لگائے کسی کو ہدایت دیتا وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا جیسے ہی اسکی نظر اپنی طرف بڑھتی محبت کی شہزادی کی طرف اٹھی تھی اسکے قدموں کی رفتار سست پڑی تھی آنکھیں ساکت ہوئی تھیں پلک جھپکانا تو وہ بھول ہی گیا تھا۔۔۔اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کے الارا کی بھی حالت اس سے کچھ کم نہیں تھیں وہ دونوں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھتے ایک دوسرے کے مقابل آ کھڑے ہوئے تھے ان کے درمیان چند قدموں کا فاصلہ تھا وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے آس پاس کی دنیا کہیں پس منظر میں چلی گی تھی

www.novelsclubb.com

وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے

الارا کی آنکھوں میں چمک تھی

جبکہ اسکی آنکھوں میں حیرانگی

الارا مسکرا رہی تھی جبکہ وہ حیرانگی سے اسے تک رہا تھا

دونوں کے تاثرات متضاد تھے

دونوں ایک دوسرے کو پہچان گے تھے

دونوں ایک ہی منزل کے مسافر تھے

آخر کیسے ناہ ایک دوسرے کو پہچانتے؟؟

ان کی کھوئی دنیا میں تھوڑی سی ہلچل ہوئی تھی الارا نے اپنی کفیت پہ قابو پاتے گلاب کا پھول اسکی طرف بڑھایا

"شادی کروں گے مجھے سے۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟"

وہ گلاب کا پھول اسکی طرف بڑھائے پوچھ رہی تھی اسکی آواز سحر انگیز تھی وہاں چھائی خاموشی میں اسکی آواز گٹار کی تاروں سے نکلے سروں جیسی تھی اسکی آواز فضاؤں میں گونجتے ہی ہوا کی رفتار تیز ہوئی تھی ہوا نے ان پر سرخ پھولوں کی پتیاں نچھاور کی تھیں دونوں کے ماتھے پہ بکھرے بال ہوا کی رفتار پہ لہرائے تھے وہ جو پہلے ہی وہاں اسکی اچانک موجودگی پہ حیران کھڑا تھا اس کی اس حرکت پہ مدہوش ہونے لگا تھا کان سے لگایا ہوا موبائل مدہوشی میں اسکے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین بوس ہوا تھا موبائل ٹوٹنے کی آواز فضاؤں کے سنگ دور تک گونجی تھی پھر بھی ان پہ طاری محبت کا سحر ٹوٹا نہیں تھا وہ یوں ہی کھڑے رہے تھے

ایک دوسرے میں مگن

ایک دوسرے کی ذات میں کھوئے

جاری ہے

چوتھی قسط

دل ہی کافی ہے تیرا میرے رہنے کے لیے
تو ضروری سا ہے مجھ کو زندہ رہنے کے لیے

نیلے آسمان تلے اس پل سکندر زولا کے وسیع و عریض رقبے پر پھیلے سرسبز لان کی اندرونی عمارت کی طرف جاتی سفید روش پر وہ شہزادیوں جیسی آن رکھنے والی محبت کی دیوی اپنا ہر قدم پھونک پھونک کے رکھ رہی تھی اسکے چلنے سے اسکی ہیل کی ٹک ٹک وہاں پہ چھائی خاموشی میں جلترنگ سا بکھر رہی تھی سکندر زولا میں اسکی آمد پہ لان میں لگا سرسبزہ ہوا کے دوش پہ جھوم اٹھا تھا اسی وقت سکندر زولا کی اندرونی عمارت سے وہ نکلا تھا موبائل کان سے لگائے کسی کو ہدایت دیتا وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا جیسے ہی

اسکی نظر اپنی طرف بڑھتی محبت کی شہزادی کی طرف اٹھی تھی اسکے قدموں کی رفتار سست پڑی تھی آنکھیں ساکت ہوئی تھیں پلک جھپکانا تو وہ بھول ہی گیا تھا۔۔۔اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کے الارا کی بھی حالت اس سے کچھ کم نہیں تھیں وہ دونوں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھتے ایک دوسرے کے مقابل آ کھڑے ہوئے تھے ان کے درمیان چند قدموں کا فاصلہ تھا وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھے جا رہے تھے آس پاس کی دنیا کہیں پس منظر میں چلی گی تھی

وہ ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے

الارا کی آنکھوں میں چمک تھی

جبکہ اسکی آنکھوں میں حیرانگی

الارا مسکرا رہی تھی جبکہ وہ حیرانگی سے اسے تک رہا تھا

دونوں کے تاثرات متضاد تھے

www.novelsclubb.com

دونوں ایک دوسرے کو پہچان گے تھے

دونوں ایک ہی منزل کے مسافر تھے

آخر کیسے نا وہ ایک دوسرے کو پہچانتے؟؟

ان کی کھوئی دنیا میں تھوڑی سی ہلچل ہوئی تھی الارا نے اپنی کفیت پہ قابو پاتے گلاب کا پھول اسکی طرف بڑھایا

"شادی کروں گے مجھے سے۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟"

وہ گلاب کا پھول اسکی طرف بڑھائے پوچھ رہی تھی اسکی آواز سحر انگیز تھی وہاں چھائی خاموشی میں اسکی آواز گٹار کے تاروں سے نکلے سروں جیسی تھی اسکی آواز فضاؤں میں گونجتے ہی ہوا کی رفتار تیز ہوئی تھی ہوا نے ان پر سرخ پھولوں کی پتیاں نچھاور کی تھیں دونوں کے ماتھے پہ بکھرے بال ہوا کی رفتار پہ لہرائے تھے وہ جو پہلے ہی وہاں اسکی اچانک موجودگی پہ حیران کھڑا تھا اس کی اس حرکت پہ مدہوش ہونے لگا تھا کان سے لگایا ہوا موبائل مدہوشی میں اسکے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین بوس ہوا تھا موبائل ٹوٹنے کی آواز فضاؤں کے سنگ دور تک گونجی تھی پھر بھی ان پہ طاری محبت کا سحر ٹوٹا نہیں تھا وہ یوں ہی کھڑے رہے تھے

ایک دوسرے میں مگن

ایک دوسرے کی ذات میں کھوئے

www.novelsclubb.com

نظرین پاکستان میں ہوئے تازہ تازہ واقعے سے آپ کو آگاہ کرتے چلے ایک لڑکی سر عام ایک لڑکے کو پھول دے رہی ہے جس کا مطلب صاف نظر آرہا ہے کہ وہ اسے پرپوز کر رہی ہے۔۔ کیا پاکستان اتنا ہی ماڈرن ہو چکا ہے کہ ایک لڑکی گھر میں گھس کے لڑکے کو پرپوز کرے گی۔۔۔ کہاں ہے پاکستان کی سوئی ہوئی عوام۔۔۔ اگر پاکستان کی عوام

چاہتی ہے کہ ان کی نوجوان نسل اس طرح کے سانحے سے بچی رہے تو فوراان دونوں لیلی مجنوں کی جوڑی کے خلاف ایکشن لیا جائے۔۔۔"

ان پہ طاری محبت کا سحر اچانک وہاں گونجنے والی اینکر کی آواز پہ ٹوٹا تھا وہ دونوں ہوش میں آئے تھے الارا کو اپنی بے اختیاری پر شدید غصہ آیا تھا وہ کیسے بھول سکتی تھی انہیں جو سکندرز ولا میں آفت کے نام سے جانے جاتے تھے موحد کو چلاتے دیکھ کے اسکے دل نے شدت سے خواہش کی تھی کہ وہ پلک جھپکنے سے پہلے وہاں سے غائب ہو جائے

"مستقبل کے سکندر بھا کہاں ہیں آپ۔۔۔آپ ہی کے گھر میں یہ رومانٹک سین دیکھنے کو ملا ہے۔۔۔اب کیا آپ کی عدالت لیلی مجنوں کے خلاف کوئی کاروائی کرے گی یا پھر بچوں کی نادانی سمجھ کے یہ معملاد بادیا جائے گا۔۔۔۔۔"

موحد ایک ہاتھ کا مائیک بنا کہ اور دوسرا ہاتھ لڑاکا عورتوں کی طرح ناچا ناچا کر چلا رہا تھا

"موحد دیکھ میرے چھوٹے سکندر مت چلا کیوں محلہ اکٹھا کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

دمیر نے آگے بڑھ کے اس کے منہ پہ ہتھیلی جما کے منت امیز لہجے میں اسے منع کیا لیکن وہ بھی موحد تھا ایسے کیسے چپ ہو جاتا

"نظرین ایک دفعہ پھر سے آپ کو بتاتے چلیں۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اس سے دور ہٹ کہ پھر سے شروع ہو چکا تھا اندر سارہ کے ساتھ کیچن سمیٹتا داؤد سارا کام وہی چھوڑے موحد کے چلانے پہ سارہ کو بھی لیے باہر آگیا

"تو جی نظرین سکندر بھاوردات کی جگہ پہنچ چکے ہیں دیکھتے ہیں کہ اب وہ کیا ریکشن دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔" اسنے داؤد کو دیکھتے ہوئے پنتر ابدلہ الارا اور دمیر مجرموں کی طرح کھڑے سکندر بھا کے فیصلے کے منتظر تھے

"تو جی سکندر بھا اب آپ کیا کہے گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" موحد نے ہاتھ کا بنا مائیک داؤد کے آگے کیا داؤد سب جان چکا تھا اور سارہ تو بس الارا کو نظروں کے حصار میں لیے کھڑی تھی

"ساری صورت حال کے پیش نظر ان دونوں کو رات کے وقت کمرہ عدالت میں پیش کیا جائے وہی پہ فیصلہ سنایا جائے گا ابھی ہمیں علم کی تلاش میں نکلنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد نے اپنے سامنے کھڑے مجرموں پہ ایک تیکھی نگاہ ڈال کے اپنی سلطنت کے بادشاہ کی طرح گردن اکڑا کے حکم صادر کیا

"باندی آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس امریکی لڑکی کو رات تک کمرے میں یرغمال بنا دیا جائے۔۔۔۔" موحد نے اینکر کا عہدہ چھوڑتے ہوئے وزیر کے عہدے پہ فائز ہو کر پاس کھڑی سارہ کو حکم دیا

"آؤ۔۔۔۔۔۔" سارہ نے زرا فاصلے پہ کھڑی الارا کو اندر آنے کی دعوت دی اتنا وہ سمجھ ہی چکی تھی کہ وہ مہمان ہے الارا سارہ کے سنگ اندر کی جانب بڑھ گی جبکہ دمیر نے اپنا زمین پہ پڑا ٹوٹا ہوا موبائل اٹھاتے ہی باہر کی جانب ڈور لگائی تھی وہ ابھی ایسی

پوزیشن میں ہی نہیں تھا کہ ان دونوں کو سب کلئیر کر دیتا اسنے بزدلوں کی طرح کنی کترا کے بھاگ جانا ہی بہتر سمجھا

پیچھے وہ دونوں بھی آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھاتے علم کی تلاش میں نکل گے تھے

دیکھو!!!!زندگی کی کتاب میں

ماضی کے ابواب کے

اوارق پھڑ پھڑا رہے ہیں

سمجھو!!!وہ کیا کہنا چاہ رہے ہیں

وہ بھولا رہے ہیں

مجھ کو تم کو ہم سب کو

کہ آؤ تم بھی جانو

کیسے یرسل سکندر کی چاہت اس سے دور ہوئی

کیسے ایک بے بنیاد بات کو وجہ بنا کہ

اس کی محبت کو بے مول کر دیا گیا

www.novelsclubb.com

آج آسمان پہ بادلوں کی راج دھانی تھی بادل برسنے کو بے تاب تھے کسی وقت بھی وہ زمین کو بھی اپنی راج دھانی میں لے سکتے تھے اسی ڈر سے ہی وہ اپنی دوست کا ہاتھ پکڑے یونیورسٹی کے کھلے راستوں پہ بھاگنے کے انداز میں چل رہی تھی ایک ہاتھ سے اسنے اپنی کتاب کو سینے سے لگا رکھا تھا کتاب میں رکھے سفید صفحے جو کہ شاید اسکی اسائنمنٹ تھیں وہ کتاب سے جھانکتے اپنی موجودگی کی اطلاع دے رہے تھے اسکے دائیں کندھے پہ اسکا بیگ جھول رہا تھا بیگ کی زیپ پہ خوبصورت سلور رنگ کی کی چین لٹک رہی تھی جس کے اوپر حرف تہجی کا وی کند کیا گیا تھا لمبے کالے بال سامنے سے مانگ نکال کے پیچھے کمر پہ کھولے چھوڑ دیے گے تھے جو کہ ہوا کی زیادتی سے لہرا رہے تھے گردن سے لپیٹا ڈوپٹہ بھی بالوں کا ساتھ دے رہا تھا اسنے فیروزی پھول دار قمیض کے نیچے سفید کیپری پہنی ہوئی تھی جو کہ اسکے نازک سراپے پہ بہت جچ رہی تھی

"مریم یار رر جلدی چلو بارش شروع ہو جائے گی ہمیں اسائنمنٹ جمع کروا کے فوراً نکلنا ہے۔۔۔۔۔" اسنے اپنی پیچھے چلتی دوست کو گردن موڑے تیزی سے چلنے کی ہدایت دی

"چل تو رہی ہوں اب اور کتنا تیز چلو۔۔۔۔۔۔۔" مریم نے دہائی دینے والے انداز میں کہا اسکی دہائی دینے پہ وہ مسکرائی وہ گردن سیدھی کرنے ہی لگی تھی کہ سامنے سے

آتی کسی چیز سے ٹکرائی اسکے ٹکراتے ہی اسکے سینے سے لگی کتاب زمین بوس ہوئی تھی کتاب سے جانکتے سفید صفحے بکھر گے تھے

"اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" بے ساختہ اسکی زبان سے پاک ذات کا نام نکلا تھا بنا ٹکرانے والے کو دیکھے وہ نیچے جھکی اپنی کتاب اور اس سے نکلے صفحوں کو اٹھانے کے لیے ۔۔۔صفحے سمیٹتے ہوئے اسکی نظر دو سفید جا گرز پہ پڑی تھی جلدی سے سب سمیٹتے وہ اس کے مقابل کھڑی ہوئی جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی سفید شرٹ کا حشر دیکھ رہا تھا اسکے ایک ہاتھ میں کافی کا کپ تھا اور دوسرے ہاتھ میں موبائل اسکے ٹکرانے سے کپ میں سے کافی چھلک کے اسکی سفید شرٹ داغ دار کر گی تھی

"آر یو بلائنڈ۔۔۔۔۔۔؟؟" وہ غصے کی شدت سے ہوئی بھاری آواز میں چلایا

"ائم سوری۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے فوراً معذرت کی

"واٹ سوری۔۔۔۔۔۔۔۔ میری اتنی مہنگی شرٹ کا تم نے ستیاناس کر دیا۔۔۔۔۔۔ چلنے کے سینس نہیں ہے تم میں۔۔۔"

غصے سے سرخ ہوتی اسکی سفید رنگت دل موہ لینے کے لیے کافی تھی اوپر سے اسکی شعلے برساتی سیاہ آنکھیں قیامت کا سا منظر پیش کر رہی تھیں

"مائینڈ یور لینگوئج مسٹر۔۔۔۔ میں اس قسم کے لہجے سننے کی عادی نہیں ہو۔۔۔ مجھے چلنے کے سینس نہیں ہیں آپ کو تو ہونے چاہیے تھے ناہ۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ میٹھے لہجے میں

بولنے والی سخت لہجے کہاں سننے کی عادی تھی اسکی بھی سیاہ آنکھوں میں غصہ سمونے لگا تھاالبتہ لہجہ ٹھہرا ٹھہرا سا تھااسکے لہجے میں مٹھاس تھی جو کہ وہ غصہ ہونے کے باجود بھی کڑواہٹ میں بدل نہیں پائی تھی۔۔۔انداز میں سرد مہری ہی تھی۔۔۔۔۔۔اسکے میٹھے لہجے نے سامنے والے کواسے دیکھنے پہ مجبور کیا تھاخوبصورتی سے تراشی گئی سیاہ بھنوؤں تلے سیاہ آنکھوں میں ہلکورے لیتاہلکاہلکاسا غصہ،ان کے نیچے کھڑی مغرور ناک جو کہ اسکے مہرون رنگ سے سجے گے ہونٹوں پہ بچ رہی تھی سامنے والی کی دھڑکنوں میں انتشار پیدا کر گی تھی

"غلطی آپ کی ہے آپ کو دھیان سے چلنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔"دھڑکنوں کوان کے حال پہ چھوڑے اسنے اپنالہجہ نارمل کیا تھا کوئی شک نہیں تھاخوبصورتی کے دیوانے کو وہ مٹھاس لہجے والی بھاء گی تھی

"میں سوری کہہ چکی ہوں۔۔۔۔۔۔"اسکے انداز میں بھی چھائی سرد مہری ہٹنے لگی تھی

www.novelsclubb.com

"اور میں آپ کی سوری قبول کرتاہو۔۔۔۔۔۔"وہ مسکرایہ اس کی مسکراہٹ عجیب سی تھی یرسل سکندر کی مسکراہٹ سے بہت مختلف

"آپ کی نوازش۔۔۔۔۔۔۔"اسے کہتے ہوئے وہ سائیڈ سے گزرنے ہی لگی تھی کہ وہ فوراً بول اٹھا

"کین آئی نو یور گڈ نیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟"

"شیور مائی گڈ نیم از ویا آفان۔۔۔۔۔۔۔" ایک خاص انداز سے اسنے نام بتایا

"آپ کی طرح آپ کا نیم بھی خوبصورت ہے ویا آفان۔۔۔۔۔ ویل مائی نیم از از میر ھاد کاظمی۔۔۔۔۔" اسنے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا جو کہ صاف واضح کر رہا تھا کہ وہ اس سے دوستی کرنا چاہتا ہے وہ خوبصورت تھا ہر لڑکی کا آئیڈل ہو سکتا تھا اور پھر اس کا پہناوا اسکی امیری کا واضح ثبوت دے رہا تھا وہ بھی اس سے مرعوب ہوئی تھی اسنے اس کا ہاتھ تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ زرا فاصلہ سے کیسی کی آواز نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا

"ویا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دور سے ہی یرسل سکندر اسے پکارتا اسکی طرف آرہا تھا وہ ازمیر کو وہی چھوڑے اسکی طرف بڑھ گی

ویا کی طرف اسکا بڑھا ہاتھ وہی رہ گیا یوں ہی خالی ہاتھ رہ جانا اس پہ سخت ناگوار گزرا تھا پہلی دفعہ کوئی لڑکی یوں اسکا بڑھا ہاتھ تھامے بنا چلی گی تھی اسنے سختی سے اپنے لب ایک دوسرے میں دبائے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھنیچی تھیں یوں کے ہاتھوں کی نسیں ابھر گی تھیں اسے یرسل کے سنگ چلتا دیکھ کے وہ وہاں سے پلٹ گیا تھا

تینوں کے منظر عام سے ہٹتے ہی بادلوں نے زمین کو بھی اپنی راج دھانی میں لینا شروع کر دیا تھا

"یرسل وہ مرسیڈیز دیکھو کتنی خوبصورت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ ویا کو آئسکریم کھلانے آئسکریم پارلر لایا تھا اپنی بائیک کو پارکینگ ائیریا میں پارک کرتے اسنے ویا کی پرجوش سی آواز سنی وہ اسکا دھیان سامنے کھڑی مرسیڈیز کی طرف مبذول کروا رہی تھی

"واقعی خوبصورت ہے۔۔۔۔۔"سامنے کھڑی مرسیڈیز یرسل کو بھی اچھی لگی تھی

"یرسل کبھی ہمارے پاس بھی ہو گی ناہ ایسی مرسیڈیز۔۔۔۔۔"

"مرسیڈیز تو نہیں لیکن انقریب چانسیز ہیں کہ ہمارے پاس ایک خوبصورت سی گاڑی ضرور ہو گی۔۔۔۔۔۔۔"وہ آگے بڑھ گیا تھا مجبوراً ویا کو بھی اس کے پیچھے جانا ہی پڑا

"لیکن یرسل گاڑی اور مرسیڈیز میں بہت فرق ہے۔۔۔۔"

"ہمیں فرق سے کیا لینا دینا ہم نے تو بس سفر ہی کرنا ہے ناہ چاہیے اب وہ گاڑی میں ہو یا مرسیڈیز میں۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ پارلر کے اندر آچکے تھے یرسل ایک کونے والی میز کی طرف بڑھا جہاں شیشے کی دیوار سے باہر پارکینگ ائیریا بلکل واضح نظر آرہا تھا

"بیٹھو۔۔۔۔۔۔۔۔"اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ خود اسکے سامنے کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا

"کون سا فلیور لو گی۔۔۔۔۔؟" ویٹر کو اشارہ کرتے ہوئے اسنے ویبا سے پوچھا جس کی نظریں پارکینگ ائیریا میں کھڑی مرسیڈیز پہ ہی جم چکی تھیں

"چاکلیٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ایک چاکلیٹ اور ایک مینگو فلیور۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے پاس آتے ویٹر کو اپنا آرڈر دیا آرڈر ملتے ہی وہ سر ہلا کے چلا گیا جبکہ وہ ویبا کی طرف متوجہ ہوا اسکی نظروں کا تعاقب اسے بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا

"ویبا اب بس کرو اسے دیکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یرسل میں سوچ رہی تھی کہ اگر اس مرسیڈیز میں سے کوئی ہینڈسم سا لڑکا نکلے اور سیدھا میرے پاس آئے اور کہے

"شادی کرو گی مجھ سے"

تو جانتے ہو میرا کیا جواب ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟"

"ہاں میں جانتا ہو۔۔۔۔۔۔۔" کہتے ہوئے اسکے الفاظ کا ساتھ صرف زبان نے دیا تھا دل نے نہیں

"اچھا پھر بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔" اب اسکی نظروں کے تعاقب میں وہ مرسیڈز نہیں بلکہ یرسل تھا

"تم اسے کہو گی نہیں میں پہلے ہی کسی سے منسوب ہوا اور وہ میرے سامنے ہی بیٹھا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ باظاہر تو یقین سے کہہ رہا تھا لیکن اس کے سینے میں موجود اسکا دل اسکے یقین پہ ڈگمگایا ضرور تھا

"میں ایسا ہر گز بھی نہیں کہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے بھونیں اچکائے نفی میں گردن ہلائی

"تو پھر کیا کہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بنا اس سے شادی کرنے کی حامی بھر لو گی یرسل۔۔۔۔" وہ اپنی بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کر رہی تھی بنا اسکی دل کی حالت جانے۔ ویٹر ان کے سامنے ان کی پسندیدہ آئسکریم رکھ کے چلا گیا تھا یرسل کو یوں محسوس ہوا تھا کہ اسکے سامنے پڑی آئسکریم اسکی سوچ پہ قہقہے لگا رہی ہے

"فرض کرو اگر اس میں سے ایک ہینڈسم لڑکے کے بجائے ساٹھ سالہ بڈھا نکل کے آئے تو پھر بھی تم یہ ہی کہو گی۔۔۔۔"

سامنے پڑی آئسکریم کو اسنے سائیڈ پہ کر دیا تھا اب اسے کھانے کا اسکا بلکل بھی ارادہ نہیں تھا

"ہاں میرا جواب پھر بھی یہی ہو گا آج کل کے زمانے میں بس پیسہ دیکھا جاتا ہے عمر نہیں۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے ایک نئی امید کے تحت اس سے پوچھا تھا کہ شائد اس دفعہ وہ کہہ دے نہیں لیکن پھر سے خلاف توقع جواب ملنے پہ اسکا دل کیا تھا اس مرسیڈیز پہ پیٹرول ڈال کے آگ لگا دے

"یہ تو وہی ہے جس سے یونیورسٹی میں۔۔میں دو دن پہلے ٹکرائی تھی۔۔۔۔۔۔۔" ازمیر ھاد کو مرسیڈیز سے نکلتا دیکھ کہ اسکے منہ کی طرف جاتا آئسکریم کا چمچ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا وہ یک ٹک ازمیر کو دیکھے بڑے اشتیاق سے یرسل کو بتا رہی تھی ۔یرسل نے اسکی نظروں کی تعاقب میں دیکھا جہاں وہ بڑے کروفر سے موبائل کان سے لگائے آئسکریم پارلر کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا اسکی چال میں غرور تھا امیری کا۔۔چہرے پہ دل فریب سی مسکراہٹ تھی۔بلاشبہ وہ یرسل سکندر سے کئی گناہ اٹریکٹیو تھا

"چھوڑوں ویبا آئسکریم کو یہاں سے چلتے ہیں مجھے آرجنٹ کہیں پہنچنا ہے۔۔۔۔۔۔" ویبا کی محویت دیکھ کے اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا اسنے جلدی سے اسکے ہوا میں معلق ہاتھ سے چمچ پکڑ کے آئسکریم کے پیالے میں رکھا۔جیب سے پیسے نکال کے ٹیبل پہ رکھے اور اسکا ہاتھ تھامے وہ اٹھ کھڑا ہوا

"یرسل اتنی جلدی بھی کیا ہے آئسکریم تو ختم کرنے دو۔۔۔۔۔"اسے عجلت میں دیکھ کہ وہ حیران ہوئی لیکن وہ بنا اسکی حیرانگی کی پرواہ کرتے اسکا ہاتھ پکڑے باہر نکالتا چلا گیا

"یرسل۔۔۔۔۔۔۔"بائیک کے نزدیک پہنچ کے اسنے اسکا ہاتھ چھوڑا

"بیٹھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسے اپنے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے اسنے کئیک لگائی

"یرسل ہوا کیا ہے تم اتنی جلدی کیوں کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔؟"وہ اسکے پیچھے بیٹھ گی

"تم نہیں سمجھ سکتی ویبا کیونکہ تم وہ محسوس نہیں کر رہی ہے جو اس وقت میں کر رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔"بائیک سٹارٹ ہو چکی تھی ریس پہ دباؤ ڈالتے وہ بائیک وہاں سے نکال لایا

"یرسل میں نے جسٹ ایک بات کہی تھی ایسا کہاں ممکن ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کچھ بھی ناممکن نہیں ہوتا ویبا بعض دفعہ زبان سے کہی گی باتیں سچ بھی ہو جاتی ہیں۔ تم نے جو کہنا تھا وہ تم نے کہہ دیا ہے اس لیے اب چپ کر کے بیٹھ جاؤ اب میں تمہاری آواز نہ سنو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سے دی ہوئی تکلیف محسوس کی تھی ویبا آفان نے۔۔ جس کا احساس اسے اب ہوا تھا

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا؟

زبان سے نکلے گے الفاظ کو وہ واپس تو نہیں کھینچ سکتی تھی

اور نا ہی اسکے پچھتانے سے یرسل سکندر کو دی ہوئی تکلیف کم ہو سکتی تھی

اسنے لاپرواہی سے کندھے اچکا دیے تھے

ابھی وقت ہے ابھی سانس ہے لوٹ آ میرے گمشدہ

مجھے ناز ہے بڑے ضبط کا مجھے خون رلا میرے گمشدہ

مجھے علم ہے تو چاند ہے کسی اور کا مگر ایک پل

میرے آسمان حیات پہ زرا جگمگا میرے گمشدہ

تیرے التفات کی بارشیں جو میری نہیں تو بتا مجھے

تیری دشت چاہ میں کس لیے میرا دل جلے میرے گمشدہ

گھنے جنگلوں میں گھری ہو میں بڑا گھپ اندھیرا ہے میرے چار سو

کوئی اک چراغ تو جل اٹھے زرا مسکرا میرے گمشدہ

ماضی کے پھڑ پھڑاتے ورق کو حال میں گونجتی سارہ کی آواز نے ساکت کر دیا تھا ان پہ

حال کا بوجھ آن پڑا تھا جہاں یرسل سکندر صوفے کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں

موندے بیٹھا تھا وہ تھوڑی دیر پہلے ہی کالج سے واپس لوٹا تھا پاس سے آتی سارہ کی آواز

پہ اسنے آنکھیں کھولیں جو اسکے سامنے چائے کا کپ ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی

"یہ میں نہیں کہہ رہی یہ تو کبھی کسی شاعر نے کہا تھا اور کیا خوب کہا تھا شاید وہ جانتا تھا کہ انقریب سارہ کو ان الفاظ کی ضرورت ضرور پڑے گی اپنے شوہر کو ماضی کی بھول بھلیوں سے واپس لانے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل کو آنکھیں کھولتے دیکھ کے اسنے اپنی طرف سے صفائی دی اور چائے کا کپ اسکی طرف بڑھایا جیسے شکریہ کہتے ہوئے اسنے تھام لیا

"بندہ گھر آئے ناہ تو اسے چاہیے بیوی کو دیکھ کے مسکرائے ایک تو ثواب ملے گا اور دوسرا بیوی کے دل کو سکون۔۔۔۔" بنا کچھ کہے آرام سے اسکا چائے پینا سارہ کو اچھا نہیں لگا تھا

"چائے اچھی بنی ہے۔۔۔۔۔۔" یرسل نے اسکی بات کو نظر انداز کر دیا تھا

"ظاہر سی بات ہے سارہ یوسف نے بنائی ہے اچھی تو ہو گی ناہ۔۔۔۔۔" اپنی بات کا نظر انداز کیے جانا اسے ناگوار گزرا تھا

"آپ مجھ سے کچھ کہے گے نہیں۔۔۔۔۔" کافی دیر یرسل کے خاموش رہنے پر اسنے پوچھا نہیں تھا بلکہ تقاضا کیا تھا کہ وہ کچھ کہے کیونکہ وہ اسے سننا چاہتی تھی

"آپ مجھ سے کیا سننا چاہتی ہیں۔۔۔۔؟؟" اسنے چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس سے ہی سوال کر ڈالا تھا

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔۔"چائے ختم ہو چکی تھی سارہ نے کپ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اپنی طرف اسکے بڑھے ہاتھ کو دیکھ کے یرسل نے اسے کپ تھمانے کے بجائے اپنی جیب سے گولڈ کا بریسلیٹ نکال کے اسکے ہاتھ پہ رکھا

"تمہاری منہ دکھائی۔۔۔۔۔۔۔"

"مجھے نہیں چاہیے۔۔۔۔۔۔۔"اسنے بریسلیٹ اسے واپس کر کے کپ ہی پکڑ لیا

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔؟"

"میں نے ہاتھ کپ لینے کے لیے بڑھایا تھا منہ دیکھائی لینے کے لیے نہیں۔۔۔۔۔۔۔"کہتے ہوئے وہ واپس جانے کے لیے پلٹی

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔"اسکے ٹھہرے ہوئے لہجے اور نرم طرز تخاطب پر قدموں کے ساتھ سارہ کی دھڑکنیں بھی تھمی تھیں وہ اسکے سامنے جا کھڑا ہوا

"جو آپ سننا چاہتی ہیں میں وہ ابھی کہنا نہیں چاہتا آپ جانتی ہیں میں پہلے ہی اپنے جذبات کسی اور پہ لوٹا چکا ہو بدلے میں مجھے کیا ملا تھا دھوکہ۔۔۔میں اب دوبارہ وہ غلطی کر کے پھر دھوکہ نہیں کھانا چاہتا۔۔۔۔"

"میں دھوکہ دینے والے میں سے نہیں ہو آپ مجھ پہ اعتبار کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"

"مجھے اعتبار ہی تو نہیں کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پانچ سال پہلے وہ ٹوٹا تھا پر ابھی تک وہ جڑ نہیں پایا تھا تو پھر وہ کیسے بنا جوڑے پھر سے ٹوٹنے کا خطرہ مول لے سکتا تھا؟

"ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی میں اب دوبارہ نہیں کہو گی۔۔۔۔۔" وہ سمجھتی سکتی تھی محبت کے بچھڑ جانے کا غم اپنی چچی سے اپنی شادی کا سن کے اسے لگا تھا کہ وہ اپنی محبت کو کھو دے گی تب اس کی بھی حالت ایسی ہی تھی جیسی اب یرسل کی تھی۔۔ یرسل نے پھر کچھ نہیں کہا تھا بس مسکرا دیا تھا البتہ آنکھوں نے اسکی مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دیا تھا پھر بھی اسکے ہونٹوں پہ اپنی چھپ دیکھاتی مسکراہٹ دلوں پہ قابض ہو جانے والی تھی

"آپ مسکراتے ہوئے بہت پیارے لگ رہے ہیں پروفیسر صاحب۔۔۔بس کبھی کبھی میری طرف دیکھ کے یوں ہی مسکرا دیجئیے گا میرے لیے یہی بہت ہو گا اس کے علاوہ آپ سے کبھی بھی کچھ نہیں مانگوں گی۔۔۔۔۔۔" کہتے ساتھ یرسل کو وہی ساکت چھوڑے وہ فوراً وہاں سے نکل گی تھی اس ڈر سے کہیں وہ اس سے بھی ناہ منع کر دے

ایک وہ تھی جیسے سب کچھ چاہیے تھا

ایک یہ تھی جیسے بس اسکی مسکراہٹ چاہیے تھی

یرسل کے دل نے شور مچایا تھا

اسے اپنی محبت پہ افسوس ہوا تھا

رات کا ملگجہ اندھیر ہر سو پھیل چکا تھا آسمان پہ ستارے آہستہ آہستہ نمودار ہونا شروع ہو چکے تھا رات کے اندھیرے میں خاموشی نے سر اٹھایا تھا سکندر زولا آج خلاف معمول خاموشی کی بادشاہت میں پر سکون سا دیکھ رہا تھا کیونکہ سکندر زولا کے سکندر زا نیکسی میں اپنی عدالت لگائے بیٹھے تھے سکندر ز کے کمرہ عدالت میں طوفان سے پہلے چھائے سناٹے کا راج تھا داؤد جج کی کرسی سنبھالے بیٹھا تھا اسکے سامنے مستطیل نما میز پڑا ہوا تھا جس کے اوپر چند سفید کاغذات اور پینسیل سٹینڈر رکھا گیا تھا میز کے سائیڈ پہ چند کتابیں بھی ترتیب وار پڑی ہوئیں تھیں زرا فاصلے پہ داؤد کے دائیں طرف کٹہرے میں دمیر سکندر کھڑا تھا اور بائیں طرف الارا التمش جبکہ کے سامنے دو کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن کے اوپر موحد اور سارہ برجمان تھے اور ان کے آگے بھی ایک چھوٹا سا ٹیبل پڑا ہوا

"عدالت کی کاروائی شروع کی جائے۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد کی آواز کمرہ عدالت میں گونجتے ہی سناٹے کا راج ختم ہوا تھا

"یور آنر۔۔۔ آپ نے وہ گانا تو یقیناً سنا ہو گا۔۔ دل دیا گلاں کرا گے نال نال بیھ کے۔۔۔۔۔ بلکل اسی گانے کو آج ان دونوں نے اپنایا تھا۔۔۔۔۔۔۔" موحد ایک ماہر وکیل کی طرح اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

"یور آنر۔۔۔۔پوائنٹ نوٹ کریں موحد صاحب کہہ رہے ہیں۔۔۔دل دیا گلاں کرا گے نال نال بیھ کے۔۔۔۔جبکہ میرے موکل بیٹھے نہیں تھے بلکہ وہ کھڑے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔"سارہ نے بھی اپنی کرسی چھوڑ دی تھی

"بات تو ایک ہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے سارہ کی طرف رخ موڑا

"آپ غلط بیانی کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"سارہ بھی دو بدو ہوئی الارا اسے سب کچھ بتا چکی تھی

"اور آپ ان کی حمایت کر رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔"موحد ان کے خلاف کھڑا تھا جبکہ سارہ ان کی حمایت کے لیے وہاں موجود تھی

"میں حمایت نہیں کر رہی جو بات سچ ہے وہ بیان کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

سارہ موحد کو جواب لوٹاتے داؤد کی طرف متوجہ ہوئی

یور آنر۔۔۔۔۔موحد صاحب ایک بے بنیاد بات کو وجہ بنا کہ عدالت کا ٹائم ضائع کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"یور آنر یہ بے بنیاد بات نہیں ہے۔۔۔۔۔۔موحد نے فوراً سارہ کی بات اچک لی۔۔۔۔ایک لڑکی آئے اور آپ کو پھول دے تو آپ کیا سمجھے گے۔۔۔۔؟"اسنے داؤد سے سوال کیا اس سے پہلے داؤد کوئی جواب دیتا سارہ بول پڑی

دیکھے سوچ دو طرح کی ہوتی ہے منفی اور مثبت۔۔۔آپ نے الارا التمش کو دیکھا کہ وہ پھول دی رہی ہیں دمیر سکندر کو اور آپ نے سوچ لیا کہ وہ اسے پرپوز کر رہی ہے سر عام۔۔۔۔۔رائٹ۔۔۔۔۔۔؟؟"سارہ نے اپنی بات کی موحد سے تصدیق بھی چاہی

"رائٹ۔۔۔۔۔۔"موحد نے اپنی سوچ کی تصدیق کر دی

"جبکہ آپ نے ان دونوں کو آپس میں کچھ بھی کہتے نہیں سنا۔۔۔۔۔۔۔۔رائٹ۔۔۔۔؟؟"

"رائٹ۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد کی انٹری وہاں تب ہوئی تھی جب الارا دمیر کو شادی کا کہہ چکی تھی

"آپ کی سوچ ان کو دیکھتے ہی منفی ڈگر پہ چلنا شروع ہو گی قصور وار آپ کی سوچ ہے وہ دونوں نہیں آپ چاہتے تو اسے مثبت ڈگر پہ بھی چلا سکتے تھے ہو سکتا ہے کہ از آ سیسٹر انہوں نے دمیر سکند کو بھائی سمجھ کے پھول دیا ہو۔۔۔۔۔۔"بھائی کا لفظ سنتے ہی دونوں مجرم فریق کو کھانسی کا دورہ پڑا تھا حالانکہ وہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی غلط بیانی کر رہی تھی آخر پہلا کیس تھا اسکا وہ بھی تو جیتنا تھا ناہ۔۔۔ان دونوں کی حالت جانتے ہوئے بھی اسنے اپنی بات جاری رکھی

"بہنیں بھی تو اپنے بھائیوں کو پھول دیتی ہیں ناہ۔۔۔۔یا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ویسے ہی دے دیا ہو امریکہ سے ہے وہ کچھ بھی توقع کی جا سکتی ہے لیکن بنا کسی ثبوت کے محض اپنی سوچ کی بنیاد پر کسی پر بھی الزام عائد نہیں کیا جا سکتا۔۔۔تو اس لیے بنا کسی ثبوت کے موحد صاحب کو کوئی حق نہیں کہ وہ ان دونوں پہ کوئی بھی الزام عائد کریں ۔۔۔۔محض اپنی منفی سوچ کی بنا پر موحد صاحب نے الارا التمش اور دمیر سکندر کو مجرم کے کٹہرے میں لا یا کھڑا کیا ہے اور ان پر بنا ثبوت کے الزام بھی عائد کر رہے ہیں۔۔۔۔۔جو کہ قانوناً غلط ہے اب سوچ سمجھ کے فاصلے کیا جائے یور آنر۔۔۔۔۔۔۔"اپنی بات ختم کرتے ہی وہ دوبارہ اپنی کرسی پر جا بیٹھی

"آپ مزید کچھ کہے گے موحد سکندر۔۔۔۔۔۔۔۔۔"جج صاحب نے خاموش کھڑے موحد سے پوچھا جس کے پاس سارہ کی کہی باتوں کی نفی کرنے کے لیے کوئی بھی دلائل موجود نہیں تھی سچ ہی تو کہا تھا سارہ نے بنا کسی ثبوت کے وہ محض اپنی سوچ سے کسی پر کوئی بھی الزام عائد نہیں کر سکتا اور یہی بات موحد کی طرح معاشرے میں موجود ہر شخص کو سمجھنی چاہی لیکن افسوس کوئی سمجھنا چاہتا ہی نہیں یا پھر سمجھ کے بھی محض دلی سکون کے لیے نظر انداز کر دیتے ہیں

"نہیں یور آنر۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ بھی سر جھکائے سارہ کے ساتھ آ بیٹھا اسے اپنی سوچ پہ افسوس ہوا تھا

"آپ لوگ کچھ کہنا چاہے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"اسنے چپ کھڑے دمیر اور الارا سے بھی پوچھا انہوں نے بھی نفی میں سر ہلا دیا وہ کیا کہتے سب کچھ تو سارہ نے کہہ دیا تھا ہم سب لوگ جانتے ہیں بات در حقیقیت کیا ہے۔۔۔ لیکن ہم میں سے کسی کے پاس بھی اپنی سوچ کا ثبوت نہیں ہے اس لیے بنا کسی ثبوت کے عدالت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عدالت دمیر سکندر اور الارا التمش کو باعزت تو نہیں لیکن پھر بھی سزا کے بغیر بری کرتی ہے۔۔۔۔۔اور موحد سکندر کو بنا ثبوت کے ان دونوں پر الزام عائد کرنے کی صورت میں ہم سب کو کل کا لنچ اور شاپنگ کروانے کی سزا سناتی ہے۔۔۔۔۔"

"عدالت ختم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"جج صاحب اپنا حکم سناتے ہی وہاں سے نکل گے وہاں دو لوگ خوش تھے ایک یژ مردہ سا تھا اور ایک افسوس کی حالت میں تھا یہاں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا حساب ہو گیا تھا موحد سکندر کے ساتھ افسوس کرنا تو بنتا تھا ناہ

www.novelsclubb.com

"گندی فیری۔۔۔ تمہارے ارادوں سے میں بخوبی واقف ہو۔۔۔اس لیے اب مجھ سے بچ کے رہنا۔۔۔ تمہیں میں دمیر سکندر کے آس پاس بھٹکنے بھی نہیں دو

گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"سکندرزولا کی طرف بڑھتے ہوئے موحد نے سارہ کے دائیں طرف چلتی الارا سے کہا

"موحد کیوں دو محبت کرنے والوں کے دشمن بن بیٹھے ہو۔۔۔۔۔۔۔؟"الارا کچھ نہیں بولی تھی اس کی چپ محسوس کر کے سارہ ہنستے ہوئے گویا ہوئی

"دشمن بھی میں آپ کی ہی وجہ سے بنا ہو چاقو والی باجی۔۔۔آپ نے ان دونوں کا ساتھ دیتے ہوئے اچھا نہیں کیا۔۔۔محبت یہ کرے اور سزا میں بھگتوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد کے اندر سے تو ابال اٹھ رہے تھے اپنی جیب کا سوچتے ہوئے جس کا کل کبھاڑا نکلنا تھا

"تمہیں دمیر نے کہا بھی تھا کہ اپنی زبان بند رکھو۔۔۔۔۔لیکن تم نے فسادی عورتوں کی طرح فساد ڈالنا ضروری سمجھا۔۔۔۔۔اب بھگتو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"چپ کا روزہ ختم ہو چکا تھا الارا اب اپنی پوری تیاری سے میدان میں سکندرز کے مد مقابل کھڑی ہو چکی تھی

www.novelsclubb.com

"اللہ کرے تمہارے پیسوں کی تجوری میں چوہے گھس جائیں۔۔۔۔۔۔۔"

"انہیں چوہوں کی ٹانگیں توڑ کے تمہارے کمرے میں ناہ چھوڑا میں نے تو میرا نام بھی الارا التمش نہیں۔۔۔۔۔۔"

"پھر وہی چوہے پکڑ کے ان کا قیمہ بنا کہ تمہیں ناہ کھلایا تو میرا نام بھی موحد سکندر نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بس کرو اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ہال میں پہنچ چکے تھے جب سارہ نے ان دونوں کو ٹوکا

"جاؤ اب اپنے اپنے کمرے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے کہا

"اب بچ کے دیکھانا مجھ سے گندی فیری۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ الارا کو خشمگیں نگاہوں سے گھورتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جو تینوں بھائی کا مشترک تھا

"میں نے اب ڈرنا چھوڑ دیا ہے فیری کے دشمن مگر مچھ۔۔۔۔۔۔۔" الارا نے پیچھے سے ہانک لگائی وہ نحوست سے منہ جھٹکے کمرے کا دروازہ بند کر گیا

"جاؤ اب تم بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسے وہی کھڑا دیکھ کے سارہ نے پھر کہا

"آپ بہت اچھی ہیں سارہ بھابھی۔۔۔ تھنکیو تھنکیو سو مچ۔۔۔۔۔۔۔" سارہ کے گلے لگ کے اسنے تشکر کا اظہار کیا آج کا سارا دن اسنے سارہ کے ساتھ گزارہ تھا سارہ کے اخلاق اور رویے نے اسے بہت متاثر کیا تھا مستقبل میں ان کی خوب بننے والی تھی دونوں ہی صاف دل کی مالک تھی محبت کی قدر کرنے والی تھیں

"اب تھوڑی اختیاط کرنا الارا میں ہر بار تمہارا ساتھ نہیں دو گی اب اگلی باری موحد کی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے ہنستے ہوئے اسکا کندھا تھپکا

"اوکے میں آئندہ اپنے جذبات پہ کنڑول رکھو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اس سے الگ ہوئی

"جاؤ اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"گڈ نائٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ کو وش کرتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گی جو کہ پہلے ہی سارہ نے اسے سکندر صاحب کے کہنے پہ دیکھا دیا تھا

"گڈ نائٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ خود بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گی جہاں یرسل سکندر سگریٹ کے دھوئے کے مرغولے چھوڑتا ماضی کے سفر پہ نکل چکا تھا

(ماضی)

نارنجی آسمان پہ اس وقت سورج اپنی پوری آب وتاب سے چمک رہا تھا ہر چیز سورج کی روشنی میں خود کو چھپانے سے قاصر تھی ہوا میں ہلکی ہلکی خنکی تھی وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی سڑھیوں پہ بیٹھی اپنی کتاب پہ جھکی اہم نکات ہائی لائٹ کر رہی تھی اپنے دوستوں کی ساتھ کیفے کی طرف بڑھتے ہوئے ازمیر کی نظر نارنجی لباس میں موجود اس خوبصورتی کی دیوی پہ پڑی تھی وہ اپنے دوستوں سے معذرت کرتا اسکی طرف چلا آیا تھا

"ہائے۔۔۔۔۔۔۔۔"اپنے پاس سے آتی مردانہ آواز پہ اسنے کتاب پہ جھکا سر اٹھایا اسکے کے سامنے ہی وہ چہرے پہ دلکش مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا

"ہائے۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اسکی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے گویا ہوئی

"آپ مجھے بھولی تو نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔؟"بھونیں اچکائے وہ پر جوش سا بولا شاید اسے امید تھی کہ وہ اسے بھولی ہر گز نہیں ہو گی

"آپ شاندار شخصیت کے مالک کو کوئی بھول سکتا ہے بھلا۔۔۔۔۔۔۔؟"اسنے اپنا جواب سوال کی صورت اس تک پہنچایا تھا

"لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔"ویبا نے منہ بسورے بات خود ادھوری چھوڑی

"لیکن کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ازمیر اس کے لیکن پہ الجھا تھا

"لیکن میں آپ کا نام بھول گی ہوا یکچلی میں نے اس وقت دھیان سے سنا نہیں تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ تھوڑا شرمندہ ہوئی

یہ تو اتنی بڑے بات نہیں ہے میں پھر سے بتا دیتا ہو۔۔۔مائی نیم از ازمیر ھاد کاظمی۔۔۔۔۔۔"اپنا نام بتاتے ہوئے پچھلی بار کی طرح اسنے اب بھی اسکی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تھا

"اب آپ کا نیم یاد رکھو گی۔۔۔۔۔۔۔۔"اپنی طرف اسکے بڑھے ہاتھ کو اسنے تھام لیا تھا یہ منظر دیکھتے ہی افق پہ چمکتا سورج بادلوں کی آڑ میں چھپ گیا تھا شاید اسے ویا کا ازمیر کا ہاتھ تھامنا اچھا نہیں لگا تھا

"اک کپ کافی ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"ویا کے ہاتھ چھوڑتے ہی اسنے اپنا ہاتھ پہلو میں واپس گرایا

"شیور وائے ناٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اپنی کتاب بند کرتی اٹھ کھڑی ہوئی ازمیر کے چہرے پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی وہ مسکراہٹ جو ایک میدان میں فاتح حاصل کرنے والے کھلاڑی کی چہرے پہ ہوتی ہے

آہستہ آہستہ وقت گزرتا جا رہا تھا ویا آفان کی ملاقاتیں ازمیر ھاد کے ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھیں کبھی وہ ڈیپارٹمنٹ کی سڑھیوں پہ اسکے ساتھ بیٹھی ہوتی، تو کبھی کیفے ٹیریا ، کبھی وہ دونوں لنچ ایک ساتھ کر رہے ہوتے تو کبھی شہر کے مہنگے شاپنگ مالز میں گھوم رہے ہوتے۔۔۔ویا آفان کی سوچیں یرسل سکندر کے بجائے ازمیر ھاد کے گرد گھومنے لگی تھیں ازمیر کی شخصیت اور دولت نے اسے اپنے سحر میں جکڑنا شروع کر دیا تھا وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے دور ہوتی جا رہی تھی آج بھی ازمیر اسے لیے اپنے گھر آیا تھا وہ گھر نہیں تھا وہ تو کوئی محل تھا اس محل کی طرف اٹھتے ہر قدم پہ ویا افان کے

آبرؤستائشی انداز میں سکڑتے تھے شاندار عمارت کے سامنے وسیع لان تھا جس میں ہر قسم اور ہر رنگ کے پھول اور پودے موجود تھے جو کہ تقریباً ہر شہر سے لائے ہوئے تھے لان کے درمیان میں سے اندر عمارت میں داخل ہونے کا راستہ بنایا گیا تھا جہاں گارڈز چوکنے کھڑے تھے راستے کے اطراف میں کیاریاں بنائی گئی تھیں جس میں گلاب کے ہر رنگ کے پھول کھلے ہوئے تھے جو وہاں گزرتے ہر فرد کو اپنی مہک کے سنگ اندر تک چھوڑ کے آتے تھے وہ ان پھولوں کے درمیان میں ماربل کے پتھروں پہ چلتی سرشار سی ہو رہی تھی وہ پھول وہاں گزرتے ہر راہی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی صلایت رکھتے تھے وہ ان پھولوں میں ہی کھوئی عمارت کے اندر داخل ہو چکی تھی اندر داخل ہوتے ہی اسکی نظر سرخ قالین سے آراستہ سڑھیوں پہ پڑی تھی جو بالائی منزل پہ جاتی تھیں سڑھیوں کے اطراف میں گولائی میں بنے اسے کمرے ہی کمرے نظر آئے تھے ازمیر اسے لیے انہیں میں سے ایک کمرے کی جانب بڑھا تھا جو کہ ڈائننگ روم تھا اسکا منظر دل موہ لینے والا تھا سفید ماربل کے فرش پہ سفید اور بھورے رنگ کا دبیز قالین بچھا ہوا تھا دروازے کے بلکل سامنے شیشے کی دیوار تھی جو باہر لان کا کھلا کھلا سا منظر دیکھا رہی تھی دیوار کے ایک طرف مناسب سائز کی میز تھی جس کے گرد چند کرسیاں رکھی گئی تھیں جبکہ دوسری طرف جدید سفید اور بھورے رنگ صوفوں کے درمیان شیشے کا میز رکھا گیا تھا صوفوں کے عین سامنے ایک بڑی سی ایل

ای ڈی لگی ہوئی تھی غرض کے پورا کمرہ سفید اور بھورے رنگ کے امتزاج سے سجایا گیا تھا وہ ازمیر ھاد کی میت میں میز کی جانب بڑھی تھی جہاں انواع قسم کے کھانے ان کے منتظر تھے میز کے اوپر لوہے کی زنجیر سے فانوس لٹکایا گیا تھا جو کہ میز سے چند انچ ہی اوپر تھا فانوس کے چاروں اطراف موم بتیاں اپنے شعلے اگل رہیں تھیں

"بیٹھو ویبا۔۔۔۔۔۔۔۔" ازمیر نے میز کے گرد رکھی گئی کرسیوں میں ایک کرسی گھسیٹ کے اسے بیٹھنے کا کہا اور خود وہ اس کے سامنے والی کرسی پہ براجمان ہوا

"کیسا لگا پھر میرا سرپرائز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھ چکے تھے

"زبردست۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ویبا نے کھانے کی ڈشیز پہ نظر ڈوراتے ہوئے بھونیں ستائشی انداز میں سکڑیں

"میں نے سوچا ہم ہر دفعہ باہر لنچ کرتے ہیں کیوں نا آج گھر میں کیا جائے اسی بہانے میں تمہیں اپنا گھر دیکھا دو۔۔۔۔۔۔" وہ کھانا شروع کر چکا تھا ویبا نے بھی اسکی پیروی کی

www.novelsclubb.com

"ازمیر یہ گھر تو نہیں ہے یہ تو مجھے کوئی محل لگ رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تمہیں پسند آیا۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

"ہاں بہت زیادہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" عام سے گھر میں رہنے والی کو وہ محل اپنی طرف کھینچ چکا تھا

"ملکہ بنو گی اس محل کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"ازمیر کے شوخ لہجے نے اسے ایک پل کے لیے منجمد کر دیا تھا پلیٹ میں چلتا چمچ ساکت ہوا تھا

"کیا مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسکے لب ہلکے سے ہلے تھے ازمیر مسکرایہ

"بہت جلد سمجھا دو گا۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ سر جھکا گی مطلب وہ اچھی طرح سمجھتی تھی اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے

"میں تمہیں اپنے والدین سے ضرور ملواتا لیکن اس وقت وہ بزنس میٹینگ کے سلسلے میں دوبئ میں مقیم ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ کھانا کھا چکا تھا ویا نے بس سر ہلانے پہ ہی اکتفا کیا کھانا وہ بھی ختم کر چکی تھی

"آؤ تمہیں گھر دیکھاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ نیپکین سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ کھڑا ہوا

"نہیں۔۔۔ تمہارا گھر بہت بڑا ہے دیکھنے میں شام ہو جائے گی لیکن مجھے ابھی گھر جانا ہے یرسل آج گھر آرہا ہے۔۔۔اس لیے میں چاہتی ہو کہ اس کے پہنچنے سے پہلے میں گھر پہنچ جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔"یرسل کے نام پہ جہاں ویا کا لہجہ کڑوا ہوا تھا وہی ازمیر کے اندر تک بھی کڑواہٹ گھلی تھی

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔۔۔۔۔۔۔۔آؤ تمہیں گھر چھوڑ آؤ

پھر۔۔۔۔۔۔۔۔"اپنی اندرونی کیفیت کو چھپاتے فراخ دلی سے اسنے پیش کش کی تھی کیونکہ وہ آج یرسل سکندر سے ملاقات کا ارادہ رکھتا تھا

''میں خود چلی جاؤ گی تم خوامخواہ تکلف مت کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

''تکلف کی کیا بات ہی بھلا مہمان ہو تم میری اتنا تو تمہارے لیے کر ہی سکتا ہو میں ۔۔۔آجاؤ۔۔۔۔۔'' اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے وہ ڈائننگ روم سے باہر نکل گیا مجبوراً ویا کو اس کا حکم ماننا ہی پڑا اب وہ اسے ناراض تو نہیں کر سکتی تھی جاتے ہوئے اسنے ایک پر اشتیاق نگاہ اسکے محل پہ ضرور ڈالی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسکی شاندار کار اونچے نیچے راستوں پہ سفر کرتی روکی تھی آج وہ ویا کے ساتھ ان راستوں پہ پہلی بار آیا تھا

''آگے میں خود چلی جاؤ گی۔۔۔۔۔بہت شکریہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' گاڑی روکتے ہی ویا نے اسے مخاطب کیا

''تم چاہوں تو تمہیں دروازے تک بھی چھوڑنے جا سکتا ہو۔۔۔۔۔۔'' ازمیر کی آنکھیں سامنے دیکھ رہی تھیں جہاں ایک بائیک کھڑی تھی وہ بائیک وہ کیسے بھول سکتا تھا؟

''تمہارے لائق نہیں ہیں یہ گلیاں اگر ہوتی تو میں تمہیں ضرور ساتھ چلنے کو کہتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' وہ تلخی سے مسکرائی اسے شروع سے ہی اپنے گھر کو جاتی تنگ

www.novelsclubb.com

گلیوں سے نفرت تھی وہ اپنے سٹیٹس سے مطمئن نہیں تھی دولت میں جینا اسکا جنون تھا

وہ اپنی ماں کی طرح لالچی طبیعت کی تھی اسکی ماں اسکے بچپن میں ہی اسے اسکے باپ اور دادی کے پاس چھوڑ کے امیر بڈھے کے سنگ ان سے اپنا ناطہ توڑ کے چلی گی تھی اسکے والد یرسل کے سکول ٹیچر تھے وہ ایک دو دفعہ آیا تھا ان سے ملنے ان کے گھر تب اسنے وہاں ویا کو دیکھا تھا پہلی ہی نظر میں وہ اسکے دل میں بس گی تھی۔۔۔ویا افان یرسل سکندر کی پہلی نظر کی محبت تھی۔۔دو سال پہلے ویا کے والد کا انتقال ہوا تھا جاتے وقت وہ اسکا ہاتھ یرسل سکندر کے ہاتھ میں دے گے تھے اس دن جہاں یرسل کو اپنے استاد کے گزر جانے کا دکھ تھا وہاں ویا کو پا لینے کی خوشی بھی تھی اسکی خوشی کو نظر تب لگی تھی جب ویا ازمیر سے ٹکرائی تھی

وہی سے شروع سے ہوا تھا یرسل کی محبت کا امتحان

اسی دن دولت اور محبت میدان میں آمنے سامنے ہوئے تھے

جیت کس کی ہونی تھی وقت اچھی طرح جانتا تھا

"اوکے پھر کل ملاقات ہو گی خیال رکھنا اپنا۔۔۔۔۔۔" اسنے ویا کا گال تھپکتے ہوئے تاکید کی تھی سامنے سے آتے یرسل سکندر کی نظران پہ پڑی تھی اسنے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بیچی تھیں ازمیر اسے دیکھ چکا تھا اسی لیے اسنے یہ حرکت کی تھی

"جیسے تم کہو۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے باہر نکلی باہر نکلتے ہی اسکی نظر یرسل سکندر پہ پڑی تھی جو اپنی بائیک پہ بیٹھ رہا تھا ویا کی مسکراہٹ سمٹی تھی وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتے اسکی طرف بڑھی

"یرسل تم اتنی جلدی آگئے۔۔۔۔۔۔۔"

"ہاں مجھے کہیں جانا تھا اس لیے وقت سے پہلے ہی چلا یا آیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکا لہجہ عجیب سا تھا ویا کے لیے سمجھنا مشکل تھا

"تو مجھ سے ملے بغیر ہی جا رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔؟" اسکا شکوہ یرسل کو مصنوعی لگا تھا

"بابا تم سے ملنا چاہتے تھے اس لیے تم کل تیار رہنا میں تمہیں لینے آؤ گا۔۔۔۔" اس کے شکوے کو اسنے نظر انداز کر دیا تھا

اسکا جواب دینا یرسل نے ضروری سمجھا ہی نہیں تھا

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" بوجھل دل کے ساتھ ویا نے حامی بھری تھی

''اللہ حافظ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' ریس پہ دباؤ بڑھاتے ہی وہ بائیک وہاں سے نکال لے گیا تھا ویا نے اسکی پشت کو حیرانگی سے دیکھا تھا اسکے جاتے ہی ویا کی نظر ازمیر پہ پڑی تھی جو گاڑی کے فرنٹ میریر سے ان دونوں دیکھ رہا تھا ازمیر کو دیکھتے ہی ویا نے مسکرا کے ہاتھ ہلایا اور تنگ گلیوں میں غائب ہو گی۔۔۔اسکے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی ازمیر تیز رفتار سے گاڑی چلاتا وہاں سے نکلا تھا اسنے یرسل سکندر کا راستہ روکنا تھا کیونکہ یرسل سکندر اور ازمیر حاد کے درمیان چلتی سرد جنگ کو بھی تو پایہ تکمیل تک پہنچنا تھا ناہ

وقت آچکا تھا

دوستوں کے آمنے سامنے آنے کا

اپنے جذبات ایک دوسرے تک پہنچانے کا

دشمنی کی آڑ میں چھپی خاموشی کے ختم ہونے کا

www.novelsclubb.com

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ سڑک کنارے بائیک کھڑی کیے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا آنکھیں بند تھیں ہلکی ہلکی ہوا اسکی دل کی کیفیت کے لیے خوشگوار ثابت ہو رہی تھی وہ ازمیر حاد کے ارادوں سے بخوبی واقف تھا ویا کی فطرت سے بھی وہ انجان نہیں تھا ہمیشہ سے ہی اسے ڈر تھا کہ ویا اسے کہیں چھوڑ ناہ دے آج ازمیر کے ساتھ ویا کو دیکھ کے اسی ڈر

نے یرسل کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تھا وہ آنکھیں بند کیے اپنے ڈر کو بھگانے کی کوشش کر رہا تھا اپنے پاس سے آتی آواز پہ اسکے ڈر نے کچھ لمحات کے لیے یرسل کو اپنے گھیرے سے رہائی دی تھی

"یرسل سکندر بھولے تو نہیں مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے اپنے آنکھیں کھولیں سامنے ازمیر کھڑا تھا جس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔۔ نفرت امیز

"یرسل سکندر خود کو تو بھول سکتا ہے لیکن ازمیر ھاد کو نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

www.novelsclubb.com

جاری ہے

سکندر زولا

بقلم جانان شاہ

پانچویں قسط

وہ سڑک کنارے بائیک کھڑی کیے درخت کے تنے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا آنکھیں بند تھیں ہلکی ہلکی ہوا اسکی دل کی کیفیت کے لیے خوشگوار ثابت ہو رہی تھی وہ ازمیر ھاد کے ارادوں سے بخوبی واقف تھا ویا کی فطرت سے بھی وہ انجان نہیں تھا ہمیشہ سے ہی اسے ڈر تھا کہ ویا اسے کہیں چھوڑ نا دے آج ازمیر کے ساتھ ویا کو دیکھ کے اسی ڈر نے یرسل کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تھا وہ آنکھیں بند کیے اپنے ڈر کو بھگانے کی کوشش کر رہا تھا اپنے پاس سے آتی آواز پہ اسکے ڈر نے کچھ لمحات کے لیے یرسل کو اپنے گھیرے سے رہائی دی تھی

"یرسل سکندر بھولے تو نہیں مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے اپنی آنکھیں کھولیں سامنے ازمیر کھڑا تھا جس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔۔ نفرت امیز

"یرسل سکندر خود کو تو بھول سکتا ہے لیکن ازمیر ھاد کو نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے نے ٹیک چھوڑ دی تھی اب دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک کی آنکھوں میں نفرت تھی جبکہ دوسرے کی آنکھوں میں دکھ

"تمہیں پتا ہے ازمیر ھاد بھی یرسل سکندر کو نہیں بھولا۔۔۔۔ بھلا کیسے بھول سکتا تھا؟ آخر کو ازمیر ھاد کی زندگی کا سب سے بڑا نقصان یرسل سکندر نے ہی تو کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔" آنکھوں پہ قابض نفرت نے سرخ رنگ اوڑھا تھا

''چلو مانا میں نے تمہارا نقصان کیا تھا لیکن تم بھی تو وہی نقصان میرا کرنے جا رہے ہو ۔۔۔ پھر تم میں اور مجھ میں فرق تو نہ رہا نہ۔۔۔۔۔۔'' آنکھوں میں ہلکورے لیتا دکھ گہرے سے گہرا ہوتا جا رہا تھا

''شروعات تم نے کی تھی یرسل سکندر۔۔۔ مجھے تو بس اختتام کرنا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔''

''مت کرو اختتام تمہارا دوست ٹوٹ جائیں گا۔۔۔۔۔۔۔۔'' آنکھوں میں بے بسی در آئی تھی یرسل کی بے بسی پہ ازمیر ہنسا تھا طنزیا

''اسنے بھی تو تمہیں یہی کہا ہو گا نہ یرسل۔۔۔۔؟'' سیاہ آنکھیں شعلے اگلنے لگی تھیں

''میں تمہارے جذبات جانتے ہوئے بھی کیسے اسکے جذبات کی قدر کر سکتا تھا۔۔۔۔؟'' اسکا ضمیر مطمئن تھا اسنے کچھ بھی غلط نہیں کیا تھا

''مجھے بیچ میں مت گھسیٹو۔۔۔ اسوقت تم نے ویا کے لیے ہی دانایا کو انکار کیا تھا۔۔۔۔۔۔'' پر سامنے والے نے قدر نہیں کی تھی۔ اس کا لہجہ تیز ہوا تھا

''کیا مجھے حق نہیں تھا انکار کرنے کا۔۔۔۔۔؟'' یرسل کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا دکھ زبان کا ساتھ دینے لگا تھا

''نہیں تھا۔۔۔۔ دانایا کے لیے تو بلکل بھی نہیں تھا۔۔۔'' لہجے میں سفاکیت نے پڑاؤ ڈالا تھا

"میں تم سے معافی مانگ لیتا ہو۔۔۔۔مجھے معاف کر دو۔۔۔لیکن پلیز مجھے بر باد مت کرو۔۔۔۔۔۔۔۔"

ہائے رے محبت تیرے صدقے۔۔۔تو اچھے اچھوں کو بھی جھکانے کا ہنر رکھتی ہے یہاں تو صرف یر سل سکندر تھا

"تمہارے معافی مانگنے سے دانایا واپس نہیں آگئی۔۔۔اس لیے یر سل سکندر میں تمہیں معاف نہیں کرو گا۔۔۔۔"محبت میں جلتے دل کی سفاکیت بڑھتی ہی جا رہی تھی

"ازمیر کچھ تو خیال کرو میں تمہارا دوست ہو۔۔۔۔اپنے دوست کو بر باد کرو گے۔۔۔۔؟"محبت نے جذبات کا سہارا لینا چاہا تھا

میں نے انکار کب کیا۔۔مانتا ہو تم میرے دوست ہو ہم دونوں نے ایک ساتھ سب کچھ کیا ہے،ایک ساتھ سب کچھ سہا بھی ہے تو اب محبت کے بچھڑ جانے کا درد بھی تو سہنا ہے نا ہ دونوں نے۔۔۔۔میں نے سہہ لیا اب تمہاری باری ہے یر سل۔۔۔۔"

محبت میں ٹوٹے دل کی کرچیوں نے جذبات کو لہولہان کر دیا تھا

"مت کرو تمہارا دوست جیتے جی مر جائے گا۔۔۔۔۔۔"پھر سے کوشش کی گئی تھی

''میں بھی تو مر رہا ہو ناہ۔۔۔۔میرے دوست ہو تم یرسل میرا درد نہیں بانٹوں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟''اس کوشش کو بھی سوالوں کے کٹہرے میں لاکھڑا کیا تھا ازمیر ھاد نے

''بہت جلد تمہاری محبت تمہیں دغا دینے والی ہے یرسل۔۔۔تیار رہنا۔۔۔۔۔''کسی ہمدرد کی طرح اسکا گال تھپکتے وہ اپنی کار کی طرف بڑھ گیا تھا جو کہ یرسل کی بائیک کے پاس کھڑی تھی۔۔۔وہ ساکت آنکھوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔۔دل درد کی اتھا گہرایوں میں ہمک رہا تھا۔۔۔سیاہ آنکھوں کو دوست کی بے رخی نے پانی کا تحفہ دیا تھا۔۔آنکھوں میں ٹھہرے پانی نے گالوں کو چوما تھا۔ڈر کی دی گئی رہائی ختم ہوئی تھی۔ہلکی ہلکی ہوا نے رفتار پکڑی تھی کہانی ایک دفعہ پھر ماضی کے سفر پہ نکلی تھی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یرسل سکندر اور ازمیر ھاد دو قلب اور ایک جان تھے ان کی دوستی پورے کالج میں مشہور تھی وہ دونوں ہر جگہ ساتھ پائے جاتے تھے ان کا تعلیمی ریکارڈ بھی ایک جیسا ہوتا تھا یرسل خاموش طبیعت کا مالک تھا جبکہ ازمیر شوخ چنچل سا تھا ان کی دوستی کی مثالیں دی جاتی تھیں ان کی دوستی کو نظر لگی تھی دانایا فاروقی کی جو کہ ازمیر ھاد کی خالہ زاد تھی ازمیر دانایا کو پسند کرتا تھا وہ اس سے محبت کرتا تھا جنون کی حد تک۔۔یرسل باخوبی واقف تھا ازمیر کے جذبات سے۔لیکن دانایا لاعلم تھی وہ ان کی ہی کالج فیلو تھی بس اسکا

ڈیپارٹ منٹ الگ تھا ہر روز بس سرسری سی ان کی ملاقات ہوتی تھی کبھی چھٹی کے وقت تو کبھی باریک کے وقت

دانایا جذباتی لڑکی تھی اس کے جذبات میں عمل دخل اسکے والدین کا بھی تھا وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی اسکے والدین ہر وہ چیز اسکے قدموں میں لا کے رکھ دیتے تھے جس چیز کی طرف وہ اشارہ کرتی تھی اپنی زندگی میں انکار کے لفظ سے وہ ناواقف تھی زندگی نے جب اسے روشناس کروایا تب وہ اپنی سانسیں ختم کر بیٹھی تھی

اس انکار نے اس سے زندگی چھین لی تھی

دانایا فاروقی نے جذبات کی رو میں بہہ کے موت کو گلے لگایا تھا

محض ایک انکار کی وجہ سے وہ نادان لڑکی موت سے جا ملی تھی

یہ منظر اس وقت کا ہے جب ان تینوں کا کالج میں آخری دن تھا

کالج میں خوب رونق تھی کہیں پہ خوشیوں کے بادل منڈلا رہے تھے تو کہیں آنسوؤں کی گرج چمک ہو رہی تھی وہ سب سے بے نیاز کالج کے صحن میں بیٹھا موبائل پہ کچھ ٹائپ کرنے میں مصروف تھا

"یر سل مجھے آپ سے بات کرنا تھی۔۔۔۔۔" اپنے قریب پہ آتی آواز پہ موبائل پہ چلتی انگلیاں تھمی تھیں اسنے نگاہیں اٹھا کے آواز کے تعاقب میں دیکھا اسکے سامنے ہی دانایا کھڑی تھی موقع کی مناسبت سے اسنے لباس زیب تن کر رکھا تھا سرمئی آنکھیں

ہار سنگھار سے دلکش دیکھائی دے رہی تھیں وہ تذبذ کے عالم میں کھڑی یرسل سکندر کو غلط ہونے کا اشارہ دے گی تھی

"ابھی میں تھوڑا بزی ہو بعد میں بات کریں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے اسے ٹالنا چاہا کیونکہ ازمیر کی غیر موجودگی میں وہ اس کی کوئی بھی بات نہیں سن سکتا تھا ازمیر تھوڑی دیر پہلے ہی وہاں سے نکلا تھا کیونکہ اس کے بابا نے کسی ایمرجنسی میں اسے بلایا تھا

"لیکن بعد میں شائد مجھے موقع نا ملے اس لیے میں ابھی بات کرنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ہر وقت ازمیر یرسل کے ساتھ ہوتا تھا وہ ازمیر کی موجودگی میں وہ اس سے بات نہیں کر سکتی تھی اس لیے اسے اکیلے پا کر وہ بات کرنے چلی آئی تھی

"پانچ منٹ ہے آپ کے پاس جلدی سے بات ختم کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا

"کیا آپ۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اٹکی۔۔۔۔گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی تھی۔دل سکڑ سا گیا تھا

www.novelsclubb.com

"پلیز جو بھی کہنا ہے جلدی کہیں۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ بیزار ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا

"کیا آپ مجھ سے شادی کریں گے۔۔۔۔۔میں آپ سے محبت کرتی ہو۔۔۔۔۔آپ کا ساتھ چاہتی ہو۔۔۔۔۔آپ کے ساتھ جینے کے خواب دیکھنے

شروع کر دیے ہیں میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ایک ہی سانس میں جلدی جلدی جو بھی اسے سمجھ آیا تھا اسنے کہہ دیا تھا کہ کہیں وہ آج اسکے دل کی سنے بنا چلا نا ہ جائے

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔اپنی عمر دیکھے اور میری عمر کی طرف بھی نظر دوڑائیں۔۔۔ابھی اتنی عمر نہیں ہوئی ہماری کے ہم شادی کے جھنجھٹ میں پڑ جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسے لتاڑتے ہوئے اسکی آواز خلاف معمول سے تیز ہوئی تھی

"محبت عمر دیکھ کے تو نہیں ہوتی۔۔۔میں بے بس ہو۔۔۔ہم شادی نہیں کریں گے مگر منگنی یا نکاح تو کر سکتے ہیں ناہ۔۔۔۔۔"اپنے بے باک دل کے ہاتھوں وہ خود ہی اپنی رسوائی کا سامان تیار کر رہی تھی

"دیکھے دانایا یہ وقتی کشش ہے۔۔۔کچی عمر میں محبتیں نہیں ہوتیں بس اٹریکشین ہوتی ہے۔۔۔۔۔"یرسل نے اسے سمجھنا چاہا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ازمیر کی محبت کے دل میں یرسل کی محبت ہو

"خدارا یقین کریں یرسل یہ وقتی کشش نہیں ہے میں سچ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔۔۔۔۔۔"وہ تڑپ کے بولی۔اسکی آواز بھی بلند ہوئی تھی آس پاس کے سٹوڈنٹ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے لیکن اسے پرواہ نہیں تھی

"آپ ازمیر کی کزن ہیں میرے لیے قابل احترام ہیں۔۔۔ڈیٹس آل۔۔۔۔۔اس سے زیادہ کی مجھ سے توقع مت رکھے پلیز۔۔۔۔۔"وہ رکھائی سے کہتا پلٹنے ہی لگا تھا کہ دانایا نے آگے بڑھ کے اسکا بازوں تھام کے روک لیا

"جا کہاں رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔؟؟میرے دل کی حالت جانے بنا آپ جا نہیں سکتے۔۔۔۔۔۔"یرسل نے سخت ناگواری سے اپنے بازوں پہ رکھے اسکے ہاتھ کو دیکھا

"دور رہ کے بات کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ایک جھٹکے سے اپنا بازوں چھوڑا کہ وہ دور ہٹا

"مجھے آپ کی محبت چاہی یرسل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"دل کے تقاضے پہ سرمئی آنکھوں میں سرخیاں نمودار ہونے لگی تھیں

"محبت کوئی چیز نہیں ہے جو آپ کو آسانی سے مل جائے گی اور اگر نا ملی تو آپ اسے چھین لے گئی۔۔۔یہ تو اک نرم احساس ہے اور احساسات زور زبردستی کے قائل نہیں ہوتے۔۔۔اس لیے دل کو قابو میں رکھے اور میری محبت کو بھول جائے ۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ سنجیدگی سے بولتا بے حس بن گیا تھا اسے دانایا کی محبت نہیں چاہیے تھی کیونکہ اسکے دل پہ پہلے ہی ویافان کے نام کی ننھی کلی کھلنا شروع ہو چکی تھی

"یرسل آپ کچھ ٹائم لے لیں پھر مجھے بتائیں گا میں آپ کا انتظار کر لو گی۔۔۔۔۔۔۔" وہ اس سے امید کی ڈور لے کے خود کو مطمئن کرنا چاہتی تھی لیکن یرسل سکندر اس کو امید کی ڈور نہیں تھمانا چاہتا تھا

کیسے یرسل سکندر ازمیر کی محبت کو انتظار کی سولی پہ لٹکا سکتا تھا؟؟

کیسے وہ اپنے دوست کے جذبات روند کے اپنی محبت کا محل کھڑا کر سکتا تھا؟؟

کیسے وہ ویبا کے نام کی کھلتی محبت کی کلی کو کچل کے دانایا کی محبت کے نام کر سکتا تھا؟؟

"خود کو انتظار کی سولی پہ مت لٹکائے آپ کا انتظار لاحاصل ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" "آپ مجھے انکار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" لہجے میں نمی گھلنے لگی تھی

"میں کوشش نہیں کر رہا میں آپ کو انکار ہی کر رہا ہو۔۔۔ وہ الگ بات ہے کہ آپ سمجھ نہیں رہیں۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے دوٹوک لہجہ اپنا لیا تھا

"میں نے زندگی میں کبھی اپنے لیے انکار نہیں سنا۔۔۔۔۔۔۔۔" سرمئی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تھے

"یہ زندگی ہے دانایا یہ آپ کو ہر ایک چیز سے متعارف کروا دیتی ہے جس سے آپ ناواقف ہونے کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔۔۔۔۔۔ اگر آپ نے زندگی میں انکار نہیں سنا تو اب سن لے۔۔ یرسل سکندر آپ کو انکار کرتا ہے۔۔۔ ہمیشہ کے لیے۔۔ یرسل

سکندر کو آپ کی محبت نہیں چاہیے۔۔۔۔۔۔۔۔"کتنا بے مہر ہو رہا تھا وہ۔دانایا کو اپنی سانسیں روکتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا

"ایسا مت کریں پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اسکے پیچھے چلائی تھی آواز میں درد تھا خود کو ٹھکرانے کا۔۔۔۔یرسل نے دھیان نہیں دیا تھا وہ آگے بڑھتا رہا تھا

"یہ انکار میری جان لیں لے گا یرسل۔۔۔۔۔۔۔۔"آواز میں درد بڑھتا جا رہا تھا اور یرسل ان سنی کرتا آگے بڑھتا جا رہا تھا

"یرسل مجھ سے میری سانسیں مت چھینے انتظار کی ڈور تھما دے میں ساری زندگی آپ کا انتظار کر لوگی۔۔۔۔۔"یرسل بے بس تھا یرسل کے بس میں ہی نہیں تھا یہ۔۔اگر ہوتا تو شاید وہ اسے تھما ہی دیتا

"یرسل مجھے بے مول مت کریں۔۔۔اگر دانایا بے مول ہوئی تو وہ جی نہیں پائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"سرمئی آنکھیں بہنے لگی تھیں۔۔خود کو بے مول کر کے اب وہ انمول ہونا چاہتی تھی۔پاس کھڑے سٹوڈنٹس نے تاسف سے اسے دیکھا تھا

۔۔۔یرسل سکندر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔۔۔خود کی ذات کا تماشا بنا کہ دانایا نے خود کو پہاڑ کی چوٹی پہ کھڑا پایا تھا اور اسی چوٹی سے زمین بوس ہونے کا فیصلہ کیا تھا اسنے ۔۔۔اس جذباتی لڑکی نے ایک انکار کی وجہ سے زندگی سے منہ موڑ لیا تھا

اگلے دن اسکے کمرے سے اسکی لاش ملی تھی پنکھے سے لٹکی۔۔۔۔ازمیر جو قدرتی طور پر انہیں کے گھر قیام پزیر تھا اسکی حالت دیکھ کے اسے اپنی دنیا فنا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔پنکھے سے لٹکی اس کی لاش دیکھ کے ازمیر کو یوں لگا تھا جیسے کسی نے اسے ننگے پاؤں تپتے صحرا کے بیچ و بیچ لا کھڑا کیا ہے۔جہاں سے بھاگتے ہوئے بھی ہر طرف تکلیف ہی تکلیف تھی۔۔درد ہی درد تھا۔۔تڑپ تڑپ ہی تھی۔۔رہائی کا کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔اسے اپنی دنیا لوٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھی وہاں سے اسنے پیچھے کی طرف قدم اٹھائے تھے کیوں؟؟

کیونکہ اسے وجہ جاننی تھی اپنی محبت کی خودکشی کی

اور جو وجہ اسے ملی تھی اسنے ازمیر کو جلتی آگ میں دھکا دیا تھا

وہ بے یقین تھا اسکے لیے یقین کرنا مشکل تھا

بے یقین سیاہ آنکھوں میں شعلے بھڑکے تھے

اسنے یرسل کو کچھ نہیں کہا تھا بس

اسنے یرسل کو خاموشی کی مار ماری تھی

دنایا کے بے جان وجود کو لہد میں اتراتے وقت اسنے عہد کیا تھا

خود سے۔۔۔دانایا سے

کے وہ اپنی محبت کی محبت کا بدلہ لے گا

وہ یرسل سکندر سے اسکی محبت چھینے گا

وہ یرسل کو بھی تپتے صحرا میں کھڑا کرے گا

اسے بھی جلتی آگ میں دھکا دے گا

جیسے دانیا تڑپی تھی۔۔ جیسے ازمیر تڑپا تھا۔۔ ویسے ہی یرسل سکندر کو تڑپائے گا۔۔۔

یرسل اور ازمیر کی دوستی کو اپنی محبت کی نظر کر کے دانیا فاروقی خود منوں مٹی تلے دفن ہو گی تھی دو دوستوں کے درمیان دشمنی کی دیوار کھڑی کر کے وہ خود پر سکون سی ہو گی تھی۔۔ آج اسی عہد کو پورا کرنے کے لیے ازمیر ھادویا افان کو اپنی دولت کا جھانسا دے کے یرسل سے دور کرنے کا عزم کر چکا تھا

یاد ماضی عذاب ہے یارب!

چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

www.novelsclubb.com

دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ ماضی کے سفر سے واپس آیا تھا سارہ قدم قدم چلتی اسکی راکینگ چیئر کے پاس آئی جہاں وہ آنکھیں بند کیے سگریٹ کے دھوئے کو ہوا میں تحلیل کر رہا تھا سگریٹ کی بوناک کے نتھنوں سے ٹکراتی سانس کو بوجھل کر رہی تھی

سارہ کے ماتھے پہ تیوری چڑی تھی یرسل کو گھوری سے نواز کے وہ اسکے سامنے صوفے پہ جا بیٹھی

"آپ کو کچھ کہنا ہے۔۔۔۔۔؟" اپنے چہرے پہ نظروں کی تپش محسوس کر کے اسنے آنکھیں کھولیں سامنے ہی سارہ اسے دیکھنے کم گھورنے میں زیادہ مصروف تھی

"نہیں مجھے تو کچھ نہیں کہنا۔۔۔آپ نے کچھ سننا ہے کیا۔۔۔۔۔۔؟" آنکھیں چھوٹی کیے سارہ نے معصومیت سے پوچھا

"نہیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ گڑبڑایا

"سارہ ایسے گھورے تو مت۔۔۔۔۔۔" سارہ نے نظروں کا زاویہ نہیں بدلہ تھا کافی دیر بعد یرسل کو منع کرنا ہی پڑا

"میں گھور تو نہیں رہی۔۔۔میں تو بس آپ کو دیکھ رہی ہو۔۔۔۔"

"دیکھنے کا بھی کوئی طریقہ ہوتا ہے۔۔۔آپ دیکھ نہیں رہی آپ مجھے گھور رہی ہیں۔۔۔۔۔۔" اسنے کہتے ہوئے ہاتھ میں پڑا سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا

"اچھا۔۔۔۔ویسے مجھے نہیں پتا تھا۔۔۔میں نے کبھی کسی کو یوں دیکھا نہیں ہے ناہ۔۔۔۔آئندہ کوشش کرو گی آپ کو گھوروں نہیں بس دیکھو وہ بھی پیار سے۔۔۔۔" وہ مسکرا کے گویا ہوئی جس مقصد کے لیے وہ گھور رہی تھی وہ مقصد پورا ہو چکا تھا

"ویسے پروفیسر صاحب آپ مجھے سکھادے کہ کیسے دیکھتے ہیں شوہر کو۔۔۔۔۔۔"
شرارتی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اسکے ہونٹوں پہ لیکن وہ لب دبائے روک گی تھی
مجھے نیند آرہی ہے۔۔۔۔۔۔۔"وہ اسکی بات کو نظرانداز کرتے اٹھ کھڑا ہوا
"تو سو جائے ناہ میں کون سا آپ سے ہل جتوا رہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔"بالکونی کی طرف
بڑھتے ہوئے سارہ کی بات پہ اسنے سر جھٹکا راکھ کو دفن کرنے کے بعد وہ واپس کمرے
میں آیا سارہ ہنوز صوفے پہ ہی آلتی پالتی مارے بیٹھی ہوئی تھی یہ اسکے بیٹھنے کا مخصوص
انداز تھا ایش ٹرے کو اپنی سٹڈی ٹیبل پہ رکھتے ہی وہ بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔لیٹتے ہی اسنے
اپنی آنکھوں پہ بازوں رکھ لیا تھا سارہ اسکی ساری کاروائی غور سے ملحظہ کر رہی تھی
یرسل کے لیٹتے ہی اسکی زبان پھر سے کھولی تھی
"پروفیسر صاحب کیوں دانت کے کیڑوں پہ ظلم کرتے ہیں سوتے وقت کم از کم ٹوتھ
برش تو کر لیا کریں تاکہ جو آپ کے منہ سے سگریٹ کی بو آتی وہ کول گیٹ اپنے سنگ
بہالے جائے۔۔۔۔۔۔اور کیڑے کول گیٹ کی خوشبو میں سکون کا سانس لے
سکیں۔۔۔۔۔"

"میرے منہ سے بو آتی ہے۔۔۔۔۔۔؟"وہ بے یقین سا کہتا اٹھ بیٹھا
"ہاں آتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"سارہ نے رازدانا انداز اپنایا

"تو آتی رہے، اچھا ہے دانت کے کیڑوں سے جان چھوٹے گی میری۔۔۔۔۔۔۔۔۔"
وہ دانت چبا چبا کہ کہتا دوبارہ لیٹ گیا اسکی بات سمجھ میں آتے ہی سارہ کا منہ کھل گیا تھا
"مجھ سے جان چھوٹے گی آپ کی۔۔۔۔ یہ خواب دیکھنا چھوڑ دے۔۔۔۔۔۔۔" وہ بھی اٹھ بیٹھی کمرے کو ائیر فیر شنر کی سخت ضرورت تھی
"میں نے حقیقت میں جینا سیکھ لیا ہے۔۔۔۔ میری آنکھیں اب خواب نہیں دیکھتیں۔۔۔۔۔۔" اسکے جواب پہ سنگار میز کی طرف بڑھتے سارہ کے قدم ساکت ہوئے تھے
"آپ فکر نہیں کریں میں خواب دیکھنا بھی سیکھا دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ کچھ نہیں بولا تھا سارہ نے چاہا تھا کہ وہ کچھ تو کہے لیکن اسکی طرف خاموشی پا کہ اسنے سنگار میز پہ پڑا ائیر فیر شنر اٹھا لیا۔۔۔ پورے کمرے میں سپرے کرنے کے بعد وہ بھی اپنی جگہ پہ لیٹ گئی تھی۔۔۔ یرسل نے اسکا خود کو دیکھنا محسوس کیا تھا اب وہ کہہ سکتا تھا وہ گھور نہیں رہی تھی بلکہ دیکھ رہی تھی وہ بھی پیار سے۔۔۔ لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ نے چھپ دیکھائی تھی جیسے صرف یرسل کے دل نے ہی محسوس کیا تھا دماغ نے حیرانگی سے دل کی کفیت کو دیکھا تھا یہ منظر سارہ کے ساتھ آسمان پہ چمکتا چاند نہیں دیکھ پایا تھا ورنہ وہ بھی حیران ضرور ہوتا

آسمان پہ بادل منڈلا رہے تھے سورج مغرب کی طرف محوِ پرواز تھا وقفے وقفے سے وہ اپنی جھلک دیکھا رہا تھا سکندرز ولا کے سکندرز شہر کے سب سے مہنگے ریسٹورنٹ سے لانچ کرنے کے بعد اب شاپنگ مال کی طرف بڑھ رہے تھے وہ تینوں سکندرز آگے تھے جبکہ سارہ اور الارا ان کے پیچھے پیچھے قدم اٹھا رہیں تھیں مال میں داخل ہوتے ہی سارہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں وہ چار سو نظریں دوڑائے اشتیاق سے مال کا جائزہ لے رہی تھی ایک بوتیک پہ نظر پڑتے ہی اسکے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا ایک موٹا تگڑا آدمی گلاس ڈور کھولتے ہوئے باہر نکل رہا تھا اسکا پہناوا اور حلیہ گاؤں کے واڈیروں جیسا تھا اسکے چہرے پہ گھنی مونچھیں اسے خوفناک بنا رہی تھیں ایک ہاتھ سے مونچھوں کو تاؤ دیتا وہ زمین پہ اپنے ہونے کا رعب جمائے سخت قدم اٹھا رہا تھا

"بھابھی سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔؟" الارا نے اسکا ٹھٹکنا محسوس کیا تھا سارہ کے چہرے کا رنگ فق ہوتے دیکھ کے اسنے پریشانی سے پوچھا داؤد، موحد اور دمیر آگے نکل چکے تھے

"وہ۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے سامنے سے آتے آدمی کی طرف اشارہ کیا بامشکل ہی اسکی زبان نے اسکے لفظ کا ساتھ دیا تھا

"واؤواٹ آمین۔۔۔۔۔۔۔۔"الارا اس آدمی کو دیکھتے پر جوش سی آواز میں بولی اس کی آواز میں اتنا جوش ضرور تھا جو سامنے سے آتے آدمی کی سماعتوں سے ٹکرایا تھا جس سے وہ ان کی طرف متوجہ ہوا تھا اس آدمی کو اپنی طرف دیکھتے پا کہ سارہ کے گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی تھی

"واٹ آمین کی چمچی اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے اب بھاگوں۔۔۔۔۔۔۔"وہ جس راستے سے آئے تھے اسی راستے پہ واپس اس نے الارا کا ہاتھ پکڑے بھاگنا شروع کر دیا

"روک چھوکری۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ آدمی انہیں بھاگتا دیکھ کے پیچھے سے چلایا آس پاس سے گزرتے لوگوں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا داؤد کی چھٹی حس نے کچھ غلط ہونے کا اشارہ دیا تھا وہ رکا اسنے پیچھے مڑ کے دیکھا

"سارہ بھابھی کہاں گئیں۔۔۔۔۔۔۔"وہ ہلکا سا بڑبڑایا اسکی نظر داخلی دروازے کی طرف اٹھی جہاں سے سارہ الارا کا ہاتھ پکڑے باہر نکل رہی تھی

"کچھ تو گڑبڑ ہے۔۔۔۔۔"اسنے سوچتے ہوئے آگے چلتے دمیر اور موحد کو بھی متوجہ کیا

"میرے پیچھے آؤ۔۔۔۔۔ سکندر بھا کو کچھ سنگینی کی بو آ رہی ہے۔۔۔۔۔۔"ان دونوں کو کہتے ہی اسنے داخلی دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی ان کے پیچھے چلاتے آدمی کی آواز وہ بھی سن چکا تھا موحد اور دمیر نے بھی اسکی تقلید کی

وہ سیدھی پارکنگ ائیریا میں آئی تھیں وہاں سائیڈ پہ کھڑی ایک کار کے پیچھے کھڑے ہو کہ سارہ نے گہرے سانس لیے الارا کا بھی سانس پھول چکا تھا وہ پہلی دفعہ اتنا تیز بھاگی تھی

"بھابھی ہم وہاں سے بھاگے کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

"جان بچا کے بھاگے ہیں۔۔۔۔۔۔"سارہ نے شکر کا سانس لیتے ہوئے کہا

"وہاں پہ کوئی دشت گرد تھا کیا۔۔۔۔۔۔؟"الارا کی آنکھیں پھیلی تھیں

"دشت گرد سے کم بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔۔"وہ الارا کے سوالات کے زو معنی جوابات دے رہی تھی جو کہ الارا کے سر کے اوپر سے گزر رہے تھے

"بھابھی مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔۔۔۔۔۔"

"آئے گا بھی نہیں۔۔۔۔۔۔"

"بھابھی آپ اس طرح بھاگ کے کیوں آئی ہیں وہاں سے۔۔۔۔۔۔۔۔؟"داؤد نے پوچھا وہ وہاں پہنچ چکا تھا موحد اور دمیر بھی اس کے پیچھے تھے

"اگر بھاگ کہ نا آتی تو وہ مجھے لے جاتا۔۔۔۔۔۔"سارہ نے جواب دیا

"وہ سانڈ۔۔۔۔۔۔؟"داؤد نے اس آدمی کے حلیے کے پیش نظر اس کو سانڈ کے خطاب سے نوازہ

"ہاں وہی۔۔۔۔۔۔"سارہ نے تصدیقی انداز میں کہا

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔؟" دمیر نے پوچھا

"میں اسکی شادی سے بھاگ کے آئی تھی۔اب وہ یقیناً میرے پیچھے ہی یہاں آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔" وہ چاروں چونکے

"آپ کو وہ سانڈ ہی ملا تھا شادی کرنے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔؟" داؤد نے ماتھے پہ بل ڈالے پوچھا

"مجھے نہیں میری چچی کو شوق تھا اسکے ساتھ میرے نصیب پھوڑنے کا۔۔۔۔۔۔" سارہ جھنجھلائی ہوئی آواز میں بولی

"اب نکلو یہاں سے اس سے پہلے کہ وہ یہاں بھی پہنچ جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ابھی سارہ نے انہیں ہدایت کی ہی تھی کہ دمیر کو اپنے کندھے پہ کسی کی تھپکی محسوس ہوئی

"ابے روک ناہ ہم بات کر رہے ہیں تو صبر کر لے۔۔۔۔۔۔۔" دمیر نے اپنے کندھے پہ رکھا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا

سارہ نے دمیر کے تعاقب میں دیکھا جہاں وہ آدمی اپنے ساتھ دو اور آدمی لیے وہاں آ پہنچا تھا دوسرے آدمی بھی اسکی طرح کی جسامت کے تھے وہ آدمی سارہ کو نہیں دیکھ پائے تھے کیونکہ سکندرز کی آڑ میں وہ چھپ سی گئی تھی

"آج نہیں بچتے۔۔۔۔۔۔" سارہ نے ان کے پیچھے کھڑے آدمیوں کو دیکھتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی اس کے یوں کرنے پہ تینوں نے پیچھے مڑ کے دیکھا داؤد اور موحد تو مطمئن تھے لیکن دمیر کے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں ان کی جسامت کو دیکھ کے

"کیوں بے سانڈ کیا مسئلہ ہے تجھے۔۔۔۔۔؟" داؤد نے بھونیں اچکائے بنا کسی خوف کے پوچھا ساتھ ہی اسنے اپنے پیچھے کھڑی سارہ اور الارا کو اپنا دائیں ہاتھ پیچھے کر کے وہاں سے نکل جانے کا اشارہ کیا وہ ان تینوں کے پیچھے کھڑی نظر نہیں آ رہی تھیں اسلیے با آسانی سے وہ سامنے کھڑے آدمیوں کی نظروں سے بچ کے وہاں سے نکل سکتی تھیں سارہ ان کو یوں اکیلا چھوڑ کے نہیں جانا چاہتی تھی لیکن الارا داؤد اور موحد کے مسلسل اشارے کرنے پہ سارہ کو زبردستی لیے وہاں سے نکل گی

"پہلوان۔۔۔۔۔۔۔" سامنے والے نے گرج دار آواز میں داؤد کو ٹوکا

"ہاں ہاں سانڈ۔۔۔۔ بک کیا مسئلہ ہے تجھے۔۔۔۔۔۔۔" ایسے ہی تو نہیں مستقبل کے سکندر بھا کو لوگ ڈھیٹ کہتے تھے

"یہاں پہ دو چھوکریاں آئی تھیں۔۔۔۔۔۔" آواز میں گرج برقرار تھی

"آئی تھیں لیکن اب چلی گئی ہیں۔۔۔۔۔" موحد نے لاپروائی سے جواب دیا

"کہاں گئی ہیں وہ۔۔۔۔۔۔۔؟" اب سامنے والی کی آواز کے ساتھ سرمے سے بھری آنکھیں بھی برسی تھیں

''اب ہمیں کیا پتا کہاں گئی ہیں۔ ہمیں بتا کہ تھوڑی گئی ہیں۔ ہم تو انہیں جانتے بھی نہیں ہیں۔۔۔''دمیر نے مصلحانہ انداز کے چکر میں آگ کو چنگاری دیکھائی تھی

''اور ہاں جو لڑکی آپ کی شادی سے بھاگ کے آئی تھی اسنے ہمارے بھائی سے شادی تو بلکل بھی نہیں کی تھی۔۔۔۔''داؤد نے دمیر کے انداز میں کہتے ہوئے آگ کو ہوا دی تھی دشمن سے صلح کرنا اس کی برداشت میں تھا ہی نہیں

''یہ ہی ہمیں اس چھوکری تک لے کے جائے گے پکڑوانہیں۔۔۔۔۔''سامنے والے آدمی کی بائیں طرف کھڑا آدمی سمجھدار تھا یہ مشورہ اسی نے ہی دیا تھا

''ہمیں پکڑنا آسان نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔''موحد نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے قدم پیچھے کی جانب اٹھائے دمیر صلح کے چکر میں بجھی آگ کو شعلہ دے کے وہاں سے پہلے ہی بھاگ نکلا تھا وہ جانتا تھا یہ دونوں اب کوئی گل ضرور کھلائے گے

''دم ہے تو پکڑ کے دیکھاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔''داؤد نے بھی موحد کی نقل کی تھی کچھ ہی دیر میں وہ آگے آگے تھے اور وہ تینوں آدمی ان کے پیچھے پیچھے انہوں نے پارکنگ ائیریا میں کھڑی گاڑیوں کے گرد انہیں گھوما گھوما کے گھومایا تھا کچھ ہی دیر میں گاڑیوں کے گرد چکر لگاتے دیسی آدمیوں کا سانس پھول گیا تھا لیکن داؤد اور موحد نارمل ہی رہے تھے بھاگم بھاگ کا کھیل اختتامی مراحل پہ تھا وہ تینوں آدمی نماز میں رکوع کی طرح جھکے اپنا سانس بحال کر رہے تھے جبکہ داؤد اور موحد ان تینوں کے پیچھے چونکنا کھڑے تھے

بلکل ویسے جیسے ایک فٹ بال کھلاڑی کھیل کے ابتدائی مراحل میں فٹ بال پہ نظریں جمائے چونکنا کھڑا ہوتا ہے دونوں نے اپنے سامنے جھکے آدمیوں سے نظریں ہٹا کہ ایک دوسرے کو دیکھا۔آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی ہاں میں ہاں ملائے ان دونوں نے سامنے جھکے آدمیوں کو فٹبال سمجھتے ہوئے کیک لگائی تھی وہ تینوں اب رکوع کے بجائے سجدے کی حالت میں زمین پہ گرے پڑے تھے۔ان تینوں کو ان کے حال پہ چھوڑے وہ پارکینگ ائیریا سے باہر نکلنے ہی لگے تھے کہ وہ آدمی جس نے خود کو پہلوان کہہ کہ متعارف کروایا تھا اسکی آواز پہ داؤد کو واپس ان کے پاس آنا پڑا

"اس چھوکری کو تو میں ڈھونڈ لوگا لیکن تم دونوں کو بھی چھوڑوں گا نہیں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ گھٹنوں کے بل اٹھتا چلایا تھا سرمے سے بھری آنکھوں میں قیامت بھرپا ہوئی تھی داؤد اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا

"جس لڑکی کو تو چھوکری کہہ رہا ہے ناہ۔اسکا نام سارہ یوسف ہے اور وہ میرے بھائی کی بیوی ہے اس لحاظ سے وہ تیری بھابھی ہوئی اب ان کے لیے تیرے منہ سے بھابھی کا لفظ نکلنا چاہیے اگر اب چھوکری نکلا ناہ تو تیری زبان کو حلق میں ہاتھ ڈال کے کے جڑ سے باہر نکل لاؤگا۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ کے لیے بار بار چھوکری کا لفظ سنتے ہی اب اسکی بس ہوئی تھی بھوری آنکھوں میں غصے کی چمک ابھری تھی آواز شیر کی دھاڑ کی طرح سنسان پڑے پارکینگ ائیریا میں گونجی تھی اسنے سکندر بھا بننے کی ٹھانی ہوئی تھی

سکندر بھا کی پہلی جھلک نمایاں ہوئی تھی پہلوان کی بولتی زبان سکندر بھا کی دہشت زدہ آواز کے سحر میں جکڑی تالو سے چمٹ گی تھی اسے وارن کرتے سکندر بھامڑا تھا واپس جانے کے لیے۔موحد نے اسکی چال میں بدلاؤ محسوس کیا تھا وہ قدم باقدم چلتا موحد کے پہلو سے گزر گیا تھا موحد نے بھی اسکا ساتھ دیا تھا وہ دونوں اپنے پیچھے ان تینوں کو ساکت چھوڑے وہاں سے نکل آئے تھے باہر نکلتے ہی ان کا سامنا دمیر سے ہوا تھا جو وہی کھڑا ان کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا جس میں ناتوا تنی ہمت تھی کہ وہ ان دونوں کا ساتھ دے سکتا اور نا ہی اتنی ہمت تھی کہ وہ ان کو چھوڑ کے وہاں سے جا سکتا اسلیے وہاں وہ درمیان میں ہی لٹکا جھول رہا تھا

"یہ بجھی آگ کو چنگاری دینے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسکی کی بزدلی پہ داؤد کے ہاتھ کا مکا دمیر کی بائیں آنکھ پہ پڑا تھا مکا اتنی زور کا تھا کہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے تارے ناچتے ہوئے محسوس ہوئے تھے

"یہ وہاں سے بزدلوں کی طرح بھاگ آنے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد کے مکے نے بائیں آنکھ کو نشانہ بنایا تھا اب تاروں کے ساتھ اسے چاند بھی ناچتا ہوا محسوس ہوا تھا وہ لڑکھڑا کے دو قدم پیچھے ہوا

"معاف کر دو اگلی بار ایسے نہیں کروگا۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ مزید ان کے مکے برداشت نہیں کر سکتا تھا اسلیے فوراً اسنے ہتھیار ڈالتے معذرت کو تھام لیا تھا

"کمینہ بزدل کہی کا۔۔۔۔۔۔"داؤد سنجیدگی سے کہتا آگے بڑھ گیا

"الارا کا کمزور عاشق۔۔۔۔۔ہنہہ۔۔۔۔۔"دمیر بھی داؤد کا ساتھ دیتے اسے لعن طعن کرتا وہاں سے نکل گیا پیچھے اسے بھی چار و ناچار ان کے پیچھے جانا ہی پڑا اتنی عزت افزائی پہ اپنی بزدلی کے ساتھ اسکا ڈوب مرنے کو دل کیا تھا لیکن ڈوب کے مرنا بھی جگر والوں کا کام تھا اس میں فلحال اتنا جگرا نہیں تھا اسلیے اپنے ماتھے پہ بزدلی کا تاج سجائے ۔ان کے پیچھے ہی جانا اسنے بہتر سمجھا

وہ گھر پہنچ چکی تھیں اب وہ مسلسل لان میں ٹہلتے ان تینوں کا انتظار کر رہیں تھیں الارا کو بس دمیر کی فکر ہو رہی تھی وہ اسکی بزدلی سے بخوبی واقف تھی جبکہ سارہ کو تینوں کی ہی فکر ستائے جا رہی تھی۔وہ آدمی گاؤں کا پہلوان تھا جو غیرت کے نام پہ اپنی عورتوں کو قتل کر دینا باعث فخر سمجھتا تھا پہلوان کی نظر شروع سے ہی سارہ پہ تھی وہ اپنے گاؤں کی سب سے خوبصورت لڑکی تھی کوئی بھی اس پہ دل ہار سکتا تھا لیکن سارہ پہلے ہی کسی اور پہ دل ہار چکی تھی اس لیے وہ سب کو جوتی کی نوک پہ رکھتی تھی اور پہلوان سے تو وہ سو میل دور بھاگتی تھی اسکی جسامت سے ہی سارہ کو خوف آتا تھا جب تک سارہ کے والد زندہ تھے تب تک وہ اسکی نظروں سے بچی رہی تھی لیکن یوسف صاحب کی وفات کے

بعد وہ ہاتھ دھو کے سارہ کے پیچھے پڑ گیا تھا دو سال تک وہ اپنے حق کے لیے لڑتی رہی تھی لیکن کب تک وہ اس پہلوان کا مقابلہ کر سکتی تھی؟ آخر کار سارہ کی چچی نے چند پیسوں کے عوض بنا اس سے پوچھے پہلوان کے ساتھ اسکی شادی طے کر دی۔ یہ اسکی خوش قسمتی تھی کہ وہ شادی سے ایک دن قبل ان کے ارادوں سے واقف ہو گئی تھی اس لیے وہ اسی رات اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے اپنے گاؤں کو الوادع کہہ آئی تھی وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ پہلوان اس کے پیچھے ضرور آئے گا لیکن اتنی جلدی وہ اس تک پہنچ جائے گا اس کا اسے اندازہ نہیں تھا

دروازے پہ دستک ہوئی تھی وہ دونوں ایک ساتھ دروازے کی طرف لپکی تھیں بنا پوچھے انہوں نے دروازہ وا کیا تھا سامنے ہی وہ تینوں کھڑے تھے

"تم لوگ ٹھیک ہو۔۔۔۔۔۔۔؟" سارہ نے انہیں دیکھتے ہی بے تابی سے پوچھا اسکے لہجے سے ہی ان کی فکر ہلکورے لے رہی تھی داؤد اور موحد مسکرائے تھے جبکہ دمیر منہ بسورے کھڑا تھا

www.novelsclubb.com

"بھابھی جی یہ ہمارا علاقہ ہے یہاں ہمارا راج چلتا ہے وہ سانڈ اپنے گاؤں کا پہلوان ہو گا اس کا راج وہی پہ چلتا ہو گا یہاں اسکی اوقات چوہے جتنی بھی نہیں ہے۔۔۔۔اس لیے آپ بے فکر رہیں وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔۔۔۔" سارہ نے راستہ چھوڑ دیا تھا اندر داخل ہوتے داؤد نے اپنے الفاظ کے سحر سے سارہ کی فکر کو دور کرنا چاہا

"دمیر تمہیں کیا ہوا ہے۔۔۔۔یہ چوٹ کیسے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔؟"الارا کی نظر دمیر کی آنکھوں پہ پڑے تھی اپنے ناک پہ پھسلتا چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے وہ متفکر سی پوچھ بیٹھی سارہ بھی اسکی طرف متوجہ ہوئی

"کیا ہوا دمیر تمہاری آنکھیں کیوں سوجی ہوئی ہیں۔۔۔۔۔؟"

"بھابھی آپ فکر نہیں کریں کچھ نہیں ہوا اسے۔بس اس سانڈ کے منہ سے یہ آپ کا نام سن کے برداشت نہیں کر پایا تھا اس لیے ان کو ان کی اوقات یاد دلانے کے لیے دمیر نے ہاتھ کا استعمال کیا بدلے میں انہوں نے بھی ہاتھ پاؤں ہلائے جن سے ہمیں بچاتے بچاتے یہ خود نا بچ سکا اور اپنی آنکھیں پھڑوا بیٹھا۔۔۔۔۔۔"سچ اور جھوٹ کو باہم ملواتے ہوئے موحد نے دمیر کے گرد بازوں حائل کیے دمیر نے موحد کی ہاں میں ہاں ملاتے سر ہلا دیا اب وہ اپنی بزدلی کے قصے سنانے سے تو رہا

لیکن سارہ کو موحد کی جھولتی کہانی نے کچھ خاص مطمئن نہیں کیا تھا

"آؤ۔۔دمیر۔۔تمہیں آنکھوں پہ کچھ لگانے کو دو۔۔۔۔۔۔۔"وہ تینوں کو ایک نظر دیکھتے اندر کی جانب بڑھ گی اور دمیر نے بھی وہاں سے نکلنے کی کئ

"بڑی فکریں ہو رہی ہیں خیر تو ہے امریکہ کے گندے نالے کی فیری۔۔۔۔۔۔۔؟"الارا ابھی وہاں سے نکلنے ہی لگی تھی داؤد کے کہنے پہ اسے رکنا پڑا

"پاکستان کے گندے نالوں کی سلطنت کے ڈر کو لا سکندر بھا۔ تمہارے علم میں اضافے کے لیے بتادو امریکہ میں گندے نالے نہیں ہوتے وہ صرف یہاں پاکستان میں ہی پائے جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔"چشمے کے پیچھے چھپی آنکھوں کو سکوڑے اسنے داؤد کو سود سمیت اس کے الفاظ واپس لوٹائے تھے

"چونٹیوں کے بھی پر نکل آئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے الارا کے تاثرات کے پیش نظر میدان میں اپنے ہونے کا ثبوت دیا تھا

"وہ کیا ہے ناہ جب تم جیسے کیڑے اپنی حد سے باہر نکلنے لگے تو ہم چونٹیوں کو اپنے پر نکلنے ہی پڑتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"اگر وہ پاکستان کے کھلاڑی تھے تو وہ بھی امریکہ کی کھلاڑی تھی جس نے دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے جینا انہیں سے سیکھا تھا

"سمندر میں رہ کے مگر مچھوں سے الجھ رہی ہو تم گندے نالے کی فیری۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے اسے اسکی حد میں رہنے کا اشارہ کیا

"مگر مچھوں سے الجھ کے ہی سمندر میں رہنے کا مزا آئے گا۔۔۔۔۔۔۔"چشمے کے پیچھے چھپی آنکھیں حدوں کو پھلانگتے ہوئے ایڈونچر کے لیے تیار تھیں

"یہ تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔۔۔۔۔۔۔۔"اب وارننگ موحد کی جانب سے آئی تھی

''امریکہ کی شہری ہو سستے میں کبھی گزارا کیا بھی نہیں ہے میں نے۔۔۔۔۔۔۔''

موحد کی وارننگ کو اسنے اپنے پاؤں تلے کچل دیا تھا

''تو اب تیار رہنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''سکندر بھا نے اعلان کیا تھا

''ہمیشہ تیار رہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔''وہ ان دونوں سے کمزور تھی لیکن اتنی بھی کمزور نہیں تھی کہ ان کا مقابلہ ہی نا کر سکتی

سمندر میں ہلچل ہونا شروع ہو چکی تھی

جو کہ کب تک رہنی تھی کون جان سکتا تھا؟

بھلا کوئی جان سکتا تھا؟؟

بلکل بھی نہیں ہر گز نہیں

آسمان پہ چھایا اندھیرا اٹھتا جا رہا تھا روشنی کی کرنیں آہستہ آہستہ خود کو نمودار کرنے لگی تھیں فضا میں پرندوں کی آوازیں روشنی کے استقبال کے لیے پر جوش ہو رہی تھیں

سکندرز ولا میں سکندرز کے کمرے میں آئے تو وہاں تین قطار میں رکھے سنگل بیڈز میں ایک بیڈ پہ سوئے وجود میں ہلچل ہوئی تھی وہ دو منٹ کی تگ و دو کے بعد وہ وجود بستر سے اٹھ کھڑا ہوا وہ دبے پاؤں اپنے کمرے میں نسب الماری کی طرف بڑھا الماری کے

پاس پہنچتے ہی وہ جھکا اور الماری کے نیچے والے کیبنٹ کو کھول کے اس میں سے اپنی مطلوبہ چیز نکال کے وہ سیدھا ہوا اب اسکا رخ اپنے کمرے کے داخلی دروازے کی طرف تھا کمرے سے نکلتے ہی وہ الارا کے کمرے کی جانب بڑھا تھا الارا کے کمرے کا دروازہ لاک نہیں تھا اسنے شکر کا سانس لیا آہستہ سے دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا وہ الارا کے بیڈ کی اس جانب بڑھا جہاں اسکا الارم کلاک پڑا ہوا تھا اسنے کمرے کی مدھم روشنی میں الارم کا ٹائم نوٹ کیا اور وہاں اپنے ہاتھ میں پکڑی چیز کو سیٹ کر کے کلاک کے پاس رکھ دیا اور ایک جتاتی نظر الارا کے سوئے وجود پہ ڈال کے وہ جس خاموشی سے آیا تھا اسی خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا اب اسکا رخ کیچن کی جانب تھا

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ کیچن میں چولہے کے پاس کھڑی آملیٹ کا آمیزہ تیار کر رہی تھی یرسل کے پکارنے پہ وہ مڑی

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسکے سامنے سر جھکائے کھڑا اپنے پینٹ کی جیب ٹٹول رہا تھا

"اپنا ہاتھ دے۔۔۔۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔؟" نا سمجھی سے سارہ کی بھونیں سکڑی تھیں جیب سے مطلوبہ چیز ملتے ہی اسنے اپنا جھکا سر اٹھایا

"اپنا ہاتھ دے۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے پھر دوہرایا

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔؟" کچھ غلط ہونے کے ڈر سے سارہ نے جلدی سے اپنے دونوں ہاتھ اپنی کمر کے پیچھے کیے۔وہ سارہ کی حرکت پہ مسکرایا پھر سے کہنے کے بجائے یرسل نے اسکی کمر کے پیچھے کیا اسکا ہاتھ خود ہی پکڑ کے اپنے سامنے کیا

"آپ اتنا ڈر کیوں رہی ہیں۔۔میں نے آپ کے ہاتھ کو کاٹنا تھوڑی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے چہرے کی اڑتی رنگت دیکھ کے وہ مسکراتے ہوئے اپنے دوسرے ہاتھ میں پکڑا بریسلٹ اسکی کلائی میں پہنانے لگا۔وہ کبھی یرسل کو دیکھتی تو کبھی اپنے کلائی پہ بریسلٹ کے ہک کو بند کرتے یرسل کے ہاتھوں کو

"آپ کی منہ دیکھائی۔پچھلی دفعہ آپ نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔اب تو نہیں کریں گئیں۔۔۔۔۔" یرسل نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا تھا اب وہ سارہ کو دیکھ رہا تھا۔سارہ کے لیے اسکا آخری جملہ سمجھنا مشکل تھا یرسل نے اس سے پوچھا تھا یا پھر اسے بتایا تھا واقعی وہ سمجھ ہی نہیں پاہ رہی تھی

"شکریہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" مدھم سے لہجے میں وہ اسکی ممنون ہوئی تھی آنکھوں نے اخترام سے جھک کے کلائی میں پہنائے گے بریسلٹ کو دیکھا لب اتنی عزت پہ مسکرائے تھے یرسل سکندر نے مسکراہٹ دیکھی تھی اسکی مسکراہٹ دیکھتے وہ بھی مسکرایا تھا دل نے اعتراف کیا تھا اسکے لب گولڈ کا بریسلٹ دیکھ کے نہیں مسکرائے تھے بلکہ اس کے پہنانے پہ مسکرائے تھے اس لڑکی کو چیزوں سے لگاؤ نہیں تھا اسے انسانوں

کی محبت سے لگاؤ تھا وہ انمول تھی رشتوں کی قدر کرنے والی، محبت کا جواب محبت سے دینے والی

اسکی جھکی پلکیں دیکھ کے یرسل کو آج پھر اپنی محبت پہ افسوس ہوا تھا

وہ محویت سے سارہ کی جھکی پلکوں کو دیکھ رہا تھا اور سارہ محویت سے مسکراتے اپنی کلائی کو

"اہمم اہمممم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اندر داخل ہوتے موحد نے ان کی محویت کو توڑا تھا

سارہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گی تھی اور یرسل موحد کی طرف متوجہ ہوا

"خیریت آج جلدی اٹھ گے تم۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کباب میں ہڈی بننا تھا اس لیے جلدی اٹھ گیا۔۔۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے کہتا فروٹ باسکٹ کی طرف بڑھا اور اس میں سے ایک کیلا نکال کے واپس چلا گیا جاتے جاتے بھی وہ کہنا نہیں بھولا تھا

www.novelsclubb.com

"کیری آن۔۔۔۔۔۔۔۔"

سارہ خجل ہوئی تھی جبکہ یرسل مسکراتے ہوئے ناشتے کی ٹیبل پہ برتن سیٹ کرنے لگا پہلے وہ اور سکندر صاحب مل کے ناشتہ بناتے تھے اب سکندر صاحب کی جگہ سارہ اسکا ساتھ دیتی تھی ان دونوں کے دن کا آغاز کیچن سے شروع ہو کہ کیچن پہ ہی ختم ہو جاتا تھا

کیچن سے نکلتے ہی وہ واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا دروازے کے سامنے روک کے اسنے ہاتھ میں پکڑے کیلے کا چھلکا اتارا چھلکے کو اسنے دروازے کے آگے پھینکا اور کیلے کو اپنے پیٹ میں جانے کا شرف بخشا پھر وہ واپس کیچن کی جانب آیا اور چپ چاپ ٹیبل کے گرد رکھی گی کرسیوں میں سے ایک کرسی نکال کے بیٹھ گیا نظریں سامنے لگی گھڑی پہ تھیں جوں جوں گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی جا رہیں تھیں توں توں اسکے لب مسکراہٹ میں ڈالتے جا رہے تھے

"موحد تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے سارہ متفکر ہوئی اور یرسل کو بھی کچھ غلط ہونے کا سگنل مل رہا تھا

"میری تو ٹھیک ہے لیکن کچھ لوگوں کی اب ضرور خراب ہونے والی ہے۔۔۔۔۔۔۔" نظریں ہنوز گھڑی کی سوئیوں پہ ٹکی تھیں

"موحد کیا کر کے آرہے ہو؟ اور کس کے ساتھ کر کے آرہے ہو؟ بتاؤ مجھے۔۔۔۔۔۔۔" یرسل اسکے سر پر آن کھڑا ہوا

"پروفیسر بس تھوڑا صبر رکھے پتہ چل جائے گا آپ کو۔۔۔۔۔۔" اسکی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی

"موحد۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارا نے پیار سے اسے پچکارا۔ اسنے انسنا کر دیا تھری۔۔۔۔۔۔ اسنے گھڑی دیکھتے ہوئے کاؤنٹ کرنا شروع کیا

الارا کی الارم کلاک نے الارام بجایا تھا

ٹو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسنے الارم کو بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا

ون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"ویلکم ٹو سکندرزولا"

الارا کی چیخیں سکندرزولا میں گونجی تھیں

اس کی چیخیں سنتے ہی وہ قہقہ لگا کہ ہنسا تھا

جاری ہے

www.novelsclubb.com

سکندرزولا

بقلم جاناں شاہ

چھٹی قسط

کیچن سے نکلتے ہی وہ واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا دروازے کے سامنے روک کے اسنے ہاتھ میں پکڑے کیلے کا چھلکا اتارا چھلکے کو اسنے دروازے کے آگے پھینکا اور

کیلے کو اپنے پیٹ میں جانے کا شرف بخشا پھر وہ واپس کیچن کی جانب آیا اور چپ چاپ ٹیبل کے گرد رکھی گی کرسیوں میں سے ایک کرسی نکال کے بیٹھ گیا نظریں سامنے لگی گھڑی پہ تھیں جوں جوں گھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی جارہیں تھیں توں توں اسکے لب مسکراہٹ میں ڈھلتے جارہے تھے

"موحد تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے سارہ متفکر ہوئی اور یرسل کو بھی کچھ غلط ہونے کا سگنل مل رہا تھا

"میری تو ٹھیک ہے لیکن کچھ لوگوں کی اب ضرور خراب ہونے والی ہے۔۔۔۔۔۔۔" نظریں ہنوز گھڑی کی سوئیوں پہ ٹکی تھیں

"موحد کیا کر کے آرہے ہو؟ اور کس کے ساتھ کر کے آرہے ہو؟ بتاؤ مجھے۔۔۔۔۔۔۔" یرسل اسکے سر پر آن کھڑا ہوا

"پروفیسر بس تھوڑا صبر رکھے پتہ چل جائے گا آپ کو۔۔۔۔۔۔" اسکی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی

www.novelsclubb.com

"موحد۔۔۔۔۔۔۔۔" سارا نے پیار سے اسے پچکارا۔ اسنے انسنا کر دیا تھری۔۔۔۔۔۔ اسنے گھڑی دیکھتے ہوئے کاؤنٹ کرنا شروع کیا

الارا کی الارم کلاک نے الارام بجایا تھا

ٹو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسنے الارم کو بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا

ون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"ویلکم ٹو سکندرز ولا"

الارا کی چیخیں سکندرز ولا میں گونجی تھیں

اس کی چیخیں سنتے ہی وہ قہقہہ لگا کہ ہنسا تھا جبکہ سارہ اور ریسل کا رنگ فق ہوا تھا اسے وہی چھوڑے وہ دونوں الارا کی چیخیں سنتے ہی اسکے کمرے کی طرف بڑھے تھے اپنے بستر پہ خواب خرگوش کے مزے لوٹتے داؤد اور دمیر بھی الارا کی چیخیں سنتے ہڑبڑاہ کے اٹھے تھے داؤد اپنے پلین کی کامیابی پہ مسکرایا تھا اور دمیر اپنے اڑتے حواس کے ساتھ بستر سے اٹھتا داخلی دروازے کی طرف بڑھا تھا الارا کی چیخوں میں مسلسل اضافہ اسکے حواس معطل کر رہا تھا کمرے سے نکلتے ہی اسکا پاؤں کیلے کے چھلکے پہ پڑا تھا وہ پھسلا تھا اسکی ٹانگیں اوپر کو اٹھیں تھیں اور سر چکنے فرش پہ دھڑم کی آواز کے ساتھ لگا تھا اسکے منہ سے بے ساختہ

www.novelsclubb.com

"آآاالوئے اباااااا۔۔۔۔۔۔"

نکلا تھا اسے گرتا دیکھ کے کیچن کے دروازے کے پاس کھڑے موحد کے قہقوں میں مزید اضافہ ہوا تھا

الارا کے کمرے کے دروازے کے نزدیک پہنچے سارہ اور یرسل دمیر کی آواز پہ رو کے تھے ایک طرف الارا کی چیخیں تھیں تو دوسری طرف دمیر کی "آلوئے ابا۔۔" کی آہیں دونوں نے پریشان نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا

"آپ دمیر کو دیکھے میں الارا کو دیکھتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے حل نکالا تھا یرسل سرہاں میں ہلاتے جن قدموں پہ آیا تھا انہیں قدموں پہ واپس مڑ گیا تھا یرسل کے مڑتے ہی سارہ کمرے میں داخل ہوئی تھی اندر داخل ہوتی ہی الارا کی چیخوں کے ساتھ الارم کلاک کا شور بھی اسکی سماعتوں سے ٹکرایا تھا اسنے جلدی سے پہلے الارم کلاک کو بند کیا پھر وہ الارا کی طرف متوجہ ہوئی جس نے اپنی چیخوں سے پورا سکندرز ولا اپنے سر پہ اٹھا رکھا تھا اسکی چیخوں کی پیچھے درد چھپا تھا جو کہ اسکی برداشت سے باہر تھا درد کو سہتے اسکی آنکھوں کے آنسو کسی آبشار کی طرح اسکے گالوں پہ بہہ رہے تھے نگاہیں اپنے ہاتھ کی انگلیوں پہ تھیں جو کہ ماؤس ٹریپ (کڑیکی چوہے کو پکڑنے والا آلہ) میں پھنس چکی تھیں ماؤس ٹریپ میں پھنسی اسکی انگلیوں کو دیکھ کے سارہ نے بھی جھرجھری لی تھی

"زیادہ درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔؟" اسکے ہاتھ کو ماؤس ٹریپ سے آزاد کرتے سارہ نے اس آلے کو سائیڈ ٹیبل پہ وہی رکھا تھا جہاں موحد رکھ کے گیا تھا

www.novelsclubb.com

الارم بند کرنے کے لیے اسنے گھڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جو کہ گھڑی تک پہنچنے سے پہلے ہی ماؤس ٹریپ پہ پڑا تھا اسکے ہاتھ کا دباؤ محسوس کرتے ہی آلے کا ہک چھوٹا تھا جہاں چوہے کی گردن پھنستی ہے وہاں اسکی انگلیاں پھنسی تھیں جس کی وجہ سے اسکی چیخیں سکندر زولا میں گونجی تھیں

"بہت زیادہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" روتے ہوئے اسنے اپنی سرخ انگلیوں کو دیکھا تھا جہاں لوہے کی سلاخ اپنا نشان چھوڑ گی تھی

دوسری طرف آئے جہاں دمیرا ابھی تک اپنی کمر پکڑے وہی پہ بیٹھا کراہ رہا تھا اپنے درد میں وہ الارا کو فراموش کر چکا تھا

بس یاد رہا تھا

اپنی کمر اور اسکا درد

اور ساتھ میں بھاری ہوتا سر

یرسل نے اسے اٹھنے میں مدد دی تھی داؤد اور موحد نے اس کے نزدیک تک آنے کی زحمت نہیں کی تھی وہ یرسل کے سہارے واپس کمرے میں آیا تھا یرسل اسے اسکے بیڈ پہ بیٹھائے واپس الارا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا

"کیوں بے سستی فلموں کے فلاپ ہیروں نکل گی ساری ہیروں پنتی۔۔۔۔۔۔۔۔"

داؤد نے ہنستے ہوئے طنز کا تیر چھوڑا تھا

موحد بھی اسکے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا اسکے چہرے پہ مسکراہٹ تھی میدان میں فتح حاصل کر لینے والی

"یہ تم دونوں کی حرکت تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"اپنی کمر سہلاتے ہوئے اسنے دونوں کو شکی نظروں سے دیکھا

"ظاہر سی بات ہے ہم دونوں کے علاوہ ہے کوئی جو یہ کر سکتا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔؟" موحد نے فخریا اپنا کالر ہلاتے ہوئے کہا

"الارا کے ساتھ کیا کیا ہے تم دونوں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"بلا آخر اپنے درد کو پس پشت ڈالے اسے الارا کا خیال آ ہی گیا تھا

"کچھ زیادہ نہیں بس ہمارے سمندر میں رہتی فیری باغی ہو گی تھی اسے قابو کرنے کے لیے ماؤس ٹریپ کا استعمال کیا ہے۔۔۔۔۔۔"موحد نے اپنے عظیم کارنامے کو اسکے گوش گزار کیا تھا ماؤس ٹریپ سنتے ہی دمیر کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گی تھیں اپنی کمر کے درد کو بھولائے اور انہیں وہی چھوڑے اسنے الارا کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی تھی

"اب بیک آپ کے لیے تیار ہو جاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے معاملے کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے داؤد کو آنے والے حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنے کا مشورہ دیا

"سکندر بھا ہمیشہ تیار رہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اپنے بستر کی تہ لگاتے داؤد نے کہا

"اس دفعہ منظر عام پہ میں آیا ہو۔۔۔اب تم دامن بچا کے بھاگ مت جانا۔۔۔۔۔۔۔" یہ سارا پلین دونوں کا مشترکہ تھا جیسے پایا تکمیل تک صرف موحد نے پہنچایا تھا

"معمولی سی سزا سے بچنے کے لیے سکندر بھا اپنے ساتھی سے غداری کرے گا۔۔لعنت ہو پھر ایسے سکندر بھا پہ۔۔۔۔۔۔" دبنگ لہجے میں کہتے ہوئے اسنے مسکراتے ہوئے اپنے بستر کو دیکھا جو کہ بلکل پرفیکٹ سیٹ ہو چکا تھا

"ان دونوں کو بھی بولا کر لاؤ۔۔۔۔۔۔" وہ الارا کے کمرے میں داخل ہوا ہی تھا کہ یرسل سکندر نے اسے گرج دار آواز میں باقی دونوں کو بھی بولانے کا حکم صادر کیا تھا وہ انہیں قدموں واپس لوٹا تھا

www.novelsclubb.com

"تم دونوں کو پروفیسر صاحب نے اپنے سامنے پیش ہونے کا حکم صادر کیا ہے۔۔۔۔۔۔" واپس آکر دمیر نے کڑی نگاہوں سے دونوں کو دیکھتے ہوئے یرسل سکندر کا پیغام ان تک پہنچایا تھا دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو تسلی دی تھی

"تم دونوں نے اس دفعہ حد ہی کر دی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ دونوں اس دفعہ یرسل سکندر کے سامنے سر جھکائے کھڑے اسکی غصہ سے بھرپور آواز کو ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکال رہے تھے ان کی خوش قسمتی تھی کہ آج سکندر صاحب کے بجائے وہ یرسل سکندر کے سامنے کھڑے تھے کیونکہ سکندر صاحب ابھی تک مسجد سے واپس گھر نہیں لوٹے تھے جس کی وجہ سے یرسل کو ان کے فرائض سرانجام دینا پڑ رہے تھے

"وہ ہمارے گھر مہمان ہے کوئی مہمانوں کے ساتھ بھی ایسا سلوک کرتا ہے۔۔۔۔۔۔؟"

"پروفیسر صاحب غلط فہمی ہے آپ کی کہ وہ مہمان ہے وہ کوئی اور ہی ارادے لے کے سکندرز ولا میں داخل ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔" موحد نے دل کی آواز غائبی طریقے سے یرسل تک پہنچائی جو کہ بس اس کے دماغ کا سفر کرتے ہی واپس لوٹ آئی تھی

میری ہی حمایت نے تم لوگوں کو سر چڑھا رکھا ہے۔۔۔ باز آجاؤ تم دونوں اب ورنہ میں وہ کروگا جو تم لوگوں نے کبھی سوچا تک نہیں ہوگا۔۔۔۔۔۔" وہ غصے میں تھا لیکن ان دونوں پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا کیونکہ اسکے غصیلے لہجے میں بھی وہ اپنے لیے اسکی محبت محسوس کر سکتے تھے

"معافی مانگو تم دونوں الارا سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس سے زیادہ وہ ان پہ غصہ نہیں کر سکتا تھا اسلیے اسنے نے معذرت سے معملا ختم کرنا چاہا دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا وہ یرسل کا کہا ٹال نہیں سکتے تھے دونوں مطمئن تھے معذرت کرنے کے لیے۔دونوں رخ موڑے الارا کے نزدیک جھکے تھے جو کہ بیڈ پہ سارہ کے ساتھ پر سکون سی بیٹھی ہوئی تھی اسنے رونے دھونے کا سیکشن ان دونوں کے آتے ہی ختم کر دیا تھا کیونکہ ان دونوں کے سامنے وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی

وہ جانتی تھی اگر وہ کمزور پڑی تو بے مراد ہی لوٹا دی جائے گی

اور وہ بے مراد لوٹنا نہیں چاہتی تھی

وہ جو پانے آئی تھی اسے حاصل کیے بنا وہ واپس نہیں جا سکتی تھی

اس لیے اپنی چاہ کو پانے کے لیے اسے مضبوط بننا تھا

ان دونوں کا ہر وار بخوشی سہنا تھا

کیونکہ بس وہ دونوں ہی تھے جو اسکے راستے میں رکاوٹ بن کے کھڑے تھے

فیری کے دشمن مگر مچھ

جو اسکے ارادوں سے واقف تھے

جو بلکل بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو

اس کے سامنے سکندرز تھے

جن کے پیچھے اسکی بزدل اور ڈرپوک محبت چھپی تھی

اسے اپنی محبت کو حاصل کرنا تھا

جس کے لیے اسے سکندرز سے مقابلہ کرنا تھا

اور وہ تیار تھی

جیت کس کی ہونی تھی؟؟

محبت کی یا سکندرز کی؟

وقت فیصلہ کرنے والا تھا

"ہم اپنی حرکت پہ معذرت خواہ ہیں واٹر فیری۔۔۔۔۔۔" وہ اسکے سامنے مودب سے جھکے کہہ رہے تھے

"ایک شرط پہ تم لوگوں کو آج یہاں سے بری ہونی کی اجازت دلواؤ گی۔۔۔۔۔۔۔" وہ ان کے نزدیک ہوئی تھی یوں کہ صرف وہ دونوں ہی اسے سن سکے

"شرط بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد نے بھی سرگوشی نما لہجہ اپنایا

"آج شام دمیر کے ساتھ میری ڈیٹ کا بندوبست کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل کے ساتھ بیٹھا دمیر ان کی سرگوشیوں کو سننے کے لیے متجسس تھا

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔" موحد نے جلدی سے اسکی شرط مانی تھی

"وہ نکاح نہیں پڑھوا رہی جو تم نے فاٹافٹ کہہ دیا ہے قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے چبا چبا کہ موحد کو لتاڑا اسکا فوراً مان جانا اسے بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا الارا کی شرط بھی اسے ناگوار گزری تھی

"منظور ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے فوراً سے تصیح کرلی کیونکہ داؤد کی ناگواری وہ محسوس کر چکا تھا

"ایک اور تم دونوں آس پاس بھی نہیں بھٹکوں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اپنے درد کی قیمت بھی تو وصول کرنی تھی ناہ وہ چکا رہے تھے تو پھر کیوں ناہ زیادہ ہی وصول کرلی جاتی ۔وہ مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے سیدھی ہوئی ان دونوں کو اسکی مسکراتی نظریں زہر لگی تھیں جنہیں ناہ چاہتے ہوئے بھی دونوں نے نگلنا تھا

"منظور ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے سر ہلاتے زہر نگل ہی لیا تھا

"ہماری صلح ہو گی یرسل بھائی جانے دے انہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"چمکتی آنکھوں سے اسنے یرسل کو انہیں بری کرنے کی اجازت دی تھی

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔آئندہ تم دونوں اپنی اوچھی حرکتیں کرتے وقت اختیاط برتنا ہر دفعہ میں معافی کا ہتھیار نہیں اپناؤ گا۔۔۔۔۔"

وہ جانتا تھا کہ وہ دونوں اس کے منع کرنے کے باوجود بھی باز نہیں آئے گے اسلیے اسنے انہیں اجازت بھی دی تھی لیکن"اختیاط"کو شرط اوّل رکھتے ہوئے

دونوں نے تابعداری سے سر ہلا دیا تھا

وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑا اپنی تیاری کو آخری ٹچ دے رہا تھا جب وہ دونوں اسکے عقب میں آ کھڑے ہوئے تھے

"ہم لوگوں نے فائیو سٹار ہوٹل میں تم دونوں کے لیے ٹیبل بک کروادی ہے اس لیے وہی اسے لے کے جانا کھانا کھانے کے فوراً بعد گھر واپس آجانا سڑکوں پہ آوارہ گردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔" داؤد نے دمیر کا رخ اپنی طرف موڑتے اس کی شرٹ کا سب سے اوپر والا بٹن بند کرتے ہوئے نصیحت کرنا ضروری سمجھا

"ہم دونوں تم لوگوں کے ارد گرد شہد کی مکھیوں کی طرح منڈلاتے رہے گے اس لیے محبت کا لفظ تمہاری زبان سے بھول کے بھی نہیں نکلنا چاہیے اگر ہماری سماعتوں نے تمہاری زبان سے محبت کا لفظ سنا تو تمہاری سماعتوں کو بہرا ہونے میں وقت نہیں لگے گا۔۔۔۔۔" داؤد نے تھوڑا پیچھے ہٹ کے موحد کو جگہ دی تھی موحد نے اپنے ہاتھوں سے اسکے جل لگے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا تھا

"میں تم لوگوں کا بڑا بھائی ہوں ٹریٹ تم لوگ مجھے ایسے کر رہے ہو جیسے میں کل پیدا ہوا ہو۔۔۔۔۔۔۔" وہ ان کے ارادوں کو بھانپتے ہوئے تڑپ کے بولا

"بد قسمتی سے بڑے ہو اور ساتھ میں ایک نمبر کے بیوقوف بھی ہو۔۔۔اس لیے تمہیں عقل دلانے کے لیے ہمیں بڑا بننا پڑ رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے لہجے کو حتی المکان نارمل رکھتے ہوئے کہا

"ہم نہیں چاہتے یرسل بھائی کی طرح تم بھی دھوکے کا شکار ہو جاؤ اس لیے جو کہا ہے بس وہی کرنا۔۔۔۔۔۔"موحد نے اصل وجہ سے اسے روشناس کروایا تھا

"ہر کوئی ایک جیسی فطرت کا مالک نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔"دمیر نے الارا کا دفع کرنا چاہا

"فطرت ہے دمیر بدلتے دیر نہیں لگتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے پتے کی بات بتائی تھی اسے۔وہ بس ان دونوں کو دیکھتا ہی رہ گیا تھا وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھے بھائی تھے ایک دوسرے سے دل و جان سے محبت کرتے تھے نہیں چاہتے تھے کہ وہ بھی ان کے بڑے بھائی کی طرح دھوکے باز محبت کے ہتھے چڑھ جائے

وہ معصوم تھا اس کی محبت بھی معصوم تھی

وہ اسکی معصوم محبت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے

اتنا مضبوط کے کوئی بھی وجہ اسکی محبت کی راہوں میں رکاوٹ نا بن پائے

جس کے لیے انہیں الارا کو آزمانا تھا اپنے ہر طریقے سے

اگر وہ کامیاب ہوئی تو پھر ان کا ارادہ تھا کہ

وہ خود دو دلوں کو ملوائے گے

لیکن اگر الارانا کام ہوتی ہے تو پھر

وہ دونوں خود دو دلوں کو جدا کرے گئے

دور کھڑی ان کے کمرے کی کھڑکی سے جانکتی قسمت ان کے ارادوں کو جانتے ہوئے مسکرائی تھی

شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے سورج مغرب کی سمت کہیں جا چھپا تھا ہلکے اندھیرے اور ہلکی روشنی نے کائنات کو انوکھا لک دیا تھا اندھیرا اپنی پوری آب و تاب سے روشنی کو شکست دینے میدان میں کود پڑا تھا لوگوں نے اندھیرے کے آگے مدھم پڑتی روشنی کو بھانپتے ہوئے اپنی دکانوں کی مصنوعی بتیاں جلادی تھیں جو کہ آہستہ آہستہ اندھیرے کو مات دیتے کائنات کو روشن کرنے کا سبب بن رہی تھیں ایسے میں وہ دونوں فائیو سٹار ہوٹل میں جانے کے بجائے شہر سے باہر سڑک کنارے چل رہے تھے ان کے خیال میں ان کی پہلی ڈیٹ فائیو سٹار ہوٹل کے بجائے سڑک کنارے چلتے ہوئے ہی پایہ تکمیل تک پہنچ سکتی تھی

دوسری طرف ہوٹل کا رخ کرے جہاں ان دونوں کے لیے ٹیبل بک کی گی تھی وہاں وہ دونوں ان کے وہاں نا موجود ہونے کی وجہ سے اشتعال میں میز کے گرد چکر لگا رہے تھے آس پاس کے لوگ نا سمجھی سے بھونیں سکوڑے انہیں چکر لگاتے ہوئے دیکھ رہے تھے

"اسے کہا بھی تھا کہ اپنی ڈیٹ یہی مارنا پھر بھی وہ یہاں نہیں آیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" کنپٹی سہلاتے داؤد نے کہا اطراف میں بیٹھے لوگوں نے بھی اسکا کہا سنا تھا

"تمہارا ہی بھائی ہے تمہاری طرح ہی ڈھیٹ نکلا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس کے پیچھے چلتے موحد نے سارا الزام اسی پہ دھرا

"ڈھونڈوں اسے۔۔۔۔۔۔۔۔" سکندر بھا نے حکم صادر کیا قدموں کی رفتار پہلے سے تیز ہوئی

"اتنا بڑا شہر ہے کہاں ڈھونڈوں انہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکی دیکھا دیکھی موحد نے بھی اپنے قدموں کی رفتار تیز کی ان کو دیکھتے آس پاس کے لوگوں نے انہیں پاگل گردانا تھا

شہر کا چپا چپا چھان مارو۔۔۔اور انہیں ڈھونڈ نکالوں ان دونوں کی ڈیٹ کو یادگار بنانا تھا سکندر بھا نے۔۔۔۔۔۔" سر افسوس سے جھٹکتے وہ روکا اسنے اپنے پیچھے چلتے موحد کی طرف رخ موڑا وہ جو اپنے دھیان میں تیز رفتار سے چل رہا تھا بروقت بریک نا لگنے کی

وجہ اپنے سامنے استعادہ داؤد سے ٹکرایا دونوں کا قد برابر تھا جس کی وجہ سے دونوں کے سر کا بری طرح سے آپس میں تصادم ہوا تھا

''آہ ہہہہہہہہہہہہہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

دونوں اپنا سر پکڑے وہی نیچے بیٹھے تھے

''دیکھ کہ نہیں چل سکتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''داؤد نے آنکھیں میچے درد کو برداشت کرنا چاہا

''تمہیں روکنے کا کس نے کہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔''موحد نے ہونٹوں کو گول شکل دیے سانس اندر کو کھینچی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجھے لگا تھا کہ تم واپس پاکستان کبھی نہیں آؤ گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔''سڑک کنارے چلتے دمیر نے بات کا آغاز کیا

www.novelsclubb.com

''مجھے بھی یہی لگا تھا پاکستان سے جاتے وقت میں نے عہد کیا تھا واپس کبھی ناہ آنے کا ۔۔ لیکن پھر پاکستان نے پاؤں میں بیڑیاں ہی سخت ڈال دی تھیں جو مجھے واپس پاکستان کھینچ لائیں۔۔۔۔۔۔۔۔''اس کے قدم سے قدم ملاتے الارا نے پلکیں اٹھائے دمیر کی طرف دیکھا جو اپنے پاؤں میں پہنے جاگرز کو دیکھتے ہوئے چل رہا تھا

"واپس کب جانا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"راستے میں آتے پتھر کو اسنے ٹھوکر مارتے دور ہٹایا تھا

"واپس جانے کے لیے نہیں آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ٹھوکر لگتے ہی پتھر تڑپ کے دور گرا تھا الارا نے افسوس سے اسے دیکھا

"تمہارے لیے پاکستان میں رہنا بہت مشکل ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تمہارا ساتھ پا کہ ہر مشکل کو سہہ لو گی میں۔۔۔۔۔۔۔"

"یہ صرف باتوں کی حد تک ہی ممکن ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"دمیر نے حقیقت کا آئینہ دکھانا چاہا تھا اسے۔الارا کے بڑھتے قدم روکے تھے دمیر کے قدموں نے بھی اس کی تقلید کی تھی

"محبت میں کچھ بھی نا ممکن نہیں ہوتا دمیر۔۔۔چاہوں تو آزما کہ دیکھ لو۔۔۔۔۔۔۔۔"کہتے ہیں آنکھیں حقیقت کا آئینہ ہوتی ہیں جو دل کے احوال کو بالکل سچ دکھاتی ہیں موٹے چشمے میں مقید الارا کی آنکھیں اسکے دل کا احوال بیان کر رہی تھیں دمیر اسکی آنکھوں سے نگاہ نہیں ہٹا پایا تھا

"محبت میں آزمایا نہیں جاتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسکی آنکھوں میں سچائی دیکھ کے دل مانا ہی نہیں تھا اسے آزمانے کے لیے

"تو پھر ڈر کس بات کا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"چشمے میں مقید آنکھوں میں سوال کی ڈوریں لہرائی تھیں

"تم اگر کہیں کمزور پڑ گی تو۔۔۔۔۔۔۔۔؟"اپنے ڈر کو سوال کے رخ میں موڑا تھا دمیر نے

"تم سہارا بن جانا قسم کھا کہ کہتی ہو تمہارا سہارا پاتے ہی لڑکھڑاؤں گی بھی نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔"آنکھوں میں پختہ عزائم پھر سے دوڑنے لگے تھے دمیر نے نگاہیں جھکالی تھیں

"مجھے پانے کے لیے تمہیں موحد اور داؤد کو پہلے مطمئن کرنا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنے بھائیوں سے بڑھ کر اسکے لیے کچھ بھی نہیں تھا وہ یرسل کی طرح اپنے بھائیوں کے لیے اپنی محبت کو قربان کرنے کا حوصلہ رکھتا تھا

"اور اگر وہ نا مانے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"دمیر سے پوچھتے اسکی آنکھوں میں خوف آسمایا تھا گلے میں گلٹی ابھرئی تھی

"تو پھر تمہیں واپس جانا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"دمیر سے جس جواب کی توقع تھی وہ جواب ملتے ہی دل پہ پتھر رکھتے اسنے گلے میں ابھرتی گلٹی کو نگلا تھا

سفر مشکل تھا ہمسفر ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں تھا

راستے میں جگہ جگہ رکاوٹیں تھیں جنہیں اسنے خود ہٹانا تھا

محبت کی شہزادی کو اپنی محبت کو پانے کے لیے مزید قربانیاں دینی تھیں

وہ مسکرائی تھیں قدم پھر سے راستہ عبور کرنے لگے تھے خاموشی نے خود کو درمیان میں حائل کر لیا تھا اور یہ خاموشی تب تک درمیان میں حائل رہنی تھی جب تک وہ راستے کی ساری رکاوٹیں نا ہ عبور کر لیتی وہ آگے نکل گئی تھی وہ پیچھے رہ گیا تھا اسنے اسکے قدموں کے نشان کے اوپر اپنے قدم رکھنے شروع کیے تھے اطراف میں جگمگاتی مصنوعی روشنیوں نے اسے تاسف سے دیکھا تھا جس نے ہمیشہ پیچھے ہی رہنا تھا کبھی الارا کے تو کبھی سکندرز کے

ہوٹل کے فرش پر بیٹھے ان کی باتیں سنتے سکندرز کا سیروں خون بڑھا تھا وہ کوئی کام کچا نہیں کرتے تھے داؤد نے دمیر کی شرٹ کا بٹن بند کرتے وقت چھوٹا سا ریکارڈنگ کیمرہ اسکے گریبان میں اٹکایا تھا جس نے ان کے درمیان ہوئی ہر بات کو ان دونوں تک پہنچایا تھا وہ نم آنکھیں لیے اٹھے تھے ان کے لیے بک کی گی ٹیبل پہ وہ خود بیٹھتے اپنی ڈیٹ انجوائے کرنے لگ گے تھے ان کو پر سکون کھانا کھاتے دیکھ کے آس پاس کے لوگوں نے ان کے پاگل ہونے پہ مہر ثبت کر دی تھی

وہ پاگل ہی تو تھے ایک دوسرے کی محبت میں

ایک دوسرے کے لیے ان کی محبت مثالی تھی

تھا کوئی ان سکندرز جیسا؟؟

یا پھر کوئی ہو سکتا تھا ان سکندرز جیسا؟؟

نہیں

بالکل بھی نہیں

ہر گز نہیں

وہ اپنے کمرے میں سٹڈی ٹیبل کے پاس بیٹھا اپنے سامنے پھیلائے سیاہی سے بھرپور کاغذوں کو باری باری اپنے ہاتھ میں پکڑی سرخ رنگ کی پینسل سے چیک کر رہا تھا اس سے زرا فاصلے پہ صوفے کے اوپر آلتی پالتی مارے سارہ بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی اپنے پورے انہماک کے ساتھ۔اسکی گود میں باؤل رکھا تھا جس میں پاپ کارن اپنے ہونے کا ثبوت دے رہے تھے وہ اپنے سامنے کام کرتے یرسل کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے سینما میں بڑی سکرین پر پاپ کارن کھاتے ہوئی کوئی ہالی وڈ موووی دیکھی جاتی ہے

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔" اپنے اوپر اسکی پر شوق نظروں کی تپش محسوس کرتے ہوئے آخر کار وہ اسے پکار ہی بیٹھا

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اپنی نام کی پکار سنتے ہی وہ فوراً بولی اور باؤل میں سے ایک پاپ کارن اٹھا کہ منہ میں رکھا

"آپ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔؟"اپنی ہاتھ میں پکڑی پنسیل کو کاغذ کے اوپر رکھتے ہوئے اسنے سارا کی طرف رخ موڑا

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے نفی میں گردن ہلائی وہ سر ہلاتے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور سارہ نے بھی اسے دیکھنا جاری رکھا کچھ دیر بعد وہ پھر سے اسے پکار بیٹھا

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اف یر سل سکندر کا ٹھہرے ہوئے اور نرم لہجے میں اسے "سارہ" کہہ کے پکارنا اور اسکا فوراً تابعداری سے "جی" کہنا

"آپ سو جائے پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔"اسکا لہجہ منت امیز تھا

"آپ جب تک سوئے گے نہیں مجھے نیند نہیں آئے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"منہ بسورے بتایا گیا

www.novelsclubb.com

"تو پھر یوں کریں مجھے دیکھنا بند کر دے۔۔۔۔۔۔۔۔"اس دفعہ پنسیل نے اپنا کام چھوڑا نہیں تھا وہ مسلسل اپنے کام میں مصروف تھی

"ایک دیکھنے کا حق ہی تو ہے میرے پاس کیا وہ بھی چھیننا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔؟" اسکا منع کرنا سارہ کو برا لگا تھا جس کی بدولت بے اختیار ہی شکوہ زبان سے پھسل گیا تھا اپنا کام نپٹاتے یرسل کے ہاتھ لمحے بھر کے لیے تھمے تھے

"آپ کے دیکھنے سے میں کنفیوز ہو رہا ہو جس کی وجہ سے میں ٹھیک سے اپنا کام نہیں کر پا رہا اس لیے منع کیا ہے۔۔۔۔۔" اسنے بوکھلائے لہجے میں سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے صفائی دی

"بس اتنی سی بات۔پہلے کہہ دیتے۔۔اب نہیں دیکھو گی۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے گردن دوسری طرف موڑلی یرسل کا صفائی دینا بھی اسے اچھا نہیں لگا تھا لیکن اب زبان اختیار میں تھی پھر سے شکوہ پھسل نہیں سکتا تھا

"آپ کو پتا ہے میں بھی آپ کی طرح کنفیوز ہوتی تھی۔۔۔۔۔۔" لمبی خاموشی کے بعد یاد آنے پہ وہ پرجوش سی اسے بتانے لگی

"آپ کیوں کنفیوز ہوتی تھیں کیا آپ کو بھی کوئی یوں دیکھتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔؟" شریر لہجہ اپنائے وہ اپنا کام چھوڑے مکمل طور پر اسکی طرف متوجہ ہوا اس کا یوں اچانک پرجوش لہجہ اپنا لینا اسے اچھا لگا تھا

"میں تب کنفیوز ہوتی تھی جب بابا میرے سامنے آپ کا نام لیتے تھے۔۔۔۔۔۔۔" وہ مدھم سے لہجے میں بتاتی اپنی نگاہیں جھکا گی تھی مشرقی تھی وہ۔ درمیان میں حیا آڑے آئی تھی یرسل اسکی جھکی نگاہوں سے اپنی کالی آنکھیں ہٹا نہیں پایا تھا

"آپ کو پتا ہے میں آپ کی محبت میں کب گرفتار ہوئی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ محبت کرتی تھی اس سے دل نے کہا تھا اس کے سامنے آج ہی اعتراف کر لو پھر شاید موقع نا ملے۔ دل کی آواز پہ لبیک کہتے جھکی نگاہیں اٹھی تھیں کالی آنکھوں کو دیکھنے کے لیے

"کب۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" یرسل کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی تھی

"جب میں دس سال کی تھی۔۔۔ جب بابا نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل کو چپ سی لگ گی تھی وہ کچھ بول ہی نا پایا بس اسے دیکھے گیا

"میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔ مجھے محبت ہوئی تھی آپ کے نام سے۔۔۔۔۔" یرسل کو بتاتے ہوئے اسکے گالوں پہ حیا کی لالی بکھرنے لگی تھی نگاہیں خود کو تکتی کالی آنکھوں میں کھو کے جھکنا بھول گی تھیں یرسل کی سانسیں اٹکنے لگی تھیں

مجھے آپ کے نام نے آپ کی محبت میں گرفتار کیا تھا یرسل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ
سانس لینا بھول گیا تھا پہلی دفعہ سارہ نے اسے اسکے نام سے پکارا تھا
بھلا وہ کیسے سانس لے سکتا تھا؟
اسکی زبان سے اپنے نام کو سنتے ہی یرسل کے دل نے گواہی دی تھی آج تک یوں کیسی
نے اسے میٹھے لہجے میں نہیں پکارا ہو گا وہ میٹھا لہجہ بھی نہیں تھا
وہ تو عجیب سے بھی عجیب تھا
محبت کی چاشنی لیے محبت سے بھرپور
اس سے زیادہ واس میں کچھ اور سننے کی ہمت نہیں رہی تھی وہ وہاں سے اٹھ گیا تھا بالکونی
میں آتے ہی اسنے گہرے سانس لیے تھے دماغ نے دل کو ڈپٹا تھا کہ
کیوں اسنے غلط عورت سے محبت کی تھی؟
کیوں سارہ اس کی محبت کی حق دار نہیں تھی؟
کیونکہ وہ بہکا دل کے ہاتھوں
کاش وہ اپنے دل کو اپنے قابو میں رکھتا تو آج وہ بھی سارہ سے اسی کی طرح محبت کرتا
کیا سارہ کے محبت میں اتنا دم تھا کہ وہ یرسل کے دل کو اپنے گرفت میں کر لے؟
جس طرح سارہ گرفتار ہے اسکی محبت میں
کیا اسی طرح یرسل بھی گرفتار ہو جائے گا؟؟

www.novelsclubb.com

یا پھر دونوں اپنی اپنی محبت میں گرفتار رہے گے؟؟

یرسل ویا کی محبت میں اور سارا یرسل کی محبت میں

پیچھے بیٹھی رہ گی سارہ بس سوچ ہی سکی تھی اس کی گود میں رکھے پاپ کارن نے اسکی سوچ پڑھی تھی انہیں افسوس ہوا کاش وہ اسے بتا سکتے سچی اور خالص محبتیں اپنے محبوب کو اپنی گرفت میں لے لیتیں ہیں بس تھوڑا انتظار کرنا پڑتا ہے

سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی سکندر زولا میں معمول کی چہل پہل جاری تھی سب ناشتے کی ٹیبل پہ موجود ناشتہ کرنے میں مصروف تھے سوائے یرسل سکندر کے وہ اس وقت اپنے کمرے میں سنگھار میز کے سامنے کھڑا کالج جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا ٹائی کی گرہ لگاتے ہوئے اس کے زہین میں ایک خیال بھٹکا تھا دل کو چھوڑے دماغ کے ہاتھوں مجبور ہو کہ اسنے اپنے خیال کو حقیقت میں ڈھالنے کا فیصلہ کیا تھا کچھ سوچتے ہوئے اسنے سارہ کو آواز دی

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ناشتے کی ٹیبل پہ موجود جوس کو گلاس میں انڈھلتے اپنے نام کی پکار سنتے ہی عادت سے مجبور اسکی زبان سے فوراً جی نکلا تھا جو کہ یرسل کے علاوہ وہاں پہ موجود سب نے سنا تھا

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" آواز پھر سے آئی تھی وہ حیران ہوئی تھی کیونکہ پہلے کبھی اسے یرسل نے یوں نہیں پکارا تھا

اسنے سب کو ایک نظر دیکھا کوئی بھی اسکی طرف متوجہ نہیں تھا وہ اٹھنے ہی لگی تھی کہ یرسل کی آواز پھر سے آئی تھی

"اللہ خیر کرے یہ آج مجھے کیوں اس طرح پکار رہے ہیں۔۔۔۔۔۔" کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے وہ خود سے ہی بڑبڑائی تھی

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سہمے ہوئے لہجے میں بولی

"میری گھڑی کہاں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" رولیکس کی گھڑی کو ہاتھ پہ باندھتے ہوئے یرسل نے پوچھا

www.novelsclubb.com

"گھڑی۔۔۔۔۔۔۔۔؟" اسے گھڑی باندھتے دیکھ کے سارہ نے ماتھے پہ بل ڈالے تصدیق چاہی کہ آیا وہ سچ میں گھڑی کا ہی پوچھ رہا ہے ناہ

"ہاں گھڑی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑی ماتھے پہ شکنوں کا جال بکھرے اسے دیکھ رہی تھی وہ چل کے اس کے پاس آیا اس کے تاثرات دیکھتے وہ مسکرایا

"آپ کے ہاتھ پہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے اسکی کلائی کی طرف اشارہ کیا اسے وہ ٹھیک بلکل بھی نہیں لگ رہا تھا

"شکر ہے آپ کو پتا ہے ورنہ مجھے تو یہی لگا تھا کہ شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔۔۔ خیر چلتا ہوا اپنا خیال رکھیے گا۔۔۔" اسنے دو قدم دروازے کی طرف اٹھائے کچھ یاد آنے پہ وہ روکا اور واپس سارہ کے مقابل کھڑا ہوا وہ جو پہلے ہی حیران پریشان کھڑی تھی اسکے یوں کرنے پہ اور حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوئی تھی اسے حیرت میں ڈوبا دیکھ کہ وہ مسکرایا اس دفعہ آنکھوں نے بھی اسکی مسکراہٹ کا ساتھ دیا تھا

مجھے کیسی نے کہا تھا کہ بیوی کو مسکرا کے دیکھنے سے ثواب ملتا ہے۔۔۔۔ میں تو تب سے ثواب کمار ہا ہو۔ آپ کو بھی ثواب کمانے کا طریقہ بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔؟" مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی کالی آنکھیں شریر ہوئی تھیں سارہ نے ناک چڑھائے اسے "ہنے" کے انداز میں دیکھا

"یقین جانے بیوی کو بھی ثواب ملتا ہے اگر وہ شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرے تو۔۔۔۔۔۔۔" وہ جب سے ان کے گھر آئی تھی تب سے ہی یرسل نے اسے سادگی

میں دیکھا تھا رات کو اس کی باتوں نے یر سل کو بہت کچھ باور کروایا تھا پچھلی ساری رات اسکی ویا کے بجائے سارا کو سوچتے ہوئے گزری تھی اسے لگا تھا شاید وہ خود کی ذات کو بھول کے دوسروں کی ذات میں خود کو گم کر بیٹھی ہے تو پھر کیوں نا وہ بھی سب بھول کے خود کو اسکی ذات میں گم کر لے

"اس لیے آج تیار رہیں گا کالج سے واپسی پہ آپ کو کہیں باہر لے کر جانے کا ارادہ ہے میرا۔۔۔۔۔۔" اسے اپنے ارادے سے آگاہ کرتا محبت سے اسکا گال تھپتھپائے اسی وہی ساکت چھوڑے وہ چلا گیا تھا اس کے جاتے ہی سارہ نے بہت اپنائیت سے اپنے گال پہ چھوڑے اسکے لمس کو چھوا تھا

لب مسکرا اٹھے تھے

دل سرشار سا ہوا تھا

اسکی محبت جھوم اٹھی تھی

کمرے کی در و دیوار نے آگے کی صورت حال دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پہ چھائی خوشی کو افسوس سے دیکھا تھا

"اٹینشن تیری پاواں نوں اکھیاں وچ پاواں کجلا"

گھڑی کی سوئیوں نے اسکے آنے کی اطلاع دینا شروع کر دی تھی سنگھار میز کے سامنے کھڑی سارہ نے آنکھوں میں کاجل لگانے کے بعد مسکراتے ہوئے آنکھوں کو بند کر کے آہستہ آہستہ کھولا

''میں تینوں سوہنی لگ جاپتانی کہدا سجنا''

اسنے گھوم کے اپنا جائزہ لیا تھا سفید رنگ کی پاؤں کو چھوتی فراک اور اسکے نیچے پہنا گیا چوڑی پاجاما اس کے نازک سراپے پہ بہت جچ رہا تھا سامنے بیڈ پہ بیٹھی الارا نے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پہ چہرا ٹکائے اسے اشتیاق سے دیکھا

''بھابھی۔۔آپ کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''اسنے الارا کی طرف رخ موڑا کلائیوں میں پہنی چوڑیوں نے اسکے رخ موڑتے ہی شور مچایا تھا وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی باہر سے آتی گھنٹی کی آواز نے اسے روک دیا

''لگتا ہے یرسل بھائی آگے ہیں جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''الارا نے مسکراتی آنکھوں سے اسے باہر کا راستہ دکھایا بیڈ پہ اسکے پاس پڑی اپنی چادر کو اٹھا کے اسنے اپنے کندھے پہ رکھا اور بنا الارا سے کچھ کہے وہ باہر کی جانب بڑھی

''اوسند ھوا چھڈ من مانی لنگ ناہ جاوے زندگانی''

سیڑھیاں اترتے اس کی چال میں عجیب سی سرشاری آئی تھی سہارے کے لیے ریلنگ پہ دھرا ہاتھ اسکے سیڑھیاں اترتے قدموں کے ساتھ نیچے پھسلتا جا رہا تھا کندھے پہ رکھی چادر کا پلو پیچھے سے فرش پہ گھسیٹتا اسکے قدموں کے نشان مٹا رہا تھا

"اوکھے ملدے سجناد لانوں دل دے جانی"

دروازے کے نزدیک پہنچتے ہی اسکے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی دل کی حالت دیکھتے ہوئے ہونٹ مسکرائے تھے اسنے چادر کو سر پہ ٹکاتے دروازہ کھولا تھا

سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کہ اسکی مسکراہٹ سمٹی تھی

دل کی دھڑکن میں خوف سمایا تھا

جس کے آثار چہرے پہ بھی نمودار ہوئے تھے

جاری ہے

www.novelsclubb.com

چھٹی قسط

اسنے جلدی سے دروازے کو واپس بند کرنا چاہا لیکن سامنے والے کے مضبوط ہاتھوں نے اسکی کوشش کو ناکام بنادیا اسنے سامنے والے کو شکست دینے کے لیے مزید اپنی طاقت صرف کی لیکن سامنے پہلوان تھا اسکے دروازے کو ایک جھٹکا دینے سے ہی وہ اپنا توازن برقرار نا رکھنے کی وجہ سے نیچی گری تھی دروازے کے ساتھ بنائی گئی کیاری کے کناروں کی اینٹ کی نوک پہ اسکا سر لگا تھا

"آہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" درد سے کراہتے ہوئے اسنے اپنے سر کو ہاتھوں سے تھاما تھا اسکے کمرے کی کھڑکی سے جھانکتی الارا نے کسی کو کال ملائی تھی پہلوان اندر داخل ہوا تھا گری ہوئی سارہ کو اسنے درشتی سے اٹھاتے ہوئے اپنے ساتھ باہر کی طرف گھسیٹا تھا اسکے ساتھ دو آدمی اور بھی تھے وہی جو پارکینگ ائیریا میں اسکے ساتھ تھے

"چھوڑوں مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکی گرفت میں اپنی کلائی چھوڑاتے ہوئے وہ چیخی تھی ماتھے پہ اسے نمی محسوس ہوئی تھی جو آہستہ آہستہ اس کی گردن کو اپنی لیپٹ میں لے رہی تھی

www.novelsclubb.com

"چھوکری تم نے کیا سمجھا تھا تو بھاگ آئے گے اور میں تمہیں ڈھونڈ نہیں پاؤ گا۔۔۔۔۔۔۔۔" گردن اپنے پیچھے چلتی سارہ کی طرف موڑ کہ وہ بولا نہیں تھا بلکہ چلایا تھا

"تو چل اک دفعہ گاؤں تیری ٹانگیں ناہ میں نے توڑی تو میرا نام بھی پہلوان نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکی آنکھوں کی سرخی دیکھ کے سارہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی تھی پہلوان نے اپنی گردن سیدھی کی تھی کالونی کا راستہ ختم ہوا تھا سامنے وہ کھڑا تھا اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آنکھوں میں اشتعال لیے اسے سامنے استعادہ دیکھ کے سارہ کو کچھ حوصلہ ملا تھا

"کون ہو تم اور کیوں میری بیوی کو لے کے جا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ یرسل تھا جو اپنے محسوس نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا ہاں البتہ آنکھوں میں اشتعال لمحے بھر کے لیے بھی غائب نہیں ہوا تھا

"بیوی تھی اب نہیں رہے گی طلاق دے اسے ابھی کے ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پہلوان کے کہنے پہ سارہ کا منہ کھولا تھا دل ایک دم زور سے دھڑکا تھا

"آپ کے کہنے پہ میں انہیں طلاق دے دو۔۔۔۔۔۔۔۔؟ کیوں۔۔۔۔۔۔؟" پہلوان کے مطالبے پہ یرسل کے ماتھے پہ بل ڈلے تھے

"منگ ہے میری یہ۔۔۔۔۔"

"بتایا تھا تجھے ٹکلے بیوی ہے یہ میرے بھائی کی۔۔۔۔۔ تیری منگ تھی اب تیری بھابھی ہے۔۔۔۔۔" یرسل کے پیچھے سے وہ تینوں نمودار ہوئے تھے الارا نے انہیں ہی کال

ملائی تھی داؤد کے ٹکلے کہنے پہ سارہ کے لب مسکرائے تھے وہ تینوں یر سل کے ساتھ آ کھڑے ہوئے تھے

اب بلا اتنی ہمت تھی ان پہلوانوں میں کہ وہ ان سکندرز کے ہوتے ہوئے سارہ کو لے جا سکتے

''تم کل کے چھوکرے مجھے یعنی پہلوان کو روکے گ ئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' وہ استہزیا ہنسا سارہ کا ہاتھ اسنے نہیں چھوڑا تھا سارہ کے ماتھے سے نکلتا خون دیکھ کے یر سل کے دل کو کچھ ہوا تھا

''انہیں چھوکروں نے تمہیں پچھلی دفعہ فٹ بال کی طرح دھویا تھا بھول گے کیا ۔۔۔۔۔۔۔'' دمیر نے یاد دلایا تھا انہیں۔

پیچھے سے پولیس موبائل کی آواز سنائی دی تھی سب کو۔ سارہ کے ماتھے سے نکلتے خون میں اضافہ ہوا تھا یر سل سے برداشت نہیں ہوا تھا اسنے آگے بڑھ کے پہلوان کی گرفت سے اسکی کلائی چھڑوائی پولیس کو دیکھ کے پہلوان نے چپ چاپ اسکی کلائی چھوڑ دی تھی جس چہرے پہ پہلے درشتگی تھی اب وہاں پولیس کو دیکھتے ہی خوف نے ڈیرہ ڈالا تھا یر سل نے اپنی جیب سے رومال نکال کہ سارہ کے زخم پہ رکھا سارہ نے درد محسوس کر کے آنکھیں بند کی تھیں

www.novelsclubb.com

''انسپکٹر صاحب ان تینوں کو تب تک جیل میں بند رکھیے گا جب تک میں داود سکندر سکندر بھابن کہ پولیس سٹیشن میں قدم نہیں رکھ لیتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''ان تینوں کو ہتھکڑی لگاتے انسپکٹر سے داؤد نے کہا

''سکندر بھا آپ انتظار بہت کروا رہے ہیں آخر کب آپ ہمارے پولیس سٹیشن کو اپنی موجودگی کا شرف بخشے گے۔۔۔۔۔''انسپکڑ اخلاق کا اچھا تھا ہنستے ہوئے اسنے داؤد سے استفسار کیا

''بہت جلد جانی بہت جلد۔۔۔۔۔۔۔''اپنے پاس سے گزرتے پہلوان کی گردن پہ اسنے تھپڑ لگایا بدلے میں پہلوان نے اسے گھوری سے نوازا

چلتے ہیں۔۔۔۔۔آپ کا انتظار رہے گا سکندر بھا۔۔۔۔۔۔''سب سے ہاتھ ملاتے داؤد کو کہتے وہ اپنے ساتھیوں کو لیے وہاں سے چلا گیا تھا

''چلو ان پہلوانوں کا باب تو ختم ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔''موحد نے گہرا سانس لیتے ہوئے پہلوانوں کو کہانی سے نکال باہر پھینکا تھا

''سارہ ہمیں ہسپتال چلنا ہو گا زخم بہت گہرا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔''اسکے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے یرسل نے کہا

"میں عادی ہوان زخموں کی اسلیے رہنے دے کچھ دنوں تک ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔"سارہ نے منع کر دیا تھاوہ الگ بات تھی کہ سر میں درد کی ٹھیسیں ضرور اٹھ رہی تھیں

"بھابھی بھائی بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ جائے بھائی کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

دمیر نے اسرار کیا

"الارا گھر میں اکیلی ہے۔۔۔۔۔۔۔"اسے یک دم ہی الارا کی فکر ہوئی تھی

"ہم گھر ہی جا رہے ہیں اسکی فکر مت کرے آپ۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے تسلی دی

"چلیں سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"یرسل اسکا ہاتھ پکڑے گاڑی کی جانب بڑھ گیا جو کہ وہی پہ تھوڑے فاصلے پہ کھڑی تھی

ان کے وہاں سے نکلتے ہی وہ تینوں بھی سکندر زولا کی جانب بڑھ گے تھے جہاں الارا پریشانی سے دائیں بائیں ٹہل رہی تھی

اسے باہر آنے سے داؤد نے ہی منع کیا تھا

ہسپتال سے بینڈیج کروانے کے بعد وہ اسے لیے ہوٹل کی جانب بڑھ رہا تھاان کا ارادہ ڈنر کے بعد ہی واپس گھر جانے کا تھا

"آپ اچھی لگ رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اسکے قدم سے قدم ملا رہی تھی اسکا ہاتھ یرسل نے پکڑ رکھا تھا بلکل آہستہ سے نرمی سے۔ ہوٹل کی راہداری سے گزراتے ہوئے یرسل نے اچانک ہی اس سے کہا تھا اسنے شرماتے ہوئے سر سے پھسلتی چادر کو ٹھیک کیا وہ قدم بڑھا رہے تھے ان کے پاس سے کوئی گزرا تھا ہوا کے جھونکے کی طرح۔ یرسل کے چلتے قدم رو کے تھے آنکھیں حیرت سے وا ہوئی تھیں اسکے ساتھ چلتی سارہ کا ہاتھ چھوٹ گیا تھا وہ بے دھیانی میں ہی آگے بڑھ گی تھی سارہ کے ہاتھ چھوٹتے ہی یرسل کا ہاتھ پہلو میں گرا تھا اسنے رخ موڑا تھا وہ اس کے سامنے سے ہوٹل کی راہداری سے واپس جا رہی تھی

"ویبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے اسے پکارا تھا حیرت زدہ لہجے میں

اپنے نام کی پکار سنتے ہی اسکے قدم تھمے تھے دوسری طرف آگے بڑھتی سارہ کے قدموں کے ساتھ اسکی دھڑکنیں بھی تھمی تھیں دونوں نے بیک وقت اپنے رخ موڑے تھے ویبا کے سامنے یرسل تھا اور سارہ کے سامنے یرسل کو دیکھتی حیرت سے بھرپور سیاہ آنکھیں۔ دونوں نے یرسل کی طرف قدم بڑھائے تھے سارہ اسکے ساتھ آ کھڑی ہوئی تھی اور ویبا اسکے سامنے

آج وہ پانچ سال بعد ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے یرسل ویسا ہی تھا جیسے آج سے پانچ سال پہلے تھا اور ویبا بدل چکی تھی دولت نے اسے بدل دیا تھا اسکے لمبے بال اب اسکے کندھوں تک آ رہے تھے شلوار قمیض کے بجائے جینز کے اوپر برانڈڈ

ٹاپ پہن رکھا تھا پاؤں میں اونچی ہیل والے سینڈل تھے وہ پہلے سے بھی خوبصورت ہو گی تھی۔سیاہ آنکھوں میں گہرائی موجزن تھی جو کہ اسکے چہرے کی چمک کو صرف دیکھاوے کا نام دے رہیں تھی

"یرسل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"آنکھوں میں حیرانگی کے ساتھ چمک لیے اسنے یرسل کو پکارا

"کیسی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"وہ سارہ کی موجودگی کو فراموش کر چکا تھا وہ سب کچھ بھول چکا تھا اسکا دھوکہ دینا بھی۔بس یاد رہا تھا تو صرف اتنا وہ اسکی محبت تھی اور اب بھی اسکے دل میں کہیں زندہ تھی وہ محبت جو سارہ اسکی آنکھوں میں دیکھنا چاہتی تھی اس وقت وہ محبت اسکی آنکھوں میں تھی لیکن وہ سارہ کے لیے نہیں تھی وہ تو ویبا کے لیے تھی سارہ کا دل ڈوبا تھا ان آنکھوں میں اسے سانس لینے میں تکلیف ہوئی تھی

"بس جی رہی ہو۔۔۔(اسکی آنکھوں کی چمک بجی تھی)تم بتاؤ تم کیسے ہو اور یہ ساتھ میں کون ہے۔۔۔۔۔۔؟"اسکے ساتھ کھڑی سارہ کو اسنے الجھن سے دیکھا تھا اسکی آنکھوں میں ناگواری سارہ نے صاف محسوس کی تھی۔سارہ منتظر تھی کہ وہ اسے بتائے وہ اسکی بیوی ہے

"انہیں چھوڑوں تم مجھے یہ بتاؤ ازمیر کیسا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"لیکن یرسل نے اسے سارہ کے بارے میں نہیں بتایا تھا کیوں؟؟

اسکی آنکھوں میں ڈوبتے دل نے غوطہ کھایا تھا آنکھوں میں مرچی سی گھلنے لگی تھی

یرسل نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا اسکی بے اعتنائی پہ اسکا دل خون کے آنسو رویا تھا اتنی عزت افزائی پہ اسنے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پیچھے کی طرف قدم اٹھائے تھے

"پھر یوں ہوا اسکے رنگ بدلتے ہی

ہم نے اپنا راستہ بدل لیا!!"

یرسل نے اسے روکا نہیں تھا یا پھر شاید وہ ویبا کی موجودگی میں اسے بھول چکا تھا جس کی وجہ سے وہ اسکا جانا بھی محسوس نا کر سکا یا پھر وہ محسوس کر کے بھی انجان بن گیا تھا

یہ تو بس وہ ہی جانتا تھا

وہ وہاں سے جا چکی تھی

آنکھوں میں اپنے محبوب کی بے اعتنائیاں

اپنے دل کو دکھ کے پیاڑ کے نیچے کچل کے

وہ جا چکی تھی کہاں؟؟ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی

"خوش باش اپنی زندگی میں مگن۔۔۔۔۔۔۔" ازمیر کا بتاتے ہوئے ویبا کا لہجہ بدلہ تھا

دکھ میں حسد میں

"آؤ اندر چل کے بیٹھ کے آرام سے بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"چلو۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسکے ساتھ اندر بڑھ گیا تھا جہاں اسنے سارہ کے ساتھ ڈنر کرنا تھا اب وہاں ویسا تھی لمحوں کا کھیل تھا لمحوں میں ہی بدل گیا تھا جس کا فائدہ بادلوں نے بھی اٹھایا تھا وہ بھی مشرق سے آئے تھے یرسل کی سارہ کے لیے بے اعتنائی پہ برسنے ۔کیونکہ وہ بھی جانتے تھے اپنے عہد کا پاس رکھنے والی وہ مضبوط لڑکی آج بھی نہیں روئے گی تو کیوں نا وہ آج کی رات اس کی جگہ کھل کے آنسو بہالے

کائنات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی وقت گزرتا جارہا تھا سب ویسا ہی تھا جیسے پہلے تھا پھر اسکی ذات میں کیوں تبدیلی آئی تھی؟ وہ بھی بس چند لمحوں کے لیے وہ بیٹھی ہوئی تھی کیسی پارک میں لکڑی کے بینچ پہ۔دن کی روشنی سوئی ہوئی تھی رات کے اندھیرے میں۔اسکے چار سو اندھیرا جاگ رہا تھا اس سے زرا فاصلے پہ سٹریٹ لائٹ کی بتیاں جل رہی تھیں جو جاگتے اندھیرے میں چیزوں کی شناخت کر رہی تھیں آسمان پہ چھائے بادل اسے دکھ سے دیکھ رہے تھے جو ضبط کے آخری مرحلے پہ کھڑی تھی آنکھیں سرخ انگارہ تھیں آنسوؤں سے بھری۔لیکن ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اسکے عہد کو توڑ سکتیں۔اسکے ذہن میں بس دو لفظ گردش کر رہے تھے "انہیں چھوڑوں" یہ دو لفظ نہیں تھے یہ تو دو ہنجر تھے جو اسکے ذہن کے ساتھ اسکے دل کو بھی جکڑے ہوئے تھے وہ تکلیف میں تھی اسے درد ہو رہا تھا وہ رونا چاہتی تھی لیکن ستم یہ تھا

وہ رو بھی نہیں سکتی تھی جو آنسو اس وقت اسکے گالوں پہ بہنے چاہئیے تھے وہ اس کے عہد کی بدولت اسکے دل پہ گر رہے تھے اور یقین مانو جو آنسو گالوں پہ نہیں بہتے جو بس دل پہ گرتے ہیں وہ زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں

اپنے دل و دماغ میں چلتی جنگ کے درمیان اسنے بینچ پہ کیسی کو بیٹھتے محسوس کیا تھا

"پریشان ہو۔۔۔۔۔۔۔۔؟" تھوڑی دیر بعد زرا سے فاصلہ پہ بیٹھے وجود نے پوچھا تھا لہجے میں شفقت تھی وہی شفقت جو وہ اپنے باپ کے لہجے میں محسوس کرتی تھی

"انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔۔۔" شکست خوردہ لہجے میں شکوہ کیا گیا تھا اور یہ ان کی شفقت کے ہی بدولت تھا

"غلط اسنے کیا ہے سزا خود کو دے رہی ہو کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ نہیں جانتے تھے یرسل نے کیا کیا تھا؟ وہ جاننا چاہتے بھی نہیں تھے وہ ان دونوں کا معملا تھا وہ چاہتے تھے وہ خود نپٹائے

www.novelsclubb.com

"اس وقت کیا محسوس کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔؟" ان کے کیوں کے جواب میں وہ کچھ نہیں بولی تھی انہوں نے سوال بدل دیا تھا

"وہ سب کچھ جو محبت میں ہارا ہوا ایک جواری محسوس کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"محبت کرتی ہو اس سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ اپنے سوالات بدل رہے تھے شاید وہ اسے کچھ سمجھانا چاہتے تھے یا پھر اس کے دکھ کو کم کرنا چاہتے تھے

"بہت زیادہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" فوراً سے جواب آیا تھا

"جانتی ہو بیٹا جتنی تم اس سے محبت کرو گی اتنا ہی دکھ تمہارے حصے میں آئے گا اپنی محبت کم کر دو تمہارا دکھ کم ہو جائے گا۔۔۔" اسنے گردن موڑے انہیں دیکھا جو سامنے دیکھ رہے تھے

"محبت کم تو نہیں ہوتی اس کو جتنا کم کرنے کی کوشش کرے گے یہ تو اتنی ہی بڑھتی جائے گی۔۔۔۔۔" وہ ان سے متفق نہیں تھی

"تو پھر بیٹا خود کو ازیت نا دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"محبت میں ازیت تو شرط اوّل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" آنکھوں سے پانی چھلکنے کو بے تاب تھا پر عہد رکاوٹ بنا کھڑا تھا انہوں نے گہرا سانس لیا

"بیٹا حضرت علی کہتے ہیں

"جب تم نے کسی سے محبت کی ہے تو اس سے زرا بھر بھی حساب نا مانگو تم نے محبت کی ہے تجارت نہیں"

تو بیٹا اگر محبت کو تجارت سمجھتے ہوئے نفع و نقصان کا سوچو گی تو پھر آپ کو محبت میں ازیت شرط اوّل ہی لگے گی"

"تو پھر میں کیا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔؟" لہجے میں بے بسی در آئی تھی

"اللہ پہ سب چھوڑ دو، صبر کرو، انتظار کرو، مقابلہ کرو جو چیز جتنی بھی تمہارے پاس ہے اس پہ شکر کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ان کے الفاظ نے تکلیف دی ہے مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ان کی باتوں پہ دل آمادہ ہونے کے لیے تیار ہی نہیں تھا

"بیٹا ہمیں زندگی میں بہت کچھ ملتا ہے پر ہم حساب اسی چیز کا رکھتے ہیں جو ہمیں ہماری خواہش کے مطابق نا ملے۔۔۔۔"

انہوں نے بہت گہری بات کی تھی وہ چپ ہو گی تھی

"کھونا اور پانا محبت نہیں ہوتی بیٹا محبت محبت ہوتی ہے اس کو نا پا کہ بھی بہت کچھ کھونا پڑتا ہے اور پا کر بھی بہت کچھ سہنا پڑتا ہے۔۔۔۔۔۔۔اس لیے دل پہ مت لو اٹھو اور گھر چلو۔۔۔سب انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔" وہ اٹھ کھڑے ہوئے

"اور رہی بات یرسل کی وہ میرا بیٹا ہے اسنے یہ سب کیوں کیا ہے اس کی واضحت وہ آپ کو ضرور دے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنے بیٹے کے لیے کیا مان تھا ان کے لہجے میں

انہیں فخر تھا اپنے بیٹے پہ

اور وہ تھا ہی ایسا اس پہ ہر کوئی بڑے مان سے فخر کر سکتا تھا

وہ تو پھر اس کے باپ تھے
اسکی سانس سانس سے واقف تھے وہ
تو پھر کیسے نا وہ اس پہ فخر کرتے؟؟

"پھر یوں ہوا کہ ساتھ تیرا دینا پڑا!!
ثابت ہوا کے محبت پا کہ کھو دینا کچھ بھی نہیں"

وہ ان کو انکار نہیں کر سکتی تھی مجبوراً اسے بھی اٹھنا پڑا اسکے اٹھتے ہی بادل برسے تھے پانی کی بوندوں نے آسمان سے زمین تک کا سفر طے کیا تھا بارش انہیں بھگو رہی تھی اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتے سکندر زولا کی طرف بڑھ رہے تھے
سکندر صاحب کے پیچھے چلتی سارہ کو دیکھتے ہی وہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے تھے جو وہی دروازے کے سامنے اسکے لوٹ آنے کا انتظار کر رہے تھے یرسل کو اکیلے گھر میں داخل ہوتے دیکھ کے انہوں نے اس سے سارہ کا پوچھا تھا لیکن وہ انہیں کوئی بھی جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھا وہ سارہ کے بارے میں ابھی کوئی بات کرنا چاہتا ہی نہیں تھا انہیں

مجھے کوئی بھی ڈسٹرب ناہ کرے۔۔۔۔۔۔۔۔"کہہ کر وہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا اور وہ پریشانی سے سارہ کو دیکھنے باہر کی طرف بڑھے تھے وہ کالونی سے مین سڑک تک کا سفر طے کر آئے تھے وہ انہیں کہیں نظر نہیں آئی تھی واپس سکندر زولا کی طرف بڑھتے ہوئے موحد کی نظر کالونی کی پارک کی طرف اٹھی تھی جہاں وہ بیٹھی تھی آنکھوں میں سختی لیے اسکی حالت دیکھ کے کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اسکے پاس جا کے اسکے وہاں بیٹھنے کی وجہ پوچھتے وہ اسے وہی چھوڑے واپس آ گے تھے وہ سہی سلامت وہاں موجود تھی ان کے لیے یہی بہت تھا لیکن جب کافی دیر انتظار کرنے کے بعد وہ نہیں لوٹی تھی تو مجبوراً انہیں سکندر صاحب کو اسے واپس لانے بھیجنا پڑا اب اسے سکندر صاحب کے پیچھے چلتے دیکھ ان کے دلوں کو تھوڑا قرار آیا تھا

"دمیر کھانا لگاؤ سارہ بٹیا کو بھوک لگی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ دمیر سے کہتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گے تھے پیچھے رہ گی سارہ نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا

"سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"ان کے فکر مند چہرے دیکھ کے اسنے پریشانی سے پوچھا وہ اپنی حالت پہ قابو پا چکی تھی ان کے لیے وہ پہلے والی ہی سارہ بن گی تھی وہ یرسل کی غلطی کی سزا بھلا انہیں کیوں دیتی

وہ چاروں مسکرائے تھے ہاں سب ٹھیک ہو گیا تھا

کیا واقعی ہی سب ٹھیک ہو گیا تھا؟؟

کون جانتا تھا سوائے یرسل اور سارہ کے

(ماضی)

اگلے دن وہ اسے لیے سکندر زولا آیا تھا اسکا گھر ازمیر کے گھر جیسا نہیں تھا پہلی نظر میں ہی دیکھتے ہوئے ویبا نے ناک سکوڑی تھی گھر میں سوائے سکندر صاحب کے اسکی آمد کے بارے میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا گرمی کے اولین دن تھے سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے لان صاف کرتا دمیر یرسل کے ساتھ لڑکی دیکھ کے ٹھٹکا تھا اسکا حلیہ بلکل گھر صاف کرتی ماسیوں کی طرح تھا ویبا نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔ یرسل اسے لیے ہال روم میں آیا تھا جہاں دائرے کی شکل میں صوفے پڑے ہوئے تھے اور ان کے درمیان شیشے کا میز پڑا تھا جس پہ کچھ کتابیں بکھری پڑی تھیں وہ اسے وہی بیٹھا

کہ سکندر صاحب کو بلانے گیا تھا ویبا نے اس کے جاتے ہی ماتھے پہ شکنیں ڈالے ہال کا جائزہ لیا

"میں نے واشروم دھو دیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد پر جوش سا کہتا ہال روم میں داخل ہوا سامنے صوفے پہ بیٹھی لڑکی کو دیکھ کے اسنے زبان لبوں تلے دبائی

"یہ کیا بول دیا تم نے وہ بھی اتنی خوبصورت لڑکی کے سامنے۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے ویبا کو دیکھتے ہوئے اپنے دانتوں کی نمائش کی ویبا نے اسکی دانتوں کی نمائش کو نہیں دیکھا تھا وہ تو اسکے حلیے کو دیکھ رہی تھی جو کہ واشروم دھونے کی وجہ سے مکمل بھیگا ہوا تھا

"مجھ سے آٹا نہیں گوندا جاتا بھلا اتنے سے چھوٹے سے بچے سے بھی کوئی آٹا گوندواتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" رونی شکل بنائے موحد بھی ہال میں داخل ہوا

"اپنا رونا بعد میں روئی پہلے دیکھ سامنے کون ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد نے اسکے سر پہ چپت لگاتے اسکی نظریں ویبا کی طرف گھمائی جس کا دماغ ان کی حالت اور حلیے دیکھ کے بھک سے اڑا تھا وہ دونوں اسکے سامنے بیٹھ گے تھے موحد تو ہاتھوں پہ چہرا ٹکائے اسے اشتیاق سے دیکھتا گیا ویبا کو ان دونوں کا اپنے سامنے بیٹھ کے جاہلوں کی طرح دیکھنا ناگوار گزرا تھا تصور میں اسنے دیکھا تھا

واشروم، کیچن، آٹا، لان، جھاڑو دمیر کی طرح ماسیوں والا حلیہ اور وہ

اسنے سوچتے ہوئے جھرجھری لی

جو تھوڑی بہت اسکے دل میں یرسل کی محبت تھی وہ بھی کہیں اڑ گئی تھی

یرسل سکندر کی معیت میں چلتے سکندر صاحب اندر داخل ہوئے تھے وہ ان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی

"بابا یہ ویا ہیں جس کے بارے میں میں نے آپ کو بتایا تھا۔۔۔۔۔۔۔"محبت سے اسے دیکھتے ہوئے یرسل نے سکندر صاحب سے اسکا تعارف کروایا

"جیتی رہو بیٹا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"انہوں شفقت سے اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا مزید اس سے دو تین باتیں کرنے کے بعد وہ وہاں سے چلے گے تھے وہ انہیں اچھی لگی تھی ان کی آنکھوں نے یرسل کو باور کروایا دیا تھا جبکہ موحد اور داؤد وہی بیٹھے رہے تھے ان کا وہاں سے جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا

"یرسل۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ان کے جاتے ہی اسنے یرسل کو مخاطب کیا

"کہو ویا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اسکے سامنے ہی بیٹھا تھا ان کے درمیان شیشے کی میز حائل تھی

www.novelsclubb.com

"شادی کی بعد تم مجھے یہی رکھو گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ظاہر سی بات ہے ویا یہ ہی میرا گھر ہے تمہیں بھی یہی رکھو گا ناہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے اپنے ساتھ بیٹھے موحد کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرا وہ یرسل کو دیکھ کے

مسکرایا وہ اسکا سب سے چھوٹا بھائی تھا سب سے پیارا بیٹوں کی طرح پالا تھا اسے یرسل نے کیونکہ اسی کی پیدائش پہ ان کی ماں انہیں چھوڑ کے ابدی دنیا کی طرف گئی تھی

"لیکن مجھے یرسل یہاں نہیں رہنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" بھونیں سکڑے یرسل نے حیرت سے پوچھا

"اگر مجھے سے شادی کرنی ہے تو پھر تمہیں یہ گھر چھوڑنا ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسے بہانہ چاہیے تھا یرسل کو چھوڑنے کا۔ازمیر کی دولت نے اسے اپنا گرویدہ بنالیا تھا وہ جلد از جلد یرسل سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی وہ تو بس موقع کی تلاش میں تھی اور وہ موقع آج اسے مل گیا تھا وہ اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی بلکل بھی نہیں

"ویبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" بے یقینی سے اسے پکارتے یرسل بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ جانتا تھا کہ وہ اب ازمیر کے ہوتے ہوئے اسے کبھی نہیں اپنائے گی اسکی لالچی طبعیت سے وہ اچھی طرح واقف تھا لیکن اتنی جلدی وہ چھوڑ دے گی اسکا اندازہ نہیں تھا اسے

"میں یہ گھر نہیں چھوڑ سکتا ویبا یہ میری دنیا ہے مجھ سے میری دنیا چھوڑنے کا کہہ رہی ہو تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تو پھر ٹھیک ہے اپنی دنیا ناہ چھوڑوں مجھے چھوڑ دو۔۔۔میں تمہاری اس دنیا میں خود کو ایڈجسٹ نہیں کر پاؤ گئی۔۔۔۔۔۔۔"

"محبت ہو تم میری ویبا تمہیں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

''ظاہر سی بات ہے کیسے چھوڑوں گے اپنی دنیا کو رنگین بنانے کے لیے مفت کی نوکرانی بھلا کیوں کوئی چھوڑے گا۔۔۔ لیکن میں ویبا ہو یرسل نوکرانی نہیں تمہیں یا تو مجھے چھوڑنا ہو گا یا پھر اپنی دنیا کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' اسنے اسکی محبت کا بھرم بھی نہیں رکھا تھا

''ویبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' لہجے میں بے بسی تھی وہ اسے کہنا چاہتا تھا یوں دوراہے پہ مجھے مت کھڑا کرو لیکن وہ سننا ہی نہیں چاہتی تھی تو پھر کہنے کا فائدہ؟

''تم کیا چاہتے ہو یرسل؟ کہ میں اپنی جوانی تمہارے باپ اور بھائیوں کے کھانے پکانے اور دھونے میں گزار دو۔۔۔۔ نہیں میں ایسا ہرگز نہیں کروگی اسلیے ابھی کے ابھی فیصلہ کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' محبت کی طرح اسکی بے بسی کی پروا بھی نہیں کی تھی اسنے

یرسل نے گہرا سانس لیا تھا وہ اس سے اپنی محبت کی بھیک نہیں مانگے گا آخر کو سکندر تھا محبت سے زیادہ عزت معنی رکھتی تھی ویبا کو اسکا جواب چاہیے تھا ابھی کے ابھی

''داؤدا نہیں دروازے تک چھوڑ آنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' وہ جو چاہتی تھی اسنے دبے لفظوں میں وہی کہہ دیا تھا

اسے اپنا فیصلہ سناتے وہ چلا گیا تھا اسکا فیصلہ سنتے ہی ویبا کا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا

محبت کے جواب میں کیے گے دعوے حیران ہوئے تھے انہیں یوں محسوس ہوا تھا جسے وہ تو کوئی وجود رکھتے ہی نہیں تھے

جھوٹے دعوؤں کا سہارے لیتے محبت کے احساسات کو کچلا گیا تھا محبت اس لالچی لڑکی سے روٹھ گئی تھی محبت کے روٹھنے پہ اسکے کیے گے دعوؤں نے اسے حقارت سے دیکھا تھا

لیکن اسے پروا نہیں تھی یہی تو وہ چاہتی تھی کہ یرسل اسے چھوڑ دے اور ازمیر اسے اپنا لے ازمیر نے اسے اپنا لیا تھا ان دونوں نے یرسل کے دل کو کچلتے ہوئے شادی کر لی تھی ان کی شادی کی رات سے یرسل نے اپنی محبت کا سوگ منانا شروع کیا تھا وہ پل پل اسکی یادوں میں جیتا اور مرتا تھا اسنے اپنے دل کے ٹکرے کرتے ہوئے ویا کو اپنا فیصلہ سنایا تھا اس فیصلے نے اسے پل پل انگاروں پہ لوٹایا تھا

اسے اس کے دوست نے دغا دیا تھا

www.novelsclubb.com

اور وہ محبت میں ہار گیا تھا

محبت اور دولت کی جنگ میں

فتح دولت کو ہوئی تھی

بھلا دولت کے آگے محبت جیت سکتی تھی؟؟

نہیں

بلکل بھی نہیں

ہر گز نہیں

اک آہ

ان حسرتوں کے نام، جو کبھی پوری ناہ ہو سکیں!

اک دلاسہ

ان خواہشوں کے لیے، جو کبھی پوری ناہ ہو نگی!

معتبر آنسو

ان خوابوں کی نظر، جو دیکھے ناہ گے!

عقیدت بھرا بوسہ

ان باتوں کو، جو سن نہیں پایا!

بوسیدہ ندامت

ان چاہتوں پر، جو جتائی ناہ گئیں!

(حال)

وہ جو خود کو بھی ملا نہیں تجھے کیا ملے گا

وہ ہے بے خبر وہ ہے گمشدہ تجھے کیا ملے گا

تو تو خواہشوں کے شہر میں ہے

تو تو چاہتوں کے سفر میں ہے

نا ہے ہوش اپنے وجود کا نا خیال ہے

باہر زور و شور سے بارش برس رہی تھی وہ بارش جو سارہ کی آنکھوں سے برسنی تھی وہ

باہر برس رہی تھی بالکونی کا دروازہ بند تھا

بارش کی بوندے شیشے کے دروازے پہ پڑ رہی تھیں تڑ تڑ کی آواز کمرے میں بیٹھے

سگرٹ سلگاتے یرسل کو سارہ کی طرف متوجہ کر رہی تھی جو اس سے دور بیڈ پہ لیٹی

اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر ہی انڈیل رہی تھی وہ بے حس بن چکا تھا بارش کی بوندوں کی

ساری کوششیں ناکام ثابت ہو رہی تھیں وہ دونوں وہاں ہو کہ بھی وہاں نہیں تھے ایک

ویبا کی یادوں میں سلگ رہا تھا تو دوسرا یرسل کی بے حسی پہ

www.novelsclubb.com

پھر یوں ہوا راستے یکجا نہیں رہے

وہ بھی انا پرست تھا میں بھی انا پرست

جو دیوار پچھلے دونوں ہٹ رہی تھی وہ پھر سے درمیان میں حائل ہو گی تھی

اس دفعہ وہ مضبوط تھی پہلے سے بھی زیادہ

خاموشی کا لبادہ اوڑھے

کیا ہونا تھا؟؟

کیا ہونے والا تھا؟؟

کیا ہونے جا رہا تھا؟؟

گھڑی کی ٹک ٹک کرتی سوئیاں ابھی کچھ بھی بتانے کے موڈ میں نہیں تھیں

انتظار تھا تو بس سہی وقت آنے کا

وہ وقت کب آنا تھا؟

بھلا کوئی جان سکتا تھا؟

نہیں

بلکل بھی نہیں

ہر گز نہیں

نکھری نکھری صبح طلوع ہوئی تھی ہر چیز کو بارش کے پانی نے دھو دیا تھا لیکن سارہ اور یرسل کے درمیان حائل ہوتی دیوار کو وہ گیلا تک نہیں کر پائی تھی سارہ اور یرسل کو چھوڑ کے سکندرز ولا میں سب ٹھیک تھا یرسل کالج جا چکا تھا دمیر اور سکندر صاحب ورک شاپ پہ تھے موحد اور داؤد کا یونی سے آف تھا اس لیے وہ دونوں گھر پہ تھے

سارا اور الارا اس وقت ہال نما روم میں بیٹھی ہوئی تھیں الارا کے ہاتھ میں موبائل تھا جس سے وہ سارہ کو کوئی ویڈیوز دیکھا رہی تھی موبائل سے اٹیچڈ ہیڈ فری کی ایک ٹوٹی سارہ کے کان میں تھی تو دوسری الارا کے کان میں

"یہ گندے نالے کی فیری کیا دیکھا رہی ہے سارہ بھابھی کو۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ دونوں چوروں کی طرح دروازے سے اندر جھانک رہے تھے داؤد نے موحد کے اوپر سے سانپ کی طرح اپنی سری نکال کے ان کو دیکھتے ہوئے پوچھا

"مجھے کچھ گڑ بڑ لگ رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ایسا کر چپکے سے دیکھ کہ آ۔۔۔۔۔۔۔۔" موحد نے اسے اپنے اوپر سے پیچھے کرتے ہوئے مشورہ دیا

"ہم تو یہی روک میں ابھی دیکھ کے آیا۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ نیچے بلی کی طرح بیٹھا اور چوہے کی طرح خود کو گھسیٹتے ہوئے وہ ان کے صوفے کے پیچھے پہنچا زرا سا اٹھ کے چقچندر کی طرح اسنے تیکھی نگاہوں سے ان کی موبائل کی سکرین کو دیکھا اور پھر ویسے ہی واپس لوٹ گیا جیسے آیا تھا جبکہ موبائل میں خود کو مگن کیے ہوئے دونوں کے فرشتوں کو بھی پتا نہیں چلا تھا کہ وہ شیطان کا خالوں ان کے ارادے بھانپ چکا ہے

"کیا دیکھا پھر۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

"ہماری فیری بال لمبے کرنے کے ٹوٹکے دیکھا رہی ہے بھابھی کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ہاتھ جھاڑتے موحد کے مقابل کھڑا ہوا

"لیکن وہ چاقو والی باجی کو کیوں دیکھا رہی ہے ان کے بال تو پہلے ہی لمبے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"پاگل دمیر کو لمبے بال پسند ہیں۔۔۔۔۔۔۔اور اس فیری کے چھوٹے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"دو جملوں میں اسنے موحد کو ساری بات سمجھادی تھی

"آہا۔۔۔بال لمبے کرنے کا میں مشورہ دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"شیطانی دماغ میں شیطانی مشورے نے انگاڑی لی تھی

"ہاں ماں صدقے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے شہزادے بول۔۔۔۔۔۔۔۔"اسکی بلائیں لیتے داؤد کے چہرے پہ زندگی سے بھرپور مسکراہٹ ابھری تھی کیونکہ وہ جانتا تھا موحد کے مشورے عام نہیں ہوتے تھے یوں ہی تو نہیں کالونی کے لوگ کہتے تھے "موحد کے مشوروں سے اللہ بچائے"

داؤد کے کان کے نزدیک اسنے کچھ کھسر پھسر کی تھی داؤد کی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی تھی وہ اپنا مشورہ بتاتے ہوئے پیچھے ہٹا

www.novelsclubb.com

داؤد نے اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا

"واہ جانی۔۔۔۔تو نے تو کمال کا مشورہ دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے خوش ہوتے ہوئے اسکے گال کو چوما

"دور ہٹ گندے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ناک چڑھا کے اسے دور ہٹا کے موحد نے اپنے گال کو رگڑا اسے چڑ تھی اسی چھچھوری حرکتوں سے

"جانی آج کل جو ٹک ٹاک پہ ویڈیو چل رہی ہے نا وہ بلکل ٹھیک چل رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" موحد کو اسکے تیور اچھے نہیں لگے تھے

"کون سی ویڈیو۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" اسنے قدم پیچھے کی طرف اٹھائے

"لڑکیوں میں کیا رکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" معنی خیزی سے بالوں میں انگلیاں پھنسائے وہ اسکی طرف بڑھا

"پاس مت آنا میرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے ارادے بھانپتے موحد نے انگلی اٹھا کے وارن کیا لیکن وہ داؤد تھا مستقبل کا سکندر بھایوں ہی تو نہیں اسنے اپنا اصول بنایا ہوا تھا

"کیسی کے لیے خود کو مت بدلوں ڈھیٹ بنو ڈھیٹ"

اس ڈھیٹ کو موحد کے تاثرات بڑا مزا دے رہے تھے وہ اسکی طرف آہستہ آہستہ بڑھتا گیا کچھ ہی دیر میں وہ دونوں سکندر زولا کو سر پہ اٹھائے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے سکندر زولا کی در و دیوار نے انہیں ہنستے ہوئے دیکھا تھا

رات کے بارہ بجے کا وقت تھا ہر چیز رات کے اندھیرے میں سناٹے میں ڈوبی ہوئی تھی کسی بھی زی روح کا نام و نشان تک ناہ تھا سر پر ہڈ گرائے وہ اس اندھیرے میں آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی تھی رات کے سناٹے میں اسکے قدم اٹھانے اور رکھنے کی چاپ چار سو گونجتی تھی اسکے اٹھتے ہر قدم پہ اسکا دل خلق کو آتا تھا لیکن وہ پھر بھی آگے بڑھتی ہی جا رہی تھی ابھی اسنے کچھ فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ اسے اپنے پیچھے کسی اور کے قدموں کی چاپ سنائی دی وہ رکی اسنے مڑ کے دیکھا لیکن پیچھے دور دور تک کوئی بھی نہیں تھا اپنا وہم سمجھتے ہوئے وہ پھر سے چل پڑی خوف کے مارے دل کی دھڑکن قابو میں نہیں تھی لیکن وہ پھر بھی دل پہ ہاتھ رکھے اسے قابو کرنے کی کوشش میں تھی کچھ ہی دیر میں وہ اپنی مطلوبہ جگہ تک پہنچ چکی تھی جہاں دن رات خاموشی کا ہی راج ہوتا تھا اسنے گہرا سانس لے کے خود کو مضبوط کیا لیکن ڈر تھا کہ وہ بڑھتا ہی جا رہا تھا

وہ قبرستان کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی دروازے کھولنے کی چڑچڑاہٹ نے اسکے خوف میں مزید اضافہ کیا تھا اندر داخل ہوتے ہی اسنے چار سو نظر دوڑائی ہر جگہ قبریں ہی قبریں تھیں جن میں مردہ وجود تھے ایک وہ ہی وہاں زندہ وجود تھی اسے لگ رہا تھا کہ ابھی یا کسی وقت بھی وہ بھی وہاں مردہ وجود کی طرح پڑی ہو گی

"کچھ نہیں ہوتا ہمت کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" خود کو ہمت دیتی وہ اپنے دائیں طرف بڑھی اسے مسلسل اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا لیکن وہ خود کا وہم گردانتے ٹالے ہی جا رہی تھی

ایک قبر سے زرا فاصلے پہ وہ بیٹھی جیب سے اسنے چاقو نکالا اور تھوڑی سی جگہ کو کھودنے لگی اسے اپنے پیچھے سے کسی کی چلتی سانسیں محسوس ہوئی تھیں جو دل پہلے ہی خلق تک آیا ہوا تھا اب تو وہ خود کو اگلنے میں بلکل تیار تھا اسنے خوف سے پڑتی دل کی تیز دھڑکنوں کے ساتھ اپنا کام جاری رکھا دماغ یہی کہہ رہا تھا

"جو ہوا دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اپنی دوسری جیب سے اسنے نرم و نازک سا ایک گولہ نکالا تھا اسنے اپنے موبائل کی ٹارچ جلائی اور اپنے ہاتھ میں موجود اس گولے کو دیکھا وہ بال تھے ان کا رنگ ویسا ہی تھا جیسا اسکے بالوں کا تھا اسنے وہ بال کھودی ہوئی جگہ پہ رکھے اور ان پر مٹی ڈال دی اپنے پیچھے چلتی سانسیں وہ فراموش نہیں کر سکتی تھی اسنے بالوں کو دفنایا تھا جیسے مردہ وجود کو دفنایا جاتا ہے اپنے کام سے فارغ ہوتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی وہ ابھی اٹھی ہی تھی کہ اسے اپنے کندھے پہ کسی کے ہاتھوں کا بوجھ محسوس ہوا وہ مڑی اور سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کے اسکی چیخیں نکلی تھیں

"کیوں سوئے ہوئے مردوں کو اٹھنا ہے تم نے۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے منہ سے نکلتی چیخوں کا گلا گھونٹتے سنسان پڑے قبرستاں میں بھاری گھمبیر لہجہ گونجا تھا

اسکا دل دھڑکنا بند ہوا تھا

برداشت ختم ہوئی تھی

خوف حاوی ہوا تھا

حلق نے دل کو نگل ہی دیا تھا

اور وہ سامنے والے کے بازوؤں میں ہی جھول گئی تھی

"ابے یار یہ تو بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ داؤد تھا جو اپنے ساتھ کھڑے موحد سے کہہ رہا تھا اسکے سکندر زولا سے نکلتے ہی وہ اس کے پیچھے آئے تھے

"بے ہوش ہی ہونا تھا اسنے۔۔۔ جلدی کر واب جو کرنا ہے مجھے بھی ڈر لگ رہا ہے اب۔۔۔۔۔۔۔" خاموشی میں قبرستان سے آتی غوغو کی آوازیں خوف کو مزید بڑھا رہی تھیں

www.novelsclubb.com

"کرنا کیا ہے اسے لے کہ گھر جانا ہے۔۔۔۔ اٹھاؤں اسے۔۔۔۔۔۔۔" داؤد نے اپنی باہوں میں جھولتی الارا کی طرف اشارہ کیا

"میں کیوں اٹھاؤں تمہاری باہوں میں جھولی ہے تم ہی اٹھاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

موحد کے کہنے پہ اسنے الارا کو چھوڑا اور وہ ڈھرام کی آواز کے ساتھ زمین بوس ہوئی تھی

"اب تو اٹھاؤں گے ناہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ہاتھ جھاڑتے پیچھے ہوا

"نہیں میں نہیں اٹھوؤں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ بھی ضدی لہجہ اپنائے پیچھے ہوا

"تو پھر کون اسے اٹھائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر کسی نے دیکھا لیا ناہ تو اگلی رات یا تو اسی قبرستان میں ہو گی یا پھر جیل میں۔۔۔۔۔۔" داؤد نے اسے ڈرانے کی کوشش کی

"اسکے سستے عاشق کو فون ملا وہ ہی اسے اٹھا کے لے کے جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

موحد نے جھٹ سے مشورہ دیا

منہ میں کچھ بڑبڑاتے داؤد نے دمیر کو کال ملائی

"الارا اٹھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" موحد نے اسکا گال تھپتھپاتے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن اسنے اب ہوش میں ناہ آنے کی قسم کھا رکھی تھی

"ہیلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" فون کے اس پار سے دمیر کی نیند سے بھری آواز آئی

"بے غیرت عاشق تیری معشوقا یہاں قبرستان میں تجھے پانے کے لیے چیلے کاٹ رہی ہے اور تو وہاں نیند کے آغوش میں بڑے آرام سے سویا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دمیر کی نیند بھک سے اڑی تھی

"کہاں ہو تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے جلدی سے بستر سے نکلتے ہوئے پاؤں میں سلیپر پہنے

"قبرستان میں۔۔۔۔۔۔۔اختیاط سے آنا گھر میں کسی کو پتا نہیں چلنا چاہئیے۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے کال کاٹ دی تھی اگلے پانچ منٹ میں دمیر وہاں موجود تھا کیونکہ قبرستان ان کے گھر سے زیادہ دور نہیں تھا

ان دونوں کو گھوری سے نوازتے وہ الارا کو اٹھائے گھر کی سمت بڑھ گیا تھا

وہ گھر میں داخل ہوئے تھے سامنے سارہ کھڑی تھی جو خونخوار نظروں سے انہیں گھور رہی تھی

"کہاں سے آرہے ہو تم لوگ اور یہ الارا کو کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔"اسنے پریشانی اور غصہ کی ملی جلی کیفیت میں پوچھا

"بتاتے ہیں بھابھی الارا کے کمرے میں چلے۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے اسے لیے الارا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا

"تم لوگ کچھ بتاؤ گے کہاں گئے تھے تم لوگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ الارا کے کمرے میں تھے الارا ہوش میں آچکی تھی اور خوف سے سارہ کے سینے کے ساتھ لگی بیٹھی تھی ان کے سامنے ہی وہ تینوں بیٹھے ہوئے تھے داؤد اور موحد کے

چہرے کے تاثرات بلکل نارمل تھے جبکہ دمیر کے چہرے پہ غصہ دیوار کے ساتھ چپکی چھپکلی کی طرح اس کے ناک پہ چپکا ہوا تھا

"اسی سے پوچھے ناہ کہاں گئی تھی یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" موحد نے لڑاکا چاچیوں کی طرح بھونیں اچکائے سارہ کو جواب دیا

"کہاں گئی تھی تم۔۔۔۔۔۔۔۔" نرمی سے اسکے بال سہلاتے اب کی بار سارہ نے اسی سے ہی پوچھا لیا الا رااس سے

دور ہٹی

"قبرستان۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اس وقت تم قبرستان گئی تھی۔۔۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔۔" سارہ کے لہجے میں سختی در آئی تھی

وہ دوپہر کو چائے بناتے وقت مجھے کیچن کی شیلف پر اک کاغذ ملا تھا جس پہ لکھا ہوا تھا

"دنوں میں نہیں بلکہ رات ورات بال لمبے کرنے کا طریقہ۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ اسے قبرستان جانے کی وجہ بتا رہی تھی سارہ کے ماتھے پہ شکنیں در آئی تھیں دمیر آگے جاننے کے لیے متجسس تھا جبکہ موحد اور داؤد کو ساری رام لیلیٰ پتا تھی وہ بہت مشکل سے اچھے بچوں کی طرح خود پہ قابو پائے بیٹھے تھے

یوں جیسے وہ تو کچھ جانتے ہی نہیں ہے

انہیں تو کچھ بھی پتا نہیں ہے

وہ معصوم بھلا کیا جانے بال کیسے لمبے کرتے ہیں؟

"اور اسکے نچے لکھا ہوا تھا کرنا کچھ نہیں ہے بس رات کے بارہ بجے آپ نے کسی قبرستان میں اپنے تھوڑے سے بال کاٹ کے دفن کرنے ہیں رات ورات آپ کے بال آپ کے پاؤں کو چھوئے گئے۔۔۔۔۔۔وہ نروس سی ہاتھوں کو مسلنے لگی

تو میں نے سوچا روز کی مساج اور بال دھونے سے بہتر ہے کہ میں یہی طریقہ اپنا لو کیا پتا سچ ہو بال لمبے ہو ہی جائے۔۔۔۔۔۔۔"وہ صاف گو تھی اسلیے اسنے من وو عن وہی بتایا دیا جو اسنے پڑھا اور سوچا تھا سارہ کو ہنسی بہت آئی تھی پر وہ لب دبائے روک گئی تھی موحد اور داؤد کا بھی یہ ہی حال تھا اور دمیر شکی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا

"وہ کاغذ کیچن میں کہاں سے آیا تھا۔۔۔۔۔۔۔"دونوں کو شکی نگاہوں سے گھورتے دمیر نے پوچھا تھا سارہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی الارا کو سمجھنے میں ٹائم نہیں لگا تھا صدمے سے اسکا منہ کھلا تھا وہ ایک دفعہ پھر سے بیوقوف بن چکی تھی

"واہ کیا کہنے آپ کے الارا میڈم واہ۔۔۔۔۔۔"دمیر کے پوچھنے پہ خود کو شک کے دائرے سے نکلنے کے لیے داؤد اٹھا تھا

"آپ کی محبت کے لیے دی گئی اس قربانی کو صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے بھی داؤد کی تقلید کی تھی

"اکیسویں صدی کا مورخ لکھے گا

تھی ایک محبت کی شہزادی

جو سات سمندر پار سے آئی تھی

جس کے محبوب کو لمبے بال پسند تھے

(ہاتھ نچا نچا کہ ایک فقرا داؤد بول رہا تھا اور دوسرا موحد)

اپنے محبوب کی پسند کی خاطر

وہ چھوٹے بالوں والی شہزادی

اپنے بال لمبے کرنے کے لیے رات ورات قبرستان گئی تھی

اسے بتایا گیا تھا (آواز میں تھوڑا جوش آیا تھا) رات کے اندھیرے میں

قبرستان میں مردوں کی جگہ بال دفن کرنے سے

محبوب تو آپ کے قدموں میں نہیں ہو گا

لیکن بال آپ کے قدموں میں ضرور ہو گئے

اور یہاں پہ ہوئی تھی ان کی بس دونوں کے قہقہے اس کے کمرے میں گونجنے لگے تھے

سارہ اور دمیر کے لب بھی مسکرائے تھے

ان سب کو ہنستے دیکھ کے الارا نے رونی شکل بنائی تھی

اووفیری تمہیں تو بیوقوف بنانا یوں آسان ہے۔۔۔۔۔۔وہ دونوں ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے موحد نے ہنسنے کے دوران دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیان والی انگلی کو آپس میں رگڑتے ہوئے کہا اور یہاں پہ اس کی بھی بس ہوئی تھی وہ رونے لگ گئی تھی اسی وقت اس کے کمرے کا دروازہ کھولے سکندر صاحب اندر داخل ہوئے تھے ان کے ہنسنے کی آوازیں سن کے وہ وہاں آئے تھے

"یہ تم لوگ اس وقت الارا کے کمرے میں کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔" سکندر صاحب کی گرجدار آواز سنتے ہی سب کی ہنسی کو بریک لگا تھا

"الارا بیٹا آپ رو کیوں رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔" الارا کے لیے انہوں نے فکر مند سا نرم لہجہ اپنایا تھا

سب اچانک سکندر صاحب کی آمد سے گھبرا گے تھے

"وہ الارا کو واپس جانا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دمیر نے جلدی سے بات سمٹنا چاہی

"اسے اپنی ماما یاد آ رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔" داؤد نے بھی ساتھ دیا

"اس لیے وہ رو رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔" موحد کہا پیچھے رہنے والا تھا

"تو ہم لوگ اسے چپ کرانے کے لیے ہلہ گلہ کر رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے ساری بات سمیٹ ڈالی تھی

"ہم وقت بہت ہو گیا ہے یہ ہلہ گلہ ختم کرو اور اپنے روم میں جاؤ صبح سوچتے ہیں کیا کرنا ہے۔۔۔۔۔۔۔" انہوں نے ایک نظر کانفارمیشن والی سب پہ دوڑائی اور وہاں سے چلے گئے ان کے پیچھے ہی وہ لوگ بھی اپنی محفل برخاست کرتے اپنے اپنے روم میں چلے گئے تھے

نا سمجھ تو چیز پرانی

چہرا میرا پیس نورانی

دیکھے گا تو کھا جائے گا

سو سو جھٹکے

پلو لٹکے رے موراں

پلو لٹکے

پلو لٹکے رے موراں

پلو لٹکے

سکندر زولا کے کیچن میں پرانے زمانے والا کلب کھولا ہوا تھا میز پہ موحد آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اسکے سامنے سٹیل کی پرات الٹی پڑی ہوئی تھی جس پہ وہ ہاتھ مارتے ساز

بن رہا تھا اس کے سامنے میز پر ہی داؤد کھڑا تھا جو اسکے ساتھ ہی گانا گاتے ہوئے ناچ کم سپرنگ کی طرح اچھل زیادہ رہا تھا سر پہ اسنے سات رنگی چنری اوڑھ رکھی تھی الارامیز سے تھوڑا فاصلے پہ بیٹھی سلاد کے لیے سبزیاں کاٹ رہی تھی ان کی طرف پیٹھ کیے چولہے کے پاس سارہ اور دمیر کھڑے تھے چولہے کی آنچ دھیمی کرتے دمیر سفید چاولوں کو دم پہ رکھ رہا تھا اور سارہ الو گوشت کی ہنڈیاں بنا رہی تھی جو کہ اپنے اختتامی مراحل پہ تھی

"خدا کا واسطہ ہے اب بند بھی کر دو اپنے یہ پھٹے ہوئے سپیکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ کب سے انہیں برداشت کر رہی تھی بلا آخر ان کی طرف رخ موڑے بول ہی پڑی اور واپس ہنڈی کی طرف متوجہ ہوئی

ایک بار سے دل نہیں بھرتا

مڑ کے دیکھ مجھے دوبارہ

www.novelsclubb.com

ٹن ٹنا ٹن ٹن ٹارا

ٹن ٹنا ٹن ٹن ٹارا

اسکے رخ موڑتے ہی دونوں نے گانا بدلہ داؤد نے سر پہ اوڑھی چنری کو ہاتھ میں جھولاتے، کمر مٹکاتے موحد کے ساتھ مل کے سر سے سر ملایا

"سدھر جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ان کی طرف بڑھتے ہوئے دمیر نے انہیں شرم دھلائی

ہم نہیں سدھرے گئے

تھوڑا اور بگڑے گئے

موحد نے پرات پہ پڑتی تھاپ تیز کی تھی داؤد نے موحد کے ساتھ گاتے کم چلاتے ہوئے زیادہ ہاتھ میں پکڑی چنری کو اپنے سر کے اوپر سے گھما کے پھینکا

سارہ کی ہنڈیا بلکل تیار تھی اسنے ابھی چولہا بند کیا ہی تھا کہ اڑتی ہوئی چنری اسکی تیار شدہ ہنڈی میں گری تھی آہستہ آہستہ چنری الو گوشت کے شوربے میں ڈیپ ہوتی گئی تھی

"داؤد۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اپنی پسندیدہ چنری اور اپنی محنت کا خشر دیکھتے ہوئے سارہ چلائی تھی ان دونوں کی زبان کو بریک لگا تھا الارانے صدمے سے منہ کھولے سامنے دیکھا تھا دمیر گنگ ہوا تھا

"اب بچ کے دیکھاؤ مجھ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے ان کی طرف رخ موڑتے ہی کسی چیز کی تلاش میں ارد گرد نظر دوڑائی شیلف پہ پڑے انڈوں پہ اسکی نظر ٹھہری تھی اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے ہی داؤد میز سے چھلانگ لگاتے باہر کی جانب بھاگا تھا انڈا اپکڑے سارہ بھی اسکے پیچھے بھاگی تھی باقی پیچھے رہ گئے وہ تینوں بھی داؤد کا حشر دیکھنے کے لیے ان کے پیچھے گئے تھے

بھاگتے داؤد کے سر کا نشانہ لیتے ہوئے سارہ نے دور سے ہی اسکی طرف انڈا پھینکا تھا وہ مستقبل کا سکندر بھا تھا ان چھوٹے موٹے حملوں سے بچنا اسکے لیے بہت ضروری تھا

عین اسی وقت وہ نیچے جھکا تھا انڈا سیدھا سامنے سے آتے یرسل کے ماتھے پہ لگتے ہی ٹوٹا تھا یرسل نے زور سے آنکھیں میچیں انڈے سے نکلتا مائع اس کی آنکھوں سے تھوڑی تک کا سفر طے کرتے اس کے گریبان میں جذب ہوا تھا اسکی حالت دیکھ کے سب کی ہنسی چھوٹی تھی جن میں سب سے تیز آواز موحد اور داؤد کی تھی جو کہ پیٹ پہ ہاتھ رکھے دوہرے ہو رہے تھے

وہ جو پہلے ہی ٹینس تھا اپنی حالت پہ ان کو ہنستا دیکھ کے اسکا پارہ ہائی ہوا تھا اور یہ پہلی بار ہوا تھا

وہ خطرناک تیور لیے ہنستی ہوئی سارہ کی طرف بڑھا تھا

کچھ ہی لمحوں میں

سکندر زولا میں تھپڑ کی آواز گونجی تھی

سب کی ہنسی کو بریک لگا تھا

سکندر زولا میں داخل ہوتے سکندر صاحب کے پاؤں آگے بڑھنے سے انکاری ہوئے تھے

در و دیوار تک ساکت ہوئے تھے

کیونکہ

سکندر زولا کی دیواروں نے پہلی دفعہ عورت کو پڑنے والے تھپڑ کی گونج سنی تھی

جاری ہے

Sikandar's vila ;) Last episode

سکندر زولا

بقلم جانان شاہ

قسط آٹھویں

آخری

www.novelsclubb.com

وہ جو پہلے ہی ٹینس تھا اپنی حالت پہ ان کو ہنستا دیکھ کے اسکا پارہ ہائی ہوا تھا اور یہ پہلی بار ہوا تھا

وہ خطرناک تیور لیے ہنستی ہوئی سارہ کی طرف بڑھا تھا کچھ ہی لمحوں میں سکندر زولا میں تھپڑ کی آواز گونجی تھی سب کی ہنسی کو بریک لگا تھا سکندر زولا میں داخل ہوتے سکندر

صاحب کے پاؤں آگے بڑھنے سے انکاری ہوئے تھے در و دیوار تک ساکت ہوئے تھے کیونکہ سکندر زولا کی دیواروں نے پہلی دفعہ عورت کو پڑنے والے تھپڑ کی گونج سنی تھی

وہ گونج ساکت پڑی دیواروں سے ٹکرا کے واپس لوٹی تھی

خاموشی بھی ڈر کے کونوں میں چھپ گئی تھی

سارہ کا عہد لمحوں میں ٹوٹا تھا

آنکھیں سرخ انگارہ ہوئی تھیں

وہ آنسو جو عہد کے پابند تھے

آج سارے عہد توڑے گالوں پہ بہہ نکلے تھے

وہ بے یقینی سے اپنے گال پہ ہاتھ رکھے بہتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھے گئی

پہلے وہ خاموشی کی مار مار رہا تھا اسے

اب تو اسنے حد ہی کر دی تھی

اسکی آنکھوں سے بے یقینی سے نکلتے آنسوؤں نے اسے ہوش دلایا تھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی وہ سب کو وہی ساکت چھوڑے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا

سارہ کی حالت دیکھتے ہوئے باقی سب بھی آہستہ آہستہ کونوں کھدروں میں چھپ گئے تھے کسی کے پاس اتنی ہمت باقی نہیں رہی تھی کہ وہ سارہ کے پاس جا کہ تسلی کے دو بول ہی بول دیتا

"سارہ بیٹا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" بڑی ہمت کر کے سکندر صاحب نے روتی ہوئی سارہ کو پکارا وہ خود شاک کی کفیت میں تھے یرسل سے انہیں اس حرکت کی بلکل بھی توقع نہیں تھی

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" چہرے پہ مسکراہٹ سجائے روندھی ہوئی آواز اس کے خلق سے برآمد ہوئی تھی

"وہ۔۔۔۔۔۔

"میں ٹھیک ہو۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ کچھ کہنے ہی لگے تھے کہ سارہ نے انہیں ٹوک دیا تھا

"کھانا لگاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔" آنکھوں سے بہتے پانی کو صاف کرتے ہوئے سارہ نے اسی لہجے میں پوچھا تھا جیسے وہ ہمیشہ پوچھتی تھی

"نہیں ابھی کوئی بھی نہیں کھائے گا بیٹا۔۔۔۔۔میں یرسل کو دیکھتا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ان میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ اس سے نظریں بھی ملا پاتے وہ نظریں جھکائے یرسل کے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے وہ بھی اپنے کمرے

میں جانے کے بجائے الارا کے کمرے کی جانب بڑھی تھی خود پہ بند باندھنا مشکل ہو رہا تھا لیکن وہ یوں سب کے سامنے روکے انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی

وہ سارہ تھی سارہ یوسف

جسے ہمیشہ اپنے سے جڑے رشتوں کی فکر ہوتی تھی

اپنی نہیں

"تم جانتے بھی ہو تم کیا کر کے آرہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ کب سے کمرے میں بے چینی سے ٹہلتے اسکے واشروم سے باہر نکلنے کا انتظار کر رہے تھے اسکے نکلتے ہی وہ برسل پہ برس پڑے تھے

وہ نظریں جھکا گیا تھا گیلے بالوں پہ ٹھہرے پانی کے قطرے اسکے چہرے پہ پھسلتے ہوئے اسکے قدموں کی زینت بنے تھے

آج تک تمہارے باپ دادا نے اپنی عورتوں سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کی اور تم نے اپنی عورت کو تھپڑ مارا ہے اس پہ ہاتھ اٹھایا ہے عقل کہاں تھی تمہاری گھاس چرنے گئی تھی کیا۔۔۔۔۔۔۔(ان کی آواز میں بھی سختی تھی اور ان کی آنکھوں میں بھی) ۔۔۔۔۔کم از کم اپنے بزرگوں کی راویات کا بھرم ہی رکھ لیتے تم۔۔۔" پہلے نظریں جھکی تھیں اب کی بار تو سر بھی جھک گیا تھا

"شرم کرو یرسل وہ لڑکی پہلے ہی تمہاری وجہ سے پریشان تھی۔۔۔۔۔۔۔۔جا کہ معافی مانگو اس سے۔۔۔ صبح سورج طلوع ہونے سے پہلے تمہارے اور سارہ کے درمیان چلتی سرد جنگ ختم ہو جانی چاہیے ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔"

دروازے کے ساتھ کان لگائے وہ چاروں سکندرز صاحب کے ورنہ پہ چونکے تھے یرسل کے گلے میں گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی تھی ان کا ورنہ بس دھمکی نہیں ہوتی تھی وہ جو کہتے تھے کر گزرتے تھے آخر کو وہ بھی سکندر تھے ان کے باپ

"اپنا سامان پیک کرنا اور سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی اس گھر سے دفعہ ہو جانا۔۔۔۔۔۔(یرسل کا جھکا سر اٹھا تھا)

اپنی اسی لالچی محبوبا کے پاس جس کے ساتھ تمہاری آجکل ملاقاتیں چل رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔"وہ دبنگ اور سخت لہجے میں اس سے کہتے روکے نہیں تھے وہاں سے چلے گئے تھے یرسل کو شرمندگی نے آن گھیرا تھا اسے یہی تھا کہ وہ کچھ نہیں جانتے

www.novelsclubb.com

جبکہ وہ ان کے باپ تھے

ان کے ہر عمل پہ ان کی نظر ہوتی تھی

دروازے کے ساتھ چمٹے دوسرے سکندرز بھی اپنی اپنی جگہ پہ ساکت ہوئے تھے

ان کا باپ اتنا بھی بے خبر بھی نہیں تھا جتنا انہوں نے سمجھا رکھا تھا

وہ واشروم کا دروازہ بند کیے نل کھولے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ رہی تھی یہ نہیں تھا کہ اس پہ پہلی دفعہ کسی نے ہاتھ اٹھایا تھا دو سال تک وہ اپنی چاچی کی مار برداشت کرتی رہی تھی لیکن اسکی آنکھ سے آنسو تک نہیں نکلا تھا وہ کچھ نا کچھ کہہ کے اپنا حساب برابر کرلیتی تھی لیکن یہاں پہ ستم یہ تھا کہ وہ کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی وہ شوہر کے رتبے کو جانتی تھی پہچانتی تھی وہ اسکا مجازی خدا تھا

وہ اسکے سامنے نظریں تک نہیں اٹھا سکتی تھی

تو پھر کیسے وہ اس کے سامنے اونچی آواز میں بول سکتی تھی؟

لیکن تنہائی میں رو تو سکتی تھی ناہ

تو بس وہ ہی تو کر رہی تھی

جب اسے لگا کہ دل پہ آنسو کا دھرا بوجھ کم ہوا ہے تب وہ باہر نکلی تھی بلکل فریش یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے لیکن آنکھیں اسکے رونے کی چغلی کھا رہی تھیں

وہ چاروں باہر ہی کھڑے اسکا انتظار کر رہے تھے سارہ کے باہر نکلتے ہی ان سب کے سر جھکے تھے یوں جیسے ساری غلطی انہیں کی ہو

"بھابھی ہمیں معا--------------" داؤد جھکے سر کے ساتھ کہہ ہی رہا تھا کہ سارہ نے اسے ٹوک دیا

ایک منٹ داؤد۔۔۔۔معاف مانگتے وہی اچھا لگتا ہے جس کی کوئی غلطی ہوتی ہے۔تم لوگوں نے کچھ کیا ہے کیا۔۔۔۔۔۔؟"

وہ کسی دوسرے کی غلطی کی سزا کسی اور کو دینے کی قائل نہیں تھی سب کے جھکے سر اٹھے تھے وہ انجان بنی سوالیہ آبرو اچکائے ان کے جواب کی منتظر تھی سب نے نفی میں گردن ہلائی موحد چند قدم اٹھا کے اسکی قریب آیا

"چاقو والی باجی آپ ہمیں چھوڑ کے تو نہیں جائے گئی۔۔۔۔۔۔۔"وہ خوف جو بچوں کو اپنی پسندیدہ چیز کھو جانے کے ڈر سے ان کے معصوم چہروں پہ نمودار ہوتا ہے وہی خوف اس وقت سارہ نے موحد کے چہرے پہ محسوس کیا تھا اسکے دل کو کچھ ہوا تھا کہا سوچا تھا اسنے کہ کوئی اس سے اتنی محبت بھی کرے گا وہ ان محبت کرنے والوں کو چھوڑ کے نا شکری کرنے والے لوگوں کی فہرست میں شمار نہیں ہونا چاہتی تھی

"موحد جب میں اس گھر میں آئی تھی میں نے کیا کہا تھا؟میں آپ لوگوں کو چھوڑ کی نہیں جاؤ گئی تو مطلب میں نہیں جاؤ گی کبھی بھی نہیں۔میں سارہ ہو سارہ یوسف مجھے اپنی بات کا بھرم رکھنا آتا ہے اور میں اپنی بات پہ قائم رہتی ہو گھر میں چھوٹی موٹی باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں پر سکون زندگی گزارنے کے لیے ان باتوں کا نظر انداز کرنا اور ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہی اصل رشتے نبھانا ہوتا ہے اور سارہ کو رشتے نبھانے بھی آتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔"

اسکی باتیں نے دل کو چھوا تھا سب کے چہروں پہ سکون سا اترا تھا جس کو دیکھتے ہوئے سارہ رو پڑی تھی اس دفعہ آنکھوں سے بہتا پانی دکھ کے باعث نہیں تھا بلکہ خوشی سے بھرپور تھا

"اب رو کیوں رہی ہیں آپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسے روتا دیکھ کے سب کے چہروں پہ چھایا سکون پل میں غائب ہوا تھا

اپنے چہرے پہ رونے والے تاثرات نمودار کرتے ہوئے داؤد نے پوچھا تھا اس سارے معملے میں سب سے زیادہ وہ ہی گلٹی فیل کر رہا تھا

"تم لوگ رولاتے ہو یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اپنے ڈوپٹے کے پلو سے ناک پوچھتے ہوئے اسنے چہرے پہ مسکراہٹ سجائی تھی

"تم لوگوں نے کھانا کھایا۔۔۔۔۔۔۔؟" اسنے بات بدل دی تھی

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔" سب نے نفی میں گردن ہلائی الارا نے گردن ہلانے کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی آواز بھی نکالی آج وہ ان تینوں کے ساتھ کھڑی تھی اور ان کے قدم سے قدم ملا کے چل رہی تھی سارہ کی کہیں گئی باتوں نے اسکے دل پہ گہری چھاپ چھوڑی تھی جس پہ عمل پیرا ہونے کا ارادہ اسنے بھی کیا تھا

"جاؤ جا کے کھاؤ۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے دروازے کی طرف ان کو متوجہ کیا

''آپ نہیں کھائے گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''سب نے یکجا پوچھا سارہ نے گہرا سانس لیا

''اب تم لوگ کیا چاہتے ہو میں اب تمہارے بھائی سے ناراض بھی ناہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔''وہ انہیں منع نہیں کرنا چاہتی تھی اسلیے اسنے ڈھکے چھپے لفظوں میں انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا یوں سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی ناٹوٹے سب نے سمجھتے ہوئے ہونٹوں کو''اوؤوو''کی شکل میں سکوڑا اور اسکے پلک جھپکنے سے پہلے ہی وہ کمرے سے غائب ہوئے تھے

وہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھے بیڈ پہ لیٹ گئی تھی ستم گر کا ستم یاد آتے ہی آنکھیں پھر سے بہہ پڑی تھیں اور وہ انہیں بہادینا چاہتی تھی کیونکہ بعض دفعہ آنکھوں سے نکلا پانی دل سے اٹھتے درد کے لیے مرحم کا سبب بنتا ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

www.novelsclubb.com

''سکندر صاحب آپ کی بہو کہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

رات کی تقریباً نو بجے کا وقت تھا وہ سب سکندر صاحب کے ساتھ ہال نما کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے موحد اور داؤد صوفوں کے درمیان رکھی گئی میز پہ اپنی اپنی کتابیں پھیلائے نیچے زمین پہ کشن رکھے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے ان کے دائیں طرف الارا

تھی جو کہ صوفے پہ بیٹھی موبائل میں مصروف تھی بائیں طرف دمیر تھا جس کی گود میں لکڑی کا گول شکل والا تختہ اس کے دونوں گھٹنوں کے سہارے پڑا ہوا تھا جس پہ دو الیکٹرونیکل انسٹرومنٹس پڑے ہوئے تھے ایک اسکے ہاتھ میں موجود پیچ کس سے اپنے ڈھیلے پرزے کسوا رہا تھا جب کے دوسرا تختے پہ پڑا اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا دمیر کے دائیں طرف دوسرے صوفے پہ سکندر صاحب بیٹھے منٹو کی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے جب یرسل نے اندر داخل ہوتے ہی سب سے پہلے سکندر صاحب کو مخاطب کیا لیکن سامنے تو اسے یوں محسوس کروایا گیا تھا کہ وہ بہرے ہیں انہوں نے کچھ بھی نہیں سنا سب اپنے اپنے کام میں بزی رہے تھے کسی نے بھی سر اٹھا کہ اسے دیکھنے کے زحمت بھی نہیں کی تھی

"تم لوگوں کی بھابھی کہاں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔؟" سکندر صاحب کی طرف سے جب کوئی جواب نا آیا تو اسنے اپنے بھائیوں سے پوچھا لیکن وہاں سے بھی سب نے ہری جھنڈی دیکھائی تھی

www.novelsclubb.com

"الارا بچے آپ کو پتا ہے آپ کی بھابھی کہاں ہے۔۔۔۔۔۔۔؟" بڑی نرمی سے اسنے الارا سے پوچھا تھا لیکن وہاں سے بھی مکمل بائیکاٹ کا سائن ملا تھا اسے۔ وہ انہیں بولنے پہ اکسا رہا تھا حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے

''فائن۔۔۔۔۔نا بتائے میں ڈھونڈ لوگا۔۔۔۔۔۔''پھر سے کوشش کی تھی اسنے۔ لیکن سامنے والوں پہ اثر نہیں ہوا تھا رتی بھر بھی

''تم لوگ بے وفا نکلے ہو لڑکی کے ملتے ہی بھائی کو بھول گئے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔''سب نے نظریں اٹھا کہ اسے گھوری سے نوازا

''لڑکی نہیں بھابھی۔۔۔۔۔۔۔''ان کی گھوری کو وہ سمجھ گیا تھا اسلیے جلدی سے توصیح کی سب کی نظریں پھر سے واپس لوٹ گئی تھیں یرسل نے گہرا سانس لیا

''مانتا ہو مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔۔۔۔۔میں منانے جارہا ہوا نہیں۔۔۔۔۔''اسنے سب کو دیکھا اس امید سے کوئی تو اسکی طرف متوجہ ہو گا ہی۔اسکی امید امید ہی رہی تھی

''اگر وہ ناہ مانی تو۔۔۔۔۔۔۔''امید پھر سے بندھی تھی پر اس بار بھی ناکامی نے اسے منہ چڑھایا تھا

''تو پھر تم لوگ اپنی عدالت کی کاروائی تیار رکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''اب کی بار امید کا دامن نہیں تھاما تھا اسنے وہ کہہ کے چلا گیا تھا سب نے گہرے سانس لیے تھے اپنے ہاتھ میں پکڑی چیزوں کو پھینکنے کے انداز میں اپنے پاس رکھا تھا

''چپ رہنے کی ایکٹینگ کرنا کتنا مشکل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔''داؤد کی آواز سب کی سمعتوں سے ٹکرائی تھی

"میرا تو سانس ہی روک گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"جہاں داؤد ہو وہاں موحد ناہ ہو ایسا کہاں ممکن تھا دمیر نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے منہ کے زاویے بگاڑے تھے الارا ان تینوں کے کو دیکھ کے مسکرائی تھی اور سکندر صاحب کے چہرے پہ چھائے پریشانی کے آثار آہستہ آہستہ مدھم ہونے لگے تھے

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

الارا کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا اپنے نرم لہجے میں اسے پکارتے ہوئے وہ اندر داخل ہوا تھا اسکے بڑھتے قدموں پہ سارہ کی ڈھڑکنیں تھمی تھیں لیکن اسکے وجود میں ہلچل تک نہیں ہوئی تھی دل نے نے کہا تھا اسنے پکارا ہے تمہیں۔جی کہہ دو لیکن دماغ نے اسے منع کر دیا تھا

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اب کی بار آواز بہت پاس سے آئی تھی لیکن اسنے دماغ کی سنی تھی دل کی نہیں یرسل کے دل نے خواہش ظاہر کی تھی اسکی زبان سے جی سننے کی یا پھر یہ کہنا بہتر ہو گا کہ اسکے اپنے نام کی پکار پہ اسکا فوراً جی کہنا اسکے پگلاتا تھا اور آج اسکا دل سارہ کی محبت کے لیے پگلنا چاہتا تھا

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے پھر پکارا لیکن سارہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی

"لگتا ہے آج سب نے چپ رہنے کا روزہ رکھا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ بڑبڑایا سارہ نے اسکی بڑبڑاہٹ بخوبی سنی تھی

سارہ میں جانتا ہو آپ مجھے سن رہی ہیں۔۔۔ لیکن آپ جواب نہیں دی رہی آپ کی مرضی نا دے لیکن میں وہ کرو گا جواب میرا دل مجھے کرنے کو کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ واپس چلا گیا تھا اسکے یوں لوٹ جانے سے دل نے دماغ کو ڈانٹا تھا

"اپنے پہلے عمل کی واضحت تو دی نہیں تھی اب بھی مانا ئے بنا ہی چلے گئے۔۔۔۔۔۔" وہ آنسو جو پہلے ہی روکنے کا نام نہیں لے رہے تھے اب تو ان میں مزید روانی آئی تھی

وہ پھر سے کمرے میں آیا تھا اسکے کے قدموں کی چاپ نے فوراً سے اطلاع دی تھی اس دفعہ اسنے پکارا نہیں تھا یرسل نے اسکی آنکھوں پہ دھرا اسکا بازوں ہٹایا تھا سارہ نے آنکھیں موندی تھیں اسکے گالوں پہ بہتے پانی نے یرسل کے دل کو دھڑکنے پہ مجبور کیا تھا

"اٹھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے بازو سے پکڑتے ہوئے کہنے کے ساتھ اسے خود ہی اٹھایا تھا اور وہ چپ چاپ اٹھ بھی گئی تھی ٹھیک ہے وہ بول نہیں سکتی تھی لیکن اسکے کہے پہ اچھی بیویوں کی طرح عمل پیرا تو ہو سکتی تھی ناہ

سارہ کے سیدھا کھڑے ہوتے ہی یرسل نے دوسرے ہاتھ میں پکڑی اسکی چادر کو اسکے سر پہ اوڑھا تھا اور اسکا ہاتھ پکڑے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا سارہ حیرانگی سے ربوٹ کی طرح اسکے پیچھے چلتی رہی تھی نگاہیں یرسل کے ہاتھ پہ تھیں جس نے اسکی کلائی کو مضبوطی سے، نرمی کا تاثر لیے، بڑی اپنائیت سے، تھام رکھا تھا

وہ اسے لیے کالونی کے پارک کی طرف آیا تھا اسے وہاں پہ نسب بینچ پہ بیٹھا کہ وہ اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا اسکے گود میں رکھے ہوئے ہاتھوں کو یرسل نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھاما

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہی اسکا نرم سا طرز تخاطب، سارہ کے دل نے پھر سے اسے کہا تھا جی کہہ دو لیکن وہی لیکن درمیان میں حائل ہو گیا تھا

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پھر سے پکارا تھا تھوڑی سی نرمی مفقود ہوئی تھی لیکن سارہ نے اسے دیکھا بھی نہیں تھا وہ اپنے ہاتھوں کو تھامے اسکے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی

"سارہ۔۔۔۔۔میری طرف دیکھے ورنہ مجھے سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔۔" لہجے میں نرمی غائب ہوئی تھی سختی نے پڑاؤ ڈالا تھا سارہ نے فوراً سے پہلے اسے دیکھا

"ایک تو ان عورتوں کو نرمی کی زبان راس نہیں آتی جان بوجھ کی مرد کو سختی کرنے پہ مجبور کرتی ہیں۔۔۔۔۔۔" سارہ کے فوراً دیکھنے پہ وہ صرف سوچ سکا تھا کہہ کہ وہ اسے مزید ناراض نہیں کر سکتا تھا

یرسل نے اسکے ہاتھوں کو چھوڑا تھا

"غلطی ہوئی ہے سارہ۔۔۔۔ معاف کر دے ناہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دونوں ہاتھوں سے کانوں کو پکڑے چہرے پہ معصومیت لاتے اسنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا تھا سارہ بس اسے دیکھتی ہی رہ گی تھی وہ آنسو جو لمحے بھر کے لیے تھمے ہوئے تھے پھر سے رواہو گئے تھے اب وہ کیا کہتی؟

کس کمبخت کا دل نہیں پگلے گا یہاں

"آ۔۔پ۔۔۔ہاتھ۔۔۔ چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔" اسکی معصومیت کو دیکھتے ہو اسے سمجھ ہی نہیں آئی تھی وہ کیا کہے اب اس لیے جو منہ میں آیا وہی کہہ دیا

"کب چھوڑا ہے میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" معصومیت ہی معصومیت تھی

"یہ اب میری جان لے گئے۔۔۔۔۔۔اتنا معصوم بننے کی کیا ضروت ہے۔۔۔۔۔۔" معصومیت اس پہ جچ رہی تھی سارہ بس سوچ ہی سکی تھی اسنے یرسل کے چہرے سے نظریں ہٹالی تھیں اس ڈر سے کہ کہیں اسے اسکی ہی نظر ناہ لگ جائے

"ابھی بھی چھوڑا ہے پہلے بھی چھوڑا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے گالوں پہ بہتے آنسو صاف کرتے ہوئے پچھلے واقعے کو بھی یاد کروایا تھا وہ تو بھولی ہی نہیں تھی ایک پل کے لیے بھی۔اسنے تو بس یرسل کو یاد دلایا تھا

"اب نہیں چھوڑوگا سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔"یرسل نے اسکے ہاتھوں کو پھر سے تھاما

"ایک دفعہ آپ مان جائے سارہ۔۔۔زندگی میں دوبارہ آپ کو ناراض کرنے کی غلطی نہیں کروگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ایک تو پہلے ہی جان ہلک میں آئی ہوئی ہے اب بار بار نام پکار کے اسے اگلنے کی کوششوں میں ہیں یہ۔۔۔۔۔۔۔"سوچتے ہوئے سارہ نے بھیگی پلکوں کو اٹھائے اسے دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں آنکھیں سب بتانے اور پوچھنے کا فرائضہ سرانجام دے رہی تھیں

"آپ کہہ رہی تھیں میں نے آپ کو اپنی پہلی حرکت کی واضحت نہیں دی۔۔۔۔۔۔"زبان کے ساتھ کالی آنکھوں نے پانی سے لبالب آنکھوں کو اپنے حصار میں لیا تھا

"کیا انہوں نے سن لیا تھا۔۔۔۔۔۔"آنکھوں نے دل سے پوچھا تھا جو کہ کالی آنکھوں سے مخفی نہیں رہا تھا بے دھیانی میں سارہ کی آواز اتنی ضرور نکلی تھی جو کہ کمرے سے باہر نکلتے یرسل نے سن لی تھی

"میں نے سنا تھا جہاں محبت ہو وہاں وا ضحتیں نہیں دی جاتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

غلط سنا ہے آپ نے جہاں محبت ہو وہاں محبت کے مظبوط ستونوں کے لیے واضحت ایک لازمی امر ہوتا ہے، محبت کا ایک دشمن نہیں ہوتا محبت کے سو دشمن ہوتے ہیں جو ہر وقت محبت کے ستونوں کو آہستہ آہستہ گرانے میں کوشاں ہوتے ہیں اس کوشش میں سب سے بڑا دشمن شک ہوتا ہے جو واضحت نا ہ دینے پہ پل پل بڑھتا جاتا ہے اور جب شک بڑھتا ہے تو پھر اعتبار ختم ہوتا ہے اور جب اعتبار ختم ہوتا ہے تو

تب۔۔۔۔۔۔۔۔۔" کالی آنکھیں ہمہ تن گوش تھیں وہ زرا وقفے کے لیے روکی۔۔۔ محبت کے ستون گرتے ہیں اور جب محبت کے ستون گرتے ہیں تب محبت محبت نہیں رہتی وہ آپ کی سب سے خطرناک دشمن بن جاتی ہے اور جب محبت دشمن بنتی ہے تب زندگی سے نفرت ہوتی ہے جینا مشکل ہو جاتا ہے پھر آپ کے پاس پچھتانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ مسکرائی

"صیح کہا ناہ میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل لاجواب ہوا تھا اسنے چپ چاپ سر تائید میں ہلایا

کچھ ہی دیر میں وہ اسے بتا رہا تھا اور وہ اسے سن رہی تھی

بات کے اختتام پہ سارہ کی آنکھوں میں موجود پانی چمکا تھا

دل کا درد ختم ہوا تھا

سکون کی لہر جسم میں دوڑی تھی

اسنے گہرا سانس لے کے سر بینچ کی پشت پہ ٹکایا تھا

آخر کار وہ فتح یاب ٹہری تھی

انتظار ختم ہوا تھا

"میں اب سمجھو آپ نے مجھے معاف کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ابھی تک یر سل اس کے سامنے ہی بیٹھا تھا اب کی بار باتوں کے درمیان بھی اسنے اسکا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا

سارہ نے ٹیک چھوڑی خود کو تکتی کالی آنکھوں سے آنکھیں ملی تو وہ روتے چہرے کے ساتھ مسکرائی یو جیسے اچانک برساتے بادل میں سورج کا چمکنا

"شکر خدا کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ریڈ سگنل ملتے ہی وہ اٹھ کے اس کے ساتھ بیٹھا بائیں ہاتھ سے اسنے اسکا ہاتھ تھامے رکھا اور دائیں ہاتھ سے اسنے سارہ کے گرد حصار باندھا تھا سارہ نے اپنا سر اسکے کاندھے پہ رکھ کے آنکھیں موندی تھیں اسکی قربت میں ایک سکون سا ملا تھا سارہ کو

www.novelsclubb.com

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" کچھ دیر بعد یر سل نے اسے پکارا تھا اپنے نرم سے لہجے میں

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" فوراً سے سر تسلیم خم کیا گیا تھا

"آپ روتے ہوئے بہت پیاری لگتی ہیں۔۔جب آپ رو رہی تھیں تو مجھے سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ آپ کو چپ کراؤں کے ایک اور لگاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔"سارہ نے خفگی سے سر اٹھا کے اسے گھورا

"قسم سے مزاق نہیں کر رہا سچی کہہ رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"کالی آنکھوں میں سچائی ہی سچائی تھی وہ ہنس دی اسے دیکھتے ہوئے یرسل بھی ہنس دیا دل نے کہا تھا بلاشبہ وہ ہنستے ہوئے بھی پیاری لگتی ہے

آسمان پہ چمکتا چاند بھی انہیں دیکھ کے مسکرایا تھا انہیں یوں ہی مسکراتے رہنے کی دعا دی تھی چاند نے۔کسی نے آسمان پہ آتش بازی کے رنگ بکھیرے تھے سارا آسمان رنگوں سے نہایا تھا

محبت نے محبت کو پا کہ جشن منایا تھا

کائنات کی ہر شے جھوم اٹھی تھی

محبت نے محبت کو ہار کہ

محبت کو جیت لیا تھا

ہر طرف خوشیاں محبت کی جیت منانے آئی تھیں

خالص محبت فتح یاب ٹہری تھی

www.novelsclubb.com

غلطی کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی غلطی کو مان لینا بڑی بات ہوتی ہے اسی طرح

معاف کرنے والے کا رتبہ زیادہ نہیں ہوتا معافی مانگنے والے کا رتبہ زیادہ ہوتا ہے اسلیے

آپ سے کوئی غلطی ہوتی ہے تو اسے مانے اور معافی مانگ لے

اس سے رشتوں میں نکھار آتا ہے

دوری مٹتیں ہیں

انا کا وجود باقی نہیں رہتا

زندگی سہل ہو جاتی ہے

رنگوں سے بھر جاتی ہے

رنجیشیں مٹ جاتی ہیں

خوشیوں فتح حاصل کرتی ہیں

غموں کو شکست ہوتی ہے

www.novelsclubb.com

دل سے بوجھ ہٹتا ہے

آپ کا رتبہ بڑھتا ہے

آپ معتبر ٹھہرائے جاتے ہیں

اب آپ پہ منحصر ہے کہ

آپ کی چوائس کیا ہوتی ہے؟

آپ کیا چونتے ہیں؟

اور کیا سیکھتے ہیں؟

آسمان پہ آتش بازی کے چھائے رنگ اسکے کمرے کی کھڑکی سے اسے افسوس سے دیکھ رہے تھے جو افسردہ سی نائٹ ڈریس پہنے رکینگ چیئر پہ بیٹھی دور کہیں خلا میں دیکھ رہی تھی کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی اسکی چہرے سے پھسلتے آنسو کا پتا دے رہی تھی آج اسکے پاس سب کچھ تھا بینک بیلنس، خوبصورت جگہ پہ خوبصورت گھر، گاڑی نوکر چاکر سب کچھ تھا بس نہیں تھی تو اسکے پاس محبت نہیں تھی دولت نے اسے سب کچھ دیا تھا لیکن بدلے میں دولت نے اس سے محبت کو چھین لیا تھا

گھاٹے کا سودا کیا تھا ویا آفان نے، جس کا احساس اسے ازمیر ھاد سے شادی کرنے کے بعد ہوا تھا وہ ازمیر ھاد کی دولت کی حقدار ٹھہری تھی محبت کی نہیں وہ ہر روز یوں ہی آنسوؤں کے ساتھ اسکے انتظار میں گزارتی تھی پر وہ نہیں آتا تھا وہ کہا ہوتا تھا کہاں جاتا تھا وہ تو اس سے بھی بے خبر تھی ازمیر نے اسے سب کچھ دیا تھا مگر اپنی محبت اور توجہ سے اسے دور رکھا تھا

انسان دولت کے بغیر تو رہ سکتا ہے مگر محبت کے بغیر نہیں

دولت انسان کو سب کچھ تو دے سکتی ہے پر محبت نہیں

وہ لوگ انتہائی درجہ کے بیوقوف ہوتے ہیں جو محبت پہ دولت کو ترجیح دیتے ہیں، ویا آفان نے دولت کو چن کے خود کو انہی بیوقوف لوگوں میں شامل کیا تھا وہ پل پل محبت کے لیے سسکتی تھی تڑپتی تھی وہ محبت کے پیچھے بھاگتی تھی دولت کو ہاتھ میں لیے لیکن محبت اس سے فاصلے پہ جا کھڑی ہوتی تھی وہ دو قدم آگے بڑھتی تھی اور محبت چار قدم بیتے لمحے سوچتے ہوئے اسنے آنکھیں موندی تھیں آنسو راونی سے گالوں پہ پھسلے تھے موندی آنکھوں میں ہوٹل کے کیفے ائیریا کا منظر دھندلایا تھا کانوں میں اسکی مدھم سی آواز گونجی تھی

"یرسل وہ لڑکی کون تھی جو ابھی تمہارے ساتھ تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" کپ کے کنارے انگلی گھماتے دھڑکتے دل کے ساتھ اسنے پوچھا تھا یرسل کے لب مسکرائے تھے آنکھوں میں چمک ابھری تھی وہ چمک جو کسی عزیز ہستی کے ذکر پہ ابھرتی ہیں

www.novelsclubb.com

"میری بے رنگ دنیا میں رنگ بھرنے والی میری شریک حیات ہے وہ۔۔۔۔۔۔۔۔" مسکراتے ہوئے اسنے ویا کو دیکھا جو بے یقین تھی

"تم نے شادی کر لی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" اسکے دل کو کچھ ہوا تھا کپ کے کنارے گھومتی انگلی ایک جگہ جم سی گی تھی

"تم نے بھی تو کی تھی میں نے بھی کر لی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" لہجے میں بے نیازی ہی بے نیازی تھی اسنے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اسکے سامنے پڑا کافی کا کپ اسکے اگلے جملے کا منتظر تھا

اور تمہیں پتا ہے ویبا۔۔۔اتنی محبت میں نے تم سے نہیں کی تھی جتنی محبت مجھ سے میری شریک حیات کرتی ہے

اور میں بہت خوش ہو مجھے خدا نے سارہ سے نوازا ہے۔۔۔۔سارہ جیسی مخلص اور وفادار بیوی قسمت والوں کو ملتی ہے اور میں تمہارا ساتھ نا پا کہ انہیں خوش قسمت لوگوں میں شامل ہو۔۔اور اس پہ میں خدا کا جتنا بھی شکر ادا کرو اتنا ہی کم ہے۔۔۔۔۔۔۔" ویبا کی آنکھوں میں سرخی ابھری تھی دل حسد کا شکار ہوا تھا

"اگر ایسا ہے تو پھر اسے چھوڑ کے میرے ساتھ اندر کیوں آئے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سرخ آنکھوں کے ساتھ ہونٹوں پہ طنزیا مسکراہٹ سجائے اسنے پوچھا تھا

وہ میری شریک حیات ہے میں اسے اپنی سابقہ محبت کی پرچھائی سے بھی دور رکھنا چاہتا ہوا سلیے میں نے ضروی ہی نہیں سمجھا تمہارا ان سے تعارف کروانا اور ویسے بھی تعارف ان لوگوں کا کروایا جاتا ہے جو کسی تعارف کے قابل ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اسکے الفاظ تو باظاہر عام سے تھے لیکن ان الفاظ کے اندر گہرائی بہت تھی اور اس گہرائی نے ہی تو ویبا کو منہ کے بل گرایا تھا اسکی آنکھوں میں غصہ ابھرا تھا یر سل کو دلی

سکون ملا تھا اسی دن کا تو اسے انتظار تھا کہ وہ اسے ملے اور وہ اسے بتائے اسکی حثیت اسکی اوقات

ویل۔۔۔۔۔۔۔میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا اگر تم مجھے ناہ چھوڑتی تو پھر مجھے سارہ ناہ ملتی۔۔۔مجھے لگتا تھا تمہارے چھوڑ جانے سے میری زندگی کے رنگ بکھر جائے گئے اور میں پھر انہیں کبھی سمیٹ نہیں پاؤ گا لیکن میں غلط تھا میرے رنگ بکھرے تو تھے لیکن مجھے وہ بکھرے رنگ سمیٹنے کا موقع ملا ہی نہیں۔۔۔سارہ نے ان بکھرے رنگوں کو سمیٹ کر اور مزید نکھار کے میری جھولی میں ڈالا ہے۔۔۔یہ میری خوش قسمتی ہے کہ سارہ نے ان رنگوں کو سمیٹا ہے تم نے نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اٹھ کھڑا ہوا "تمہیں پتا ہے تمہارا ساتھ میں نے صرف دنیا میں مانگا تھا لیکن سارہ کا ساتھ میں جنت میں بھی مانگتا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

یرسل کی آنکھوں میں چمکتی چمک نے ویا کو حسد کے انگاروں پہ لوٹایا تھا

"میں نے بہتر کی خواہش کی تھی لیکن مجھے میرے رب نے بہترین سے نوازا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔۔۔۔۔خیر چلتا ہو اب سارہ انتظار کر رہی ہو گی میرا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"میری کافی کا بل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"جیب سے نکال کے چند نوٹ اسنے ٹیبل پہ رکھے جو کہ صرف ایک کپ کافی کا بل ہی تھا جو کہ ویا کے لیے ایک تماچہ تھا کیسا

تماچہ؟وہ اچھی طرح سمجھ گی تھی آنکھوں کی سرخی احساس توہین کے سبب پلکوں نے ڈھانپی تھی

وہ چلا گیا تھا وہ وہی رہ گی تھی اکیلی۔۔

پہلے اسنے چھوڑا تھا آج وہ اسے کو چھوڑ کے چلا گیا تھا۔۔۔

قسمت نے وقت کے ساتھ مل کے حساب برابر کر دیا تھا

وہ پہلے ہی اپنے کیے گے فیصلے پہ پچھتاتی تھی اب تو اسکا دل کیا تھا کہ وہ مر جائے خود کو ختم کر دے لیکن یہ بھی آسان تھوڑی تھا اب تو جینا تھا اور پل پل جیتے جی مرنا تھا

مدھم آواز ہوا میں تحلیل ہو گی تھی دھندلے منظر پہ اندھیرہ چھایا تھا موندی آنکھیں نیند کی گہرائیوں میں اترئی تھیں جھولتی راکینگ چیئر ایک جگہ ٹھہر سی گئی تھی پاس پڑی ٹیبل پہ نیند کی گولیوں نے افسوس سے اسکے گالوں پہ سوکھتے آنسوؤں کو دیکھا تھا آسمان پہ آتش بازی کے رنگ اختتام کو پہنچے تھے

ہر طرف اندھیرا چھایا تھا کہیں خوشیوں کا تو کہیں غموں کا

--

رات کا سناٹا ہر سو چھایا تھا کوئی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا اس کے قدموں کی آواز خاموشی میں گہری چھاپ چھوڑ رہی تھی اپنی مطلوبہ جگہ پہ پہنچ کے وہ رکا تھا

اسنے گردن پیچھے کی طرف موڑی اسکے پیچھے کوئی تھا جس نے سر ہلا کے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا اشارہ ملتے ہی وہ آگے بڑھا تھا دروازے کے ہنڈل پہ زرا سا دباؤ ڈال کے بنا آواز پیدا کیا وہ اندر داخل ہوا وہ کمرہ تھا جہاں کوئی شہزادی دنیا سے غافل نیند کی وادیوں میں کھوئی ہوئی تھی کمرے میں نائٹ بلب نے مدھم روشنی کو بکھرا ہوا تھا اس روشنی میں کمرے میں داخل ہونے والے وجود کو پہچاننا مشکل نہیں تھا اگر ان دونوں کے چہرے ڈھکے ہوئے نا ہوتے تو۔۔۔۔ایک نے چہرے پہ ماسک چڑھا رکھا تھا جبکہ دوسرے نے ہڈی سر پہ گرا رکھی تھی وہ بیڈ کی طرف بڑھے

"تیار ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" بیڈ کے قریب پہنچ کے پہلے اندر داخل ہونے والے نے پوچھا

"وہ ڈرنا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پیچھے والے کو فکر مندی نے گھیرا

"وہ ڈرنے والی مٹی ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" پہلے والا اس سے بخوبی واقف تھا

تو ٹھیک ہے پھر میشن شروع کیا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ہڈی والے نے حکم صادر کیا تھا ماسک والے نے سوئی ہوئی شہزادی کے منہ پہ ہاتھ رکھا شہزادی نے ایک دم آنکھیں کھولیں اپنے اوپر جھکی نامعلوم مخلوق کو دیکھ کے اسکے خلق سے چیخ برآمد ہوئی لیکن منہ پہ رکھے ہاتھ کی وجہ سے وہ چیخ غوں غاں میں بدل کے دب کے ہی رہ گی

"شہشی۔۔۔۔۔۔۔چپ چاپ نیچے اتروا گر تھوڑا سا بھی شور ڈالا ناہ تو زبان کاٹ دو گا۔۔۔۔۔"منہ پہ دوسرے ہاتھ کی شہادت کی انگلی رکھے وہ دبی دبی آواز میں بولا وہ سہمی سی چڑیا کی طرح بیڈ سے نیچے اتری آنکھیں خوف اور ڈر کی شدت سے پلکیں جھپکنا بھول گئی تھیں

"آواز نہیں نکلے تمہاری۔۔۔۔۔۔۔۔"ماسک سے جھانکتی آنکھوں نے شہزادی کی اوسان خطا کیے تھے اسنے تائید میں گردن ہلائی اسکے گردن ہلاتے ہی اسنے اسکے منہ سے ہاتھ اٹھایا اور اس سے زرا فاصلے پہ جا کھڑا ہوا

"سنا ہے دمیر سکندر سے شادی کرنے والی ہو تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"ہڈی والے نے گردن اٹھائے پوچھا

"ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ پوچھنے والے کی آواز پہچان چکی تھی سارا خوف پل میں اڑن چھو ہوا تھا

"تمہاری شادی ایک شرط پہ ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ماسک والے نے ہڈی والے کے کندھے سے کندھا ملایا تھا

"اگر میں وہ شرط نا مانو تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"شہزادی اپنے ازلی روپ میں آچکی تھی

"تو تمہارا گلا کاٹ کے قبر میں پہنچا دو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ہڈی والے نے جیب سے چاقو نکال کے اسکی گردن پہ رکھا وہ یک دم پیچھے ہوئی

"پاگل ہو کیا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یہی سمجھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بکواس بند کرو کیا چاہتے ہو اب مجھ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اسلیے وہ سیلنڈر کرنے کے لیے تیار ہو گی

"یہ ہوئی نا بات شہزادی صاحبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسنے چاقو دوبارہ اپنی جیب میں رکھا

"نکاح نامے سے پہلے تمہیں اس شرط نامے پہ دستخط کرنے ہو گے تبھی تمہارا نکاح دمیر سکندر سے پڑھایا جائے گا۔۔۔۔" ماسک والے نے جیب سے فولڈ ہوا کاغذ نکال کے ادب سے شہزادی کی طرف بڑھایا شہزادی نے دونوں کو گھوری سے نوازتے ہوئے کاغذ کو تھام لیا جوں جوں وہ کاغذ پہ لکھی گی شرائط کو پڑھتی گی توں توں اسکے ماتھے پہ تیوری گہری ہوتی گئی جس کو دیکھتے ہی سامنے کھڑے دونوں وجود کے کھڑے ہونے کے انداز میں فخر جھلکا تھا

"تم لوگ پاگل ہو گے ہو کیا ایسی شرطے کون لکھتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ہمیں بار بار پاگل کہہ کے پاگل ہونے پہ مجبور مت کرے شہزادی صاحبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ہڈی والے کا ہاتھ دوبارہ جیب کی طرف گیا تھا

"پن لاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔"جیب کی طرف اسکا ہاتھ بڑھتے دیکھ کے فوراً شہزادی حکمیہ لہجے میں بولی

"موحد سکندر شہزادی صاحبہ کا حکم فوراً مانا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ مسکرایا اور ساتھ ہی اسنے اپنے پاس کھڑے ماسک والے کو کہا

موحد نے غلاموں کی طرح جھک کے الارا کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے جن کے اوپر ایک خوبصورت سا مور کے پنکھ کا قلم رکھا تھا الارا نے وہ قلم یوں اٹھایا جیسے کوا پلیٹ میں رکھا ہوا گوشت کا ٹکڑا اٹھاتا ہے سائیڈ ٹیبل پہ زرا سا جھک کے اسنے جان چھوڑانے والے انداز میں کاغذ پہ دستخط کیے

"پکڑو اسے اور دفعہ ہو جاؤ میرے کمرے سے۔۔۔ صبح میں نے تم لوگوں کا ماموں جان کو ناہ بتایا تو میرا نام بھی الارا التمش نہیں۔۔۔۔۔۔۔"اسے نے موحد کی طرف کاغذ اچھالا

"ہمارا کام ہو گیا واٹر فیری۔۔۔۔۔۔اب تم چاہو تو سکندر صاحب کو بتاؤ یا پھر پورے پاکستان میں اعلان کرواؤ ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد نے کاغذ کو دوبارہ فولڈ کرتے ہوئے جیب میں اڑسا

"شادی مبارک ان ایڈوانس پرنسز الارا التمش۔۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے زرا سا جھک کے اسے وش کیا

الارا نے ایک تیکھی نگاہ اس پہ ڈال کے گردن کو دائیں طرف ترچھا کر کے شہادت کی انگلی سے دروازے کی طرف اشارہ کیا مطلب واضح تھا

"دفعہ ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔"

"چل موحد اب تو میرج ہال میں شہزادی صاحبہ سے ملاقات ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ہنستے ہوئے کہتے وہ موحد کا ہاتھ پکڑے وہاں سے لمحہ بھر میں رفو چکر ہوا تھا ان کے جاتے ہی وہ گرنے والے انداز میں بیڈ پہ بیٹھی

"کہاں پھنسا دیا اس محبت نے مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

الارا ان کے ماموں کی بیٹی تھی وہ شروع سے ہی امریکہ میں مقیم تھی اپنے بابا کی وفات پہ وہ پہلی دفعہ پاکستان آئی تھی تب اسکی عمر تقریباً دس سال تھی پاکستان میں وہ سکندرز ولا میں ہی رہی تھی اسی عرصہ میں اسے دمیر سکندر سے محبت ہوئی تھی دمیر کی معصومیت نے اس کے چھوٹے سے دل کو غائل کیا تھا داؤد اور موحد سے اسکی بنتی نہیں تھی لیکن دمیر نے سے اسنے بنائے رکھی تھی دمیر بھی اس چھوٹی سی پرنسز کا عادی ہونے لگا تھا اسکے جانے کے بعد اسکی عادت محبت میں بدلی تھی دمیر کو محبت کی راہ دیکھا کے وہ واپس چلی گی تھی کبھی بھی نا واپس آنے کے لیے

لیکن دل میں پنپتی محبت نے اس کے ارادوں کو ناکام بنایا تھا

سکندر زولا نے اسے واپس بلایا تھا

وہ لوٹ آئی تھی اپنی ماں کی ناراضگی مول لیے

وہ واپس آئی تھی اپنی محبت کو پانے

اب بس تھوڑا سا وقت درکار تھا وہ محبت پانے والی تھی

جلد ہی وہ الارا التمش سے زوجہ دمیر سکندر بننے والی تھی

میرا دل جو تم پہ نثار ہے

یہ چاہتوں کا خمار ہے

تجھ سے خاموش سا یہ اظہار ہے

مجھے دے سکے جو فقط سکون

وہ تیرا ایک دیدار ہے

www.novelsclubb.com

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

سورج ڈھل رہا تھا ہر طرف خاموشی تھی وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے ان کے درمیاں باریک جالی دار دوپٹہ حائل کیا گیا تھا دمیر سکندر کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد اب مولوی صاحب اس سے تیسری دفعہ پوچھ رہے تھے ہر کوئی بے تابی

سے اسکے جواب کے انتظار میں تھا اسنے اپنے بائیں جانب بیٹھی اپنی ماں کو دیکھا وہ وہاں تھیں اس کے پاس۔۔۔۔

ان کو وہاں لانے والا کون تھا؟

ظاہر سی بات ہے فیری کے دشمن مگر مچھ

داؤد اور موحد کی بدولت ہی وہ اس کے پاس تھیں انہوں نے اسے اپنی طرف تکتا پا کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کے مسکراتے ہوئے سر تائید میں ہلایا بدلے میں وہ بھی مسکرائی

"قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

خاموشی میں اسکی دھیمی سی آواز نے ارتعاش پیدا کیا تھا ہر طرف مبارک کا شور اٹھا تھا درمیان میں حائل دوپٹے کو ہٹا دیا گیا تھا دمیر سے نگاہ ملتے ہی اسنے دائیں آنکھ دبائی تھی معصوم چہرے پہ شرمیلی مسکراہٹ نے بسیرا کیا تھا وہ نظریں جھکا گیا تھا

"خدا تم دونوں کے لیے یہ نکاح مبارک کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل سکندر نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھے بڑے بھائی کا فرض ادا کیا تھا

"سدا خوش رہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ نے گلے ملتے ہوئے دعا دی جس پہ اسنے مسکراتے ہوئے امین کہا

"جیتی رہو بیٹا۔۔۔۔۔۔۔" سکندر صاحب نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھا

"خدا تمہیں ہر بری نظر سے بچائے۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکی ماں نے نم آنکھوں سے اسکا ماتھا چوما

"ویلکم ٹو سکندر زولا بھابھی جان۔۔۔۔۔۔۔۔۔" داؤد اور موحد بیک وقت کہتے اس کے سامنے جھکے

یوں ہی وہ سب کی دعائیں سمٹتی رہی آخر کار وہ بھی کامیاب ٹھہری تھی

اسکی محبت سچی اور پاکیزہ تھی جس کی وجہ سے آج اسکی محبت اسکی دسترس میں تھی

سات سمندر پار سے آئی محبت کی شہزادی فتح یاب ٹھہری تھی وہ خوش تھی بہت خوش

وہ دونوں سٹیج پہ بیٹھے تھے ہر طرف دودھ پلائی کا شور اٹھا تھا ہال کی ساری بتیاں بجادی گئی تھیں انٹرنیس پہ کوئی وجود آ کھڑا ہوا تھا لائٹس نے اسے فوکس کیا تھا دولہا دلہن کی طرف وہ رخ موڑے کھڑا تھا اپنے اوپر لائٹس پڑتے ہی وہ سیدھا ہوا لائٹس نے اسکے پیروں کو فوکس کیا تھا ہر کوئی سفید جاگر میں مقید اسکے پاؤں کو دیکھ سکتا تھا لائٹس آہستہ آہستہ اسکے چہرے کی طرف بڑھ رہی تھیں ہر کوئی اس وجود کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھا آخر کون تھا وہ؟

اسکے ہاتھوں پہ جا کے لائٹس ٹھہری تھیں ہر کوئی دیکھ سکتا تھا اسنے ہاتھ میں گلاب کے پھولوں سے بھری پلیٹ پکڑ رکھی تھی جس کے اوپر شیشے کا گلاس رکھا گیا تھا جس کے

اندر میوہ جات سے بھرپور دودھ اپنی موجودگی کا پتا دے رہا تھا وہ آگے بڑھا تھا لائٹس نے اسکے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کو فوکس میں رکھا تھا

ایک قدم۔۔۔۔۔

دو قدم۔۔۔۔۔۔۔

تین قدم۔۔۔۔۔۔۔۔

چوتھے قدم پہ لائٹس اسکے چہرے کی طرف بڑھی تھیں

پانچویں قدم پہ لائٹس نے اسکے ہونٹوں کو دیکھا یا تھا جن پہ مسکراہٹ تھی گلاب کی پتیوں کی طرح کھلتی ہوئی خوبصورت مسکراہٹ

چھٹے قدم پہ اسکی آنکھیں جلوا نما ہوئی تھیں جن پہ گھنی لمبی پلکوں کا بسیرا تھا ہلکے براؤن رنگ کی آنکھوں میں چمک تھی چودھویں کے چاند جیسی

وہ سٹیج کے نزدیک پہنچا تھا ہال کی ساری بتیاں آہستہ آہستہ روشن ہونے لگی تھیں

"کبھی کیسی نے مجھے سالہ کہا تھا تو سوچا کیوں نا آج سالہ بن کے دیکھا یا جائے ۔۔۔۔۔۔۔" ہاتھ میں دودھ کی پلیٹ پکڑے وہ دمیر کے سامنے جا کھڑا ہوا

("یہ بے غیرت کیسے کہہ رہا ہے تو۔۔۔۔سالے روک تجھے بتاتا ہو میں۔۔۔۔۔۔۔"

(

کبھی کہے گے اپنے ہی الفاظ دمیر کی سماعتوں سے ٹکرائے تھے اسنے بے چارگی سے اپنے سامنے کھڑے داؤد کو دیکھا

"ویسے تو یہ رسم سالیاں کرتی ہیں لیکن چونکہ ہماری شہزادی کی بہنیں نہیں ہیں اسلیے ہم دلہن کے بھائی جو کہ صرف آج کے لیے ہی ہے یہ رسم ادا کرنے لگے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔"داؤد نے اپنی طرف اٹھتی سب کی سوالیہ نظروں کا جواب دیا

"تو کیا اب سالیوں کی جگہ یہ رسم سالے ادا کرے گے۔۔۔۔۔۔۔"وہاں موجود ایک لڑکی نے داؤد کو غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا

"دوسروں کا پتا نہیں لیکن سکندرز یہی کرے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"جواب موحد کی طرف سے آیا تھا جو کہ داؤد کے ساتھ آن کھڑا ہوا تھا

"تو کیا سکندرز اب اپنے علحیدہ قانون بنائے گے۔۔۔۔۔۔۔"ایک اور لڑکی سکندرز کے مدمقابل میدان میں آئی تھی

"ظاہر سی بات ہے علحیدہ قانون بنائے گے تبھی تو سکندرز کہلائے گے۔۔۔۔۔۔"موحد نے اسے بھی کرارہ جواب دیا تھا

"ہماری دلہن کے زبردستی کے بھائی بنے ہو تم لوگ۔۔۔۔۔۔۔اسلیے تم لوگوں کا کوئی حق نہیں ہے یہ رسم کرنے کا۔۔۔۔۔"اب کی بار پتا کسی اور لڑکی نے پھینکا تھا

"حق کی بات نا کرو میڈم۔۔۔۔یہ حق ہمیں خود دلہن نے دیا ہے چاہے تو پوچھ لو۔۔۔۔۔۔"اب کی بار داؤد نے زبان کھولی تھی

"کیا یہ سچ ہے دلہن۔۔۔۔۔۔۔۔؟"وہاں پہ موجود ساری لڑکیوں نے ایک ساتھ پوچھا

دلہن نے سر ہاں میں ہلایا تھا ناہ میں کیسے ہلا سکتی تھی؟شرط نامے پہ دستخط جو کر رکھے تھے اسنے

شرط نامے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ انہیں اپنا بھائی کہہ کے دودھ پلائی کا حق انہیں دے گی

باقی کیا شرائط تھیں؟وہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ آشکار ہونی تھیں

ساری لڑکیاں مایوس ہو کہ پیچھے ہٹ گئیں تھیں دودھ پلائی کی رسم ادا کی گی تھی جس کے ادا ہوتے ہی دمیر سکندر کی جیب میں پھوٹی کوڑی بھی نہیں بچی تھی

وہ پھولوں کی سیج پہ بیٹھی کوئی اپسرا لگ رہی تھی کمرے میں موم بتیوں سے اٹھتے شعلے رومانوی منظر کی رونمائی کر رہے تھے ہر طرف تازہ گلاب کے پھولوں کی خوشبو نے

بسیرا کرر کھا تھادروازہ کھولا تھاوہ شہزادوں کی آن بان رکھنے والا اکیسویں صدی کا شہزادہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اپنی شہزادی کے پہلو میں آ بیٹھا تھا

''پتا ہے آج میں بہت خوش ہو وجہ تمہارے نام کا میرے نام سے جڑ جانا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' کھلتی مسکراہٹ کے ساتھ شہزادی کی سماعتوں سے شہزادے کے الفاظ ٹکرائے تھے گھونٹ کے پیچھے چھپے لب سر گوشی سی ہنسی ہنسے تھے

''جس طرح میں آج خوش ہو۔۔۔اسی طرح تمہیں بھی اپنی آخری سانس تک خوش رکھنے کی کوشش کروگا۔۔۔''

شہزادے نے اپنی شہزادی کا دیدار کرنے کے لیے اسکے گھونگٹ کی طرف ہاتھ بڑھائے تھے اس سے پہلے اسکے ہاتھ گھونگٹ کو چھوتے شہزادی نے خود ہی اپنا گھونگٹ ہٹادیا تھا

''تمہیں کیا لگتا ہے تم مجھے خوش رکھو گے۔۔۔۔میں نے تمہیں خوش رہنے دیا ناہ ۔۔ تبھی تم مجھے خوش رکھو گے نا۔۔۔۔۔۔۔'' درشتی سے کہتی وہ بیڈ سے نیچے اتری

''اٹھو۔۔۔۔۔۔'' بازوں سے پکڑتے ہوئے شہزادی نے شہزادے کا اپنے سامنے کھڑا کیا اس عمل کے دوران چوڑیوں کی کھنکھناہٹ نے کمرے میں سر بکھرے تھے

''آج تم مجھے پا کے خوش ہو۔۔۔کس کے بل بوتے پہ صرف اور صرف میرے بل بوتے پہ۔۔۔۔'' اسنے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا وہ چپ چاپ اسکے سامنے کھڑا اسکے تیور دیکھ رہا تھا جو آج اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھے

"تمہاری یہ زبان تمہارے بھائیوں کے سامنے تو کھلتی نہیں ہے۔۔۔میرے سامنے کیسے فٹافٹ ڈائیلا گز بول رہی ہے۔۔۔۔"

"لگتا ہے آج تمہارے سامنے بھی نہیں کھولے گی۔۔۔۔۔۔" بے اختیار ہی شہزادے کے منہ سے الفاظ نکلے تھے شہزادی نے اسے آنکھیں دیکھائی تھیں

"کھلنی بھی نہیں چاہیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

منہ پہ انگلی رکھے مودب سا شہزادہ اپنے شہزادی کے سامنے سر جھکا گیا تھا

"تمہارے بھائیوں نے میرے ساتھ جو جو کیا ہے اس سارے کا بدلہ میں تم سے لو گی دمیر سکندر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" شہزادی نے اپنے ارادوں سے آگاہ کیا تھا شہزادے نے سر تسلیم خم کیا تھا

"وہ تمہارے بھائی نہیں ہیں کوئی آفت ہے جو آسمان سے ٹپکی ہے صرف اور صرف میرے لیے۔۔۔اور میں آفت بنو گی تمہارے لیے۔۔۔۔ساری زندگی میں تمہیں سکون کا سانس نہیں لینے دو گی دمیر سکندر۔۔۔۔۔تم چپ چاپ پیچھے ہٹ گے تھے ناہ ۔۔۔تمہارا وہی چپ چاپ پیچھے ہٹنا تمہارے لیے وبال جان ثابت ہو گا اب ۔۔۔۔۔۔" شہزادی کی آواز بھاری ہونے لگی تھی شہزادے کا سانس سینے میں اٹک گیا تھا

شہزادی چند قدم آگے بڑھی تھی سامنے ٹیبل پہ پڑی جائے نماز کو اٹھا کے اسنے فرش پہ بیچھایا تھا

"وضو کر کے آؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"شہزادے کو حکم صادر ہوا تھا وہ ایک نظر شہزادی اور ایک نظر جائے نماز کو دیکھ کے واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔کچھ ہی دیر میں وہ باوضو اسکے سامنے کھڑا تھا

"آج ساری رات تم نماز نوافل ادا کرو گے آخر کو تمہیں الارا التمش ملی ہے خدا کا شکر ادا کرنا تو بنتا ہے نا۔۔۔۔۔۔"اسنے تائیدی نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے اپنے شہزادے کو دیکھا وہ کیسے اپنی شہزادی کی تائیدی نگاہوں کو انکار کر سکتا تھا؟

وہ مسکرایا وہ اسکے سامنے سے ہٹ گی جائے نماز پہ کھڑے ہوتے ہی اسنے اپنی کہنیوں تک فولڈ کیے ہوئے کف کھولے تھے شہزادی بیڈ کی جانب بڑھی تھی وہ وہاں لیٹی تھی جہاں وہ باآسانی اسے نوافل ادا کرتے ہوئے دیکھ سکتی تھی

www.novelsclubb.com

"شادی کر کے پھس گیا یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"شہزادی کو دیکھتے ہوئے شہزادے کے دل سے آہ برآمد ہوئی تھی

شہزادی نے دھرے سے آنکھیں موندی تھیں

شہزادے نے نوافل کے لیے نیت بھاندی تھی

گلاب کی خوشبو میں اضافہ ہوا تھا

موم بتی کے شعلے بھڑکے تھے

سکندر زولا میں

ایک نئی کہانی کا آغاز ہوا تھا

دسمبر کے اولین دن تھے سردی نے زور پکڑا تھا سورج کو دھند نے اپنی لیپٹ میں لے رکھا تھا تقریباً بارہ بجے کا وقت تھا سنسان شاہراہ پہ پولیس جیپ تنہا آگے بڑھے جا رہی تھی

سر آجکل لوٹ مار میں بہت اضافہ ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" جیپ کے اندر نگاہ دوڑائی جائے تو جیپ ڈرائیور اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے پولیس آفیسر کو مطلع کر رہا تھا

www.novelsclubb.com

انہیں وہی چھوڑ کے اسی وقت شہر کے مشہور مال میں آئے تو وہاں کاؤنٹر کے پاس کھڑا ایک بچہ چالیس سال کے تندرست آدمی کو کارڈ تھما کے غائب ہوا تھا آدمی کا حلیہ اس کے امیر ہونے کا واضح ثبوت پیش کر رہا تھا

"عجیب بچہ تھا۔۔۔۔۔۔۔" آدمی نے کہتے ہوئے کارڈ کو اپنی جیب میں ڈالا تھا

"سر بتایا جارہا ہے کہ ایک بچہ ہے جو کہ تقریباً دس سال کا ہے لوگوں کو اپنا کارڈ تھامتا ہے اور بدلے میں ان کے پاس جتنا بھی مال ہوتا ہے لے کے اڑ جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ڈرئیور نے بتاتے ہوئے دائیں طرف جاتی سڑک پہ جیپ کو موڑا تھا

"سر آپ کا بل۔۔۔۔۔۔۔" کاؤنٹر کے دوسری طرف کھڑے لڑکے نے اس آدمی کی طرف کاغذ بڑھایا تھا اس آدمی نے مسکراتے ہوئے اپنی طرف بڑھے کاغذ کو پکڑا اور کاغذ کو ایک نظر دیکھ کے اسنے اپنی کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اسکی جیب خالی تھی اسکے چہرے کے تاثرات نے باور کروایا تھا

"میرا والٹ کہاں گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" پریشانی سے اسنے ساری جیبیں ٹٹول ڈالی تھیں وہاں کچھ نہیں تھا سوائے اس کارڈ کے جو بچہ اسے تھما کے گیا تھا کاؤنٹر پہ کھڑے لڑکے نے اسے افسوس سے دیکھا تھا آخر کو وہ بھی اس بچے کا شکار بن چکا تھا اسنے کارڈ کو آنکھوں کے سامنے کیا تھا جس پہ سیاہ رنگ کی روشنائی سے الفاظ جھگمگا رہے تھے

"کارڈ پہ کیا لکھا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" جیپ میں آفیسر کی آواز گونجی تھی جو کہ شیشے سے نظر آتے باہر کے مناظر کو بڑی محویت سے دیکھ رہا تھا

"راہ چلتے اجنبی راہ گیر کی باتوں پہ کان مت دھرے اپنی چیزوں کی خفاظت خود کرے "

شکریہ (محمد ابراہیم غازان)

"محمد ابراہیم غازان۔۔۔۔۔۔۔۔" ڈرئیور کے بتانے پہ آفیسر نے دوہرایا تھا اسی وقت جیپ میں موبائل ٹون گونجی تھی

"سکندر بھادی پولیس آفیسر از سپیکنگ۔۔۔۔۔۔۔" رعب دار آواز فون کے اس پار گونجی تھی

"سر ابھی ابھی ایک چور بس سٹاپ پہ ایک بزرگ آدمی سے بیگ لے کے بھاگا ہے وہ بائیک پہ ہے اور اسکی بائیک کا رنگ کالا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" فون سے آتی آواز نے جیپ میں شور ڈالا تھا جیسے کم سکندر بھانے کیا تھا

"تو میں کیا کروا سکی بائیک کو سرخ رنگ کروادو۔۔۔۔۔۔۔۔"

"نہیں سر۔۔۔۔۔۔۔"

''تو پھر مجھے کیوں بتا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔'' اسنے درشتگی سے پوچھا تھا جس پہ ڈرئیوار کی باچھیں کانوں تک پھیلی تھیں

''ایکچولی سر وہ جس راستے پہ ابھی موو کر رہا ہے اسی راستے پہ آپ کی لوکیشن شو ہو رہی ہے۔۔۔۔۔تو اس لیے آپ اسے پکڑے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

''تو یوں کہہ ناہ پھر۔۔۔۔پینگ ۓ کیوں ڈال رہا تھا چل اب فون بند کر ابھی پکڑتا ہو اس چور کو۔۔۔۔۔۔۔۔'' اسکے کہنے پہ دوسری طرف سے فوراً کال کاٹ دی گی تھی

''چل سپاہی چور سپاہی کھیلتے ہیں سپیڈ بڑھا جیپ کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' ڈرئیوار کو کہتے ہوۓ اسنے دونوں ہاتھوں کو ملا کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی تھی

''جو حکم سر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' ڈرئیوار نے سپیڈ پہ دباؤ ڈالا تھا سیکنڈز میں جیپ نظروں سے اوجھل ہوئی تھی

سیاہ ہیوی بائیک پہ کوئی سیاہ لباس ہی زیب تن کیے بائیک چلا کم اڑا زیادہ رہا تھا فل رفتار سے سامنے سے آتی پولیس جیپ دیکھ کے اسکی بائیک نے بریک لگائی تھی اسی وقت جیپ ڈرئیوار نے بھی بریک پہ پاؤں رکھا تھا تقریباً دو فٹ کے فاصلے پہ ایک طرف بائیک روکی تھی اور دوسری طرف جیپ

جیپ کا دروازہ کھولا تھا پولیس یونیفارم زیب تن کیے داؤد سکندر عرف سکندر بھا باہر نکلا تھا پر وقار چال چلتا وہ بائیک کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا اسکے دائیں طرف اسکا ڈرئیوار بھی اسکے کاندھے سے کاندھا ملا کے کھڑا ہوا تھا دھند ہٹی تھی سورج سکندر بھا کا دیدار کرنے آسمان پہ نمودار ہوا تھا بائیک پہ برجمان شخصیت نے اپنے سامنے کھڑے سکندر بھا کو سر تا پاؤں دیکھا تھا

"سکندر بھا کے علاقے میں چور چوری کر کے بھاگے ایسا ممکن نہیں کالے چور ہیلمٹ اتار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سکندر بھا نے اسکے حلیے کے پیش نظر اسے کالے چور کے خطاب سے نوازا تھا اسنے بنا کچھ کہے ہیلمٹ اتارا تھا اسکے سر سے ہیلمٹ کے اترتے ہی اسکے بالوں نے اسکے چہرے کو ڈھکا تھا ایک ہاتھ سے ہیلمٹ پکڑے اسنے دوسرے ہاتھ سے بالوں کو چہرے سے ہٹایا تھا

"سر جی یہ چور نہیں چورنی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے ساتھ کھڑے ڈرئیوار نے بنا پلک جھپکے اسے دیکھتے ہوئے کہا

www.novelsclubb.com

"اور کمال کی چورنی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے خوبصورت چہرے کو نظروں کے حصار میں رکھتے ہوئے سکندر بھا کے دل نے سرگوشی کی تھی

''اوئے پولیس والے میں نے چوری نہیں کی وہ باپ ہی تھا میرا جس سے چھین کے بھاگی ہو۔۔۔۔۔۔''ان دونوں کو اپنی طرف جہالوں کی طرح دیکھتے ہوئے وہ آخر کار بول ہی پڑی تھی

اسکی میٹھی سی آواز پہ سکندر بھا کا حصار ٹوٹا تھا

''ہر چور یہی کہتا ہے محترمہ اسلیے چپ چاپ چلے تھانے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

چپ چاپ نیچے دیکھ اسکی طرف مت دیکھنا اب ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔اسے با آواز کہتے ہوئے ساتھ ہی اسنے نے دانت چباتے ہوئے ڈرائیوار کو بھی نظروں کا رخ موڑنے کو کہا تھا جس پہ وہ جی سر کہتا نظریں جھکا گیا تھا

''بھول ہے تمہاری کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

''پولیس والے کو اسٹیٹوڈ دکھاؤ گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''وہ دو قدم آگے بڑھا

''سیدھا مدح پہ آو کتنے پیسے لو گے مجھے چھوڑنے کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''وہ شاید پولیس والوں کی فطرت سے واقف تھی اس لیے اسے آگے بڑھتا دیکھ کے اسنے بھی دوٹوک بات کی تھی

ابھی تو تمہیں پکڑا ابھی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔اور چھوڑنے کی باتیں تم نے شروع بھی کر دی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔''وہ روکا تھا اس کا لہجہ شوخ ہوا تھا

"زیادہ بکواس نہیں کرو۔۔۔۔۔۔۔۔پیسے بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے اسکے شوخ لہجے کو پاؤں تلے روندا تھا

"لڑکی سمجھدار ہو تین حصے مجھے دو ایک حصہ تم رکھ لو۔۔۔۔۔۔۔۔"اب کی بار وہ بھی سیدھا ہی رہا تھا

"تین حصے کیوں میں تو تمہیں آدھے حصے کا بھی آدھا حصہ دو گی۔۔۔۔۔۔۔۔"

"مجھے بھکاری سمجھ رہی ہو پولیس والا ہو میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"شکل تو تمہاری بھکاریوں والی ہے پولیس نے پتا نہیں کیسے تمہیں برتی کر لیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"لڑکی اسکی ٹکر کی ہی تھی

"شکل پہ مت جاؤ میرا عہدہ دیکھو بس۔۔۔۔۔ جیل میں ڈال کے وہی انکواٹر میں اوپر کی ٹکٹ بک کروا دو گا۔۔۔۔۔۔۔۔"

اللہ کرے تمہاری خود کی ہی اوپر کی ٹکٹ کٹے۔۔۔۔۔آیا بڑا عہدہ دیکھو۔۔۔۔۔۔"

اسنے منہ ٹیڑھا کر کے اسکی نقل اتاری تھی جس پہ وہ بس اسکے چہرے کے تاثرات ہی دیکھتا رہ گیا تھا

"پکڑو رشوت خور پولیس چور۔۔۔۔۔۔۔۔"اسے جانے کی جلدی تھی اس لیے وہ کسی بھی طریقے سے ان سے جان چھڑوانا چاہتی تھی

پولیس چور۔۔۔۔؟کب سے چپ کھڑے ڈرئیوار کا منہ حیرت سے کھلا تھا

"ہاں تو اور کیا پولیس چور ہی تو ہوں ایک چور کو لوٹ رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"لڑکی نے اسکے حیرت سے کھلے منہ کو بند کیا تھا

"محترمہ آپ خود مان رہی کہ آپ چور ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"سکندر بھائے اس سے پیسے لیتے ہوئے کہا تھو

"اپنے باپ کا ہی چوری کر کے بھاگی ہو کسی اور کو نہیں لوٹا میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"جاؤ اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ سامنے سے ہٹا تھا

"جا تو میں رہی ہو پر مجھے یاد رکھنا رشوت کے کیس میں تجھ پہ مقدمہ ضرور درج کرو گی میں۔۔۔۔۔۔"اسنے بائیک کو کیئک لگائی تھی

"اب چور پولیس والوں پہ مقدمہ درج کرے گا اچھا مزاق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ ہنسا تھا

"یاد رکھنا ایک وکیل کبھی بھی مزاق نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے ریئسر پہ دباؤ بڑھایا تھا

"وکیل اور تم میں بہت فرق ہے چورنی صاحبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

''تمہاری عقل پہ ماتم کرنے کا دل چاہ رہا ہے میرا پولیس چور میں خود وکیل ہو کل ہی یو کے سے وکالت کی ڈگری لے کے آئی ہو اپنے الٹے دن گننے شروع کر دو ــــــــــ'' اسنے ہیلمٹ کو دوبارہ سر پہ پہنا

''اتنے حالات خراب چل رہے ہیں کہ یو کے سے ڈگری لایا وکیل پاکستان کی سڑکوں پہ چوری چاکاری کر رہا ہے ــــــــــ'' اسنے افسوس سے گردن دائیں بائیں ہلائی

''دیکھ لوگی تمہیں میں ــــــــــــ'' اسے کہتے ساتھ ہی وہ بائیک وہاں سے بھگا لے گئی تھی

''اب دل کمبخت یہی تو چاہتا ہے کے بس مجھے اب تم ہی دیکھو ــــــــــ'' وہ پیچھے سے چلایا تھا اسنے سنا تھا یا نہیں سنا تھا پاس سے گزرتی ہوائیں ہی جانتی تھیں

ـــ

یہ منظر تھا ہسپتال کی راہداری کا جہاں پہ ایک بائیس سالہ لڑکی سینے سے فائل لگائے بے تابی سے ادھر ادھر نظر دوڑاتے آگے بڑھ رہی تھی اسکی نظریں متلاشی تھی کسی سے ملنے کی چاہ اسے تیز قدم اٹھانے پہ مجبور کر رہی تھی اس کے چہرے پہ پریشانی کے تاثرات تھے تیز قدم اٹھاتے ہوئے اسنے دائیں بازو کو آنکھوں کے سامنے کیا تھا جہاں پہ عام سی گھڑی کی سوئیوں نے اسے آگے بڑھتے ہوئے منہ چڑھایا تھا

www.novelsclubb.com

''آرام سے آگے بڑھو کہیں وہ مجھ سے ملے بنا چلے ناہ جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' اسنے آگے بڑھتی گھڑی کی سوئیوں کو ڈپٹا تھا لیکن ان پر اسکی ڈانٹ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا وہ اپنی رفتار سے آگے بڑھتی ہی رہی تھیں بھلا وقت بھی کسی کے کہنے پہ روکا ہے کیا؟

''یااللہ میری ان سے ملاقات ہو جائے ورنہ یہ جاب بھی ہاتھ سے گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' پریشانی سے منمناتے ہوئے اسنے بازو نیچے کیا تھا اور قدموں کی رفتار اور تیز کر دی تھی

''ایکسکیوز می۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' روک کے اسنے پاس سے گزرتی نرس سے کچھ پوچھا تھا نرس نے وہاں سے بائیں طرف اشارہ کیا تھا اسکا شکریہ ادا کرتے ہی وہ وہاں سے بھاگنے کے انداز میں نکلی تھی

''اللہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' وہ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ اسکی ٹکر سامنے سے آتے ڈاکٹر سے ہوئی تھی شاید وہ بھی بے دھیانی سے ہی چل رہا تھا جس کی وجہ سے وہ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ نہیں پایا تھا

www.novelsclubb.com

''آئم سوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' دونوں بیک وقت بولتے ہوئے نیچے جھکے تھے کیوں کہ ٹکر لگنے پہ ایک کا موبائل نیچے گرا تھا تو دوسرے کی فائل سے نکل کے کاغذات

''یااللہ وہ ابھی وہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' کاغذات اکھٹے کرتے ہوئے وہ بڑبڑائی تھی اسکی بڑبڑاہٹ پہ اسکا موبائل کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ ساکت ہوا تھا اسنے آواز کے

تاقب میں دیکھا تھا آنکھیں سامنے نظر آتے منظر کی شیدائی ہوئی تھیں سب کچھ پس منظر میں چلا گیا تھا وہاں وہ تھا اور اسکے سامنے ایک خوبصورت دوشیزہ تھی جس کے لب ہل رہے تھے وہ کیا کہہ رہی تھی آواز غائب تھی اسکے ہاتھ مسلسل کاغذات کو اکھٹا کرنے میں الجھ رہے تھے اسکی ہاتھوں کی حرکت پہ اسکے گھنے سلکی کالے بال اسکے چہرے پہ گر کے اسے تنگ کر رہے تھے وہ بار بار دائیں ہاتھ سے انہیں پیچھے ہٹا رہی تھی اس عمل کے دوران اسکے چہرے کے تاثرات اکتاہٹ میں بدل رہے تھے

"ویراز ڈاکٹر موحد سکندر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے چٹکی بجانے پہ اسکی محویت ٹوٹی تھی سب کچھ واپس آ گیا تھا وہ اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی پریشان صورت لیے پوچھ رہی تھی بنا پلک جھپکائے اسے دیکھتے ہوئے اسنے وہاں اشارہ کیا تھا جہاں سے وہ آیا تھا

"تھینک یو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسکے بتاتے ہی وہ اٹھی تھی اور بھاگنے کے انداز میں وہاں سے نکلی تھی اسکے جاتے ہی وہ بھی اپنا موبائل اٹھائے کھڑا ہوا تھا

"کتنی پیاری لڑکی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" مسکراتے ہوئے اسنے موبائل کو جیب میں رکھا اور آگے بڑھ گیا ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ کچھ یاد آنے پہ وہ فوراً پلٹا تھا

"اوہیلو۔۔۔ای ایم ڈاکٹر موحد سکندر۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس لڑکی کو پیچھے سے پکارتے وہ بھی اسکی طرف بھاگا تھا

"دمیر تمہارے پاس پانچ منٹ ہے اگر تم باہر نا آئے تو میں تمہیں چھوڑ کے چلی جاؤ گی۔۔۔۔۔"وہ باہر گیٹ کے پاس کھڑی چلا رہی تھی اور وہ تھا کہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اسے وہاں انتظار کرنے کا کہہ کے ابھی تک واپس نہیں آیا تھا

"آرہا ہو جانو۔۔۔بس دو منٹ اور دو۔۔۔۔۔۔۔۔"آدھے گھنٹے سے دوہرائے جانے والے الفاظ پھر سے اسکی سماعتوں سے ٹکرائے تھے وہ غصے سے لال پیلی ہوئی تھی

"تم دو دن تک فرش پہ سوئے گے دمیر سکندر یہ اب یاد رکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اپنے ازلی روپ میں واپس آئی تھی اور وہ بوتل کے جن کی طرح اسکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا

"یہ ظلم مت کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔"مسکین سی شکل بنائے اسنے الارا کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے

"دیکھو گی چلو اب۔۔۔۔۔۔۔۔" شہزادی مغرور ہوئی تھی

"میری جان پہلے یہ تو بتاؤ میں کیسا لگ رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔" ایک انداز سے وہ اسکے سامنے کھڑا ہوا تھا اسنے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا ریڈ شرٹ اور اسکے نیچے کالی پینٹ پہنے وہ خوبصورت لگ رہا تھا

"درخت پہ لٹکے بندر کی طرح لگ رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چلو اب کہیں وہ تمہارے بھائی آفت کی پرکالا مجھ سے پہلے ناہ بے بی کو دیکھ لے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسے کہتی ہوئی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی

"مجال ہے جو کبھی تم اتنے خوبصورت بندے کی تعریف کر دو۔۔۔۔۔۔ خود تو کرتی نہیں ہو اور کسی کو بھی نہیں کرنے دیتی۔۔۔۔۔۔" وہ بھی اسکے پیچھے چل دیا تھا

تم پہ یہ جو تعریفوں کا بھوت چڑھا ہے ناہ اسے میں ہسپتال سے آ کے اتارتی ہو ۔۔۔۔۔۔ بڑھا آیا خود تو کرتی نہیں ہو کسی اور کو بھی نہیں کرنے دیتی۔۔۔۔۔ کوئی کر کے تو دیکھائے تمہاری تعریف جہنم میں بیجھو گی اسے بھی اور ساتھ میں تمہیں بھی ۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ گاڑی کے پاس پہنچ چکے تھے گاڑی کے اندر بیٹھتے ہی اسنے زور سے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا

"جب سے تمہارے ساتھ شادی ہوئی ہے جہنم میں ہی تو جل رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا کہا ہے تم نے۔۔۔۔۔۔۔؟" ابھی اسکا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ اسنے اسے آنکھیں دیکھاتے ہوئے ٹوک دیا تھا

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ منہ بسورے کہتے ہوئے گاڑی بھاگا لے گیا تھا اب وقت پہ اسے ہسپتال بھی تو لے کے پہنچنا تھا ورنہ لیٹ ہونے پہ جو ہونا تھا اس سے اسے اللہ ہی بچا سکتا تھا

بعض دفعہ زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ ہمیں وہ نہیں ملتا جس کی ہمیں چاہ ہوتی ہے لیکن پھر اسکے بدلے میں جو ہمیں عطا کیا جاتا ہے وہ ہماری چاہت سے زیادہ حسین ہوتا ہے ہمیں زندگی میں ہر وہ چیز ملے گی جو ہمارے لیے بہترین ہو گی جس کا احساس ہمیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہو گا بس ہمیں مایوس نہیں ہونا ہے صبر سے کام لینا ہے اللہ پہ بھروسا رکھنا ہے

www.novelsclubb.com

میں یرسل سکندر جیسے ویا آفان سے محبت تھی جیسے میں پانا چاہتا تھا مجھے لگتا تھا کہ میری زندگی اسکے ساتھ حسین ہو گی وہ چلی جائے گی تو میں جی نہیں پاؤ گا لیکن میں غلط تھا کیسی کے چھوڑ جانے سے چلے جانے سے زندگی نہیں رکتی وہ آگے بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور اس بڑھتی ہوئی زندگی میں کوئی نا کوئی ایسا ضرور مل جاتا ہے جو اس چھوڑ جانے والے

کی جگہ لے لیتا ہے جو پھر ہماری زندگی میں وہ رنگ بھرتا ہے جس کے بارے میں ہم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوتا میری زندگی میں وہی رنگ بھرے ہیں سارہ نے۔۔۔مجھے ویبا سے محبت تھی لیکن اب مجھے سارہ سے عشق ہے وہ میرے زندگی کا ساتھی ہے وہ اللہ کا انعام ہے میرے لیے۔۔اس سے عشق نہیں کرو گا تو ناشکرا کہلاؤ گا

آج میں اعتراف کرتا ہوا اس دن مجھ سے غلطی ہوئی تھی میں ویبا کو دیکھتے ہی اسے بھول گیا تھا ویبا کو تو میں نے مطمئن کر دیا تھا لیکن خود کو میں مطمئن نہیں کر پایا تھا۔۔۔دو دن تک خود کو میں لعنت و ملامت کرتا رہا تھا۔۔۔۔میں سارہ سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔۔۔میں چاہتا تھا کہ وہ مجھے بتائے میں نے کیا کیا تھا۔۔۔وہ مجھ سے لڑے ۔۔۔خفا ہو۔۔۔مجھ سے کوئی گلہ ہی کر دے۔۔لیکن وہ چپ رہی تھی اسکی اسی چپ نے مجھے اسے تھپڑ مارنے پہ مجبور کیا تھا۔۔۔۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا چاہنے والا آپ سے خفا ہو آپ غلط ہے تو آپ کو غلط کہے اس بات کی سمجھ اسے تھپڑ کھانے کے بعد آئی تھی اب وہ لڑتی ہے مجھ سے خفا بھی ہوتی ہے گلہ بھی کرتی ہے نخرے بھی دیکھاتی ہے تو مجھے سکون ملتا ہے اسکا خفا ہونے مجھے اچھا لگتا ہے اسے منانا مجھے اچھا لگتا ہے میری ہر خوشی اسکی خوشی کے ساتھ مشروط ہو چکی ہے۔۔۔۔۔۔وہ ہے تو یرسل سکندر ہے وہ نہیں ہے تو یرسل سکندر بھی کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کبھی کبھی میں سوچتا ہو کہ آخر کون سی ایسی نیکی کی تھی میں نے جس کے بدلے میں اللہ تعالی نے مجھے سارہ سے نواز دیا ہے میں جب جب سارہ کو دیکھتا ہو میں تب تب اپنے اللہ کا شکر ادا کرتا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ ہسپتال میں آئی سی یو کے سامنے ویٹنگ بینچ پہ بیٹھا اپنے دل کی باتیں دماغ تک پہنچا رہا تھا وہ رو کا تھا اسنے گہرا سانس لیا تھا اس سے پہلے کہ وہ مزید دل کی دماغ تک پہنچاتا آئی سی یو کے دروازے پہ لگی بتی بجھی تھی وہ بے تابی سے اٹھا تھا سکندر صاحب اسکے پاس تھے انہوں نے اسکے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے تسلی دی تھی

ڈاکٹر مسکراتا ہوا باہر آیا تھا

"مبارک ہو آپ کو بہت بہت۔۔۔۔۔۔۔خدا نے آپ کو ایک نہیں۔۔۔۔۔دو نہیں۔۔۔۔۔۔ تین تین بیٹوں سے ایک ساتھ نوازا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا تین تین سکندرز ایک ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ڈاکٹر ابھی بتا ہی رہا تھا ان کی طرف آتی سکندرز کی پارٹی چلائی تھی

www.novelsclubb.com

انہوں نے ان کی طرف بڑھنے کے بجائے آئی سی یو کی طرف دوڑ لگائی تھی

"میں بھی چلا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ان کی دیکھا دیکھی سکندرز صاحب بھی یرسل سے کہتے ہوئے ان کے پیچھے بھاگے تھے

"ڈاکٹر میری وائف ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوا تھا

"جی بلکل آپ کی وائف بلکل ٹھیک ہیں آپ بھی جا کہ دیکھ سکتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا

"بہت شکریہ ڈاکٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ڈاکٹر سے ہاتھ ملانے کے بعد وہ بھی آگے بڑھا تھا جہاں اسکی محبت تھی

"او سکندرز کمال کر دیا تم لوگوں ہم تینوں کو تین سال لگے تھے اس دنیا میں آنے کے لیے اور تم تینوں ایک ساتھ ہی ٹپک پڑے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ تینوں اور ان کے ساتھ الارا بھی بے بی جھولے کے گرد گول دائرے میں جھکے نئے آنے والے سکندرز کو دیکھ رہے تھے یوں جیسے پاگل خانے میں پاگل نئے آنے والے پاگل کو دیکھتے ہیں سب سے پہلے نئے سکندرز نے سکندر بھا کی آواز سنی تھی دو تو مسکرائے تھے لیکن تیسرے کو اسکی آواز پسند نہیں آئی تھی وہ گلا پھاڑ کے رونے لگا تھا

"تمہاری آواز سن کے بچہ ڈر گیا ہے اب مت بولنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" موحد نے اسے چپ رہنے کا کہہ تھا دوسرے نئے سکندر نے رونے کی تیاری پکڑی تھی

"ابے تو بھی چپ کر دیکھ تیری آواز سنتے ہی دوسرے نے رونے کی تیاری کرنا شروع کر دی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دمیر کے کہنے کی دیر تھی کہ تیسرے نے بھی رونے کے آثار منہ پہ دیکھانے شروع کر دیے تھے

"گدھوں اپنے سپیکر بند رکھو کیوں بچوں کو ڈرا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اب کی بار سکندر صاحب بولے تھے نئے تینوں سکندرز آنکھیں ٹپٹپائے انہیں دیکھنے لگے تھے

"لگتا ہے بابا جان آپ انہیں پسند آ گئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" الارا نے نئے سکندرز کے کھلکھلاتے چہرے دیکھ کے کہا تھا اسی وقت یرسل اندر داخل ہوا انہیں بچوں کے ساتھ گم دیکھ کے وہ سارہ کی طرف بڑھا تھا جو کہ آنکھیں موندے ان سے زرا فاصلے پہ ہسپتال بیڈ پہ لیٹی ہوئی تھی وہ اسکے پاس بیٹھا تھا آہستگی سے اسنے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا

"سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یرسل نے اسے محبت سے بھرپور لہجے میں پکارا تھا وہ مسکرائی تھی آج اسکی مسکراہٹ میں یرسل نے ممتا کی چمک محسوس کی تھی

"آئی لو یو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" سارہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی دل دھڑکنا بھول گیا تھا اسنے دھیرے سے آنکھیں کھولی تھیں وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا آنکھوں میں دنیا جہاں کی محبت سموئے

www.novelsclubb.com

"تو آخر کار آج آپ نے کہہ ہی دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" کمزور سی آواز نے یرسل کی سماعتوں کو چھوا تھا

"اظہار محبت کا موقع نا تو مجھے اس سے بہتر ملا ہے اور نا ہی مل سکتا تھا آج ملا ہے تو اسے یوں ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتا آئی لو یو سارہ۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت شکریہ میری

زندگی میں آنے کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسکے اظہار محبت پہ لب مسکرائے تھے دل آج نئے انداز سے دھڑکا تھا اسنے نے آنکھیں موندی تھیں سکون کی لہر اسکے سارے جسم میں سرائیت کی تھی

"سارہ آپ کچھ نہیں کہے گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسے پھر سے آنکھیں موندتے دیکھ کے یرسل نے پوچھا تھا

سارہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی اسنے آنکھیں کھولی تھیں وہ اس کے جواب کا منتظر تھا

"میں بس یہی کہو گی کہ

It will prove a special gift of my whole life

From you thank you

تھینک یو سو مچ یرسل مجھے اپنی محبت کا حق دار ٹھہرانے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

عاجزی سے کہتی وہ اسے دل کے بہت قریب لگی تھی اسنے جھک کے اسکے ماتھے کا بوسہ لیا تھا

www.novelsclubb.com

"بچوں کے ممی پاپا ہماری طرف متوجہ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"داؤد ایک بچے کو اٹھائے ان کی طرف موڑا تھا وہ دونوں ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے

یہ زیشان سکندر آج سے میرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسنے بچے کو بازؤں کے نیچے سے پکڑ کے اپنے سامنے ہوا میں اٹھایا تھا

"یہ آفاق سکندر آج سے میرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"موحد بھی اسی کی طرح بچے کو اٹھائے موڑا تھا

"یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"دمیر اور الارا بھی ایک بچے کے سرپرست بنے تھے

"ہم نے ابھی تک نام نہیں سوچا۔۔۔۔۔۔"دمیر کے بتانے پہ الارا نے منہ بسورا تھا لیکن یہ آج سے ہمارا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"دونوں بیک وقت بولے تھے

"اور ہمارا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"سکندر صاحب، یرسل اور سارہ ایک ساتھ حیرت سے چلائے تھے

"ہم سب آپ کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ان چاروں نے ایک ساتھ کہتے ہوئے نئے آنے والے سکندرز کو ایک ساتھ ہوا میں اچھالا تھا وہ تینوں کھلکھلائے تھے ان تینوں کی کھلکھلاہٹ سن کے روم میں موجود باقی افراد بھی ہنسے تھے اسی وقت روم کا دروازہ کھولے ایک نرس اندر داخل ہوئی تھی انہیں یوں مسکراتے دیکھ کر اسنے انہیں صدا یوں ہی مسکراتے رہنے کی دعا دی تھی

اسکے دل میں حسرت ابھری تھی کہ کاش وہ بھی ان کی فیملی کا حصہ ہوتی

اور کبھی کبھی کاش حقیقت کا روپ دھار ہی لیتے ہیں

بس ہمیں انتظار کرنا ہوتا ہے

ختم شد

آج الحمداللہ میرا دوسرا ناول بھی اختتام کو پہنچا ہے آپ کو یہ ناول کیسا لگا ہے اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے گا اور اور اور

اگر آپ چاہتے ہے کہ میں اس ناول کو جاری رکھو تو کامنٹس باکس کو مت بھولیے گا

دعاؤں میں یاد رکھیے گا

شکریہ:) جانان شاہ

www.novelsclubb.com